تصوف و طریقت

علامہ سید
شاہ تُراب الحق قادری دامت برکاتہم

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

تصوف و طریقت

مصنف

شاہ تراب الحق قادری مدظلہم

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تصوف وطریقت
مصنف	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی
اشاعت	فروری 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z397
قیمت	-/81 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

اظہار تشکر

جناب علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے اپنی تمام کتب ادارۂ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کو شائع کرنے کی خصوصی اجازت فرمائی، جس کے لئے ادارہ ان کا ازحد مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ شاہ صاحب کو مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین ثم آمین

محمد حفیظ البرکات شاہ

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	5	ہر فیض بوسیلہ شیخ ملے گا!	108
مقدمہ	10	خانقاہی نظام بے اثر کیوں	111
تقریظ	14	سالک اور مجذوب کا فرق	114
جید علماء و مشائخ کے تاثرات	17	شجرہ شریف کے فائدے	115
تصوف و طریقت کیا ہے؟	45	وظائف کیلئے اجازت کیوں؟	116
کیا طریقت شریعت سے جدا		تصور شیخ سے کیا مراد ہے؟	116
ہے؟	54	پیر کا سایہ اور ذکر الٰہی	121
اشرف المخلوقات کون ہے؟	60	مراقبہ اور محاسبہ کیا ہے؟	121
قلب کی اقسام اور تصفیہ قلب	65	تزکیہ نفس اور مجاہدہ	124
اولیاء اللہ اور ان کے درجات	72	نماز بے حیائی سے روکتی ہے	127
ولی کیلئے کرامت ضروری ہے؟	76	خود پسندی اور تکبر کا علاج	130
ولی کی پہچان کیسے کی جائے؟	80	بندے کو غوث اعظم کہنا جائز	132
طلب مرشد کیوں ضروری ہے؟	84	گیارہویں شریف کا شرعی حکم	134
بیعت کی تعریف و شرعی حیثیت	90	اولیاء اللہ کیلئے نذر ماننا	139
پیر و مرشد کے لئے چار شرائط	92	روحانیت کا حصول کیسے ممکن	142
بیعت ہونا کیوں ضروری ہے؟	95	"دنیا کے طالب کتے ہیں" تشریح	145
بے پیرے کا پیر شیطان ہے؟	98	دنیا سے بے رغبت کیسے ہوں	149
جامع شرائط پیر کامل کہاں؟	102	وسیلہ کی شرعی حیثیت	153
پیر و مرشد کے آداب؟	105	وصال شدہ بزرگوں کا وسیلہ	153

Marfat.com

مزارات پر جانا اور دعا کرنا	159
وہاں دعا کیسے مانگی جائے؟	164
رجال الغیب سے مدد مانگنا	168
انبیاء و اولیاء سے استعانت	169
روحانی تصرفات بعد از وصال	178
اولیاء کرام کی قدرت و تصرف	183
سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک	188
انبیاء اور اولیاء کے مقامات	192
ترقی و تنزلی سے کیا مراد ہے؟	193
فنافی الشیخ سے فنافی اللہ تک	194
تصوف میں سکر اور صحو کا مفہوم	195
وحدت الوجود اور وحدت الشہود	198
روحانی لطائف کیسے جاری ہوں	200
سلسلہ قادریہ میں ذکر الٰہی	205
راہ سلوک کے فرائض و آداب	207
سلوک کی دشواریاں اور علاج	211
دوام حضور کے پانچ مدارج	216
اولیاء کی خاموشی اور اظہار کمال	216
قصیدہ غوثیہ میں اظہار تصرفات	217
سیدنا غوث اعظم کی فضیلت و مقام	220
سیدنا غوث اعظم کی گیارہ تعلیمات	226

Marfat.com

پیش لفظ

الحمد لك يا الله جل جلاله والصلوة والسلام عليك يا رسول الله

تصوف وطریقت کو شریعت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو روح کو جسم کے ساتھ ہے۔ جس طرح انسان روح اور جسم کا مرکب ہے اسی طرح شریعت و طریقت دونوں کا حامل انسان ہی مومن کامل کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اگر عبادات کی روح جسے حدیث جبریل میں "احسان" کہا گیا، ان سے جدا ہو جائے تو محض ظاہری افعال باقی رہ جائیں گے جن میں نہ ذوق ہوگا نہ نورانیت وروحانیت اور نہ ہی سکون قلب۔

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

سیدنا آدم علیہ السلام کا لقب "صفی اللہ" ہے اور صفی کا معنی ہے صاف و پاکیزہ۔ گویا انسان کی اصل صاف و پاکیزہ ہونا ہے اور انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ اس کا نفس مزکی و مصفیٰ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى "بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا"۔ (سورۃ الاعلیٰ، کنزالایمان) اسی اصل کو پانے کا راستہ تصوف وطریقت ہے۔ بقول اکبر،

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے! طریقت نماز
شریعت میں ہے صورتِ فتح بدر
طریقت میں ہے معنی شق صدر
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب
طریقت میں حسن و جمالِ حبیب

مرشد کامل، رب کریم کی صفات اور نبی کریم علیہ السلام کے اسوہ حسنہ کا مظہر ہوتا ہے۔ وہ سخت دلوں کو قبولِ حق کے لئے نرم کرتا ہے، غافل ذہنوں کو راہِ حق پر گامزن ہونے کے لئے بیدار کرتا ہے، ناقد عقلوں کے شبہات و اعتراضات دور کرتا ہے، قلوب کو محبت الٰہی

Marfat.com

سے معمور کرتا ہے، سینوں کو پیارے آقا علیہ السلام کی محبت و یاد کا مدینہ بناتا ہے، آنکھوں کو حیا کی دولت سے نوازتا ہے، کانوں کو لغویات سے بہرا کرتا ہے، زبان کو بیہودہ گوئی سے گونگا بنادیتا ہے اور قدموں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا ہے۔

دم عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مرشد کامل مرید پر جمود طاری نہیں ہونے دیتا بلکہ وہ خود بھی ہر وقت اہل باطل کے خلاف جہاد میں مشغول رہتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال بھی مشائخ کرام کو خانقاہوں سے نکال کر بدی کے خلاف برسرپیکار ہونے کو وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اس لیے کہتے ہیں،

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

مرشد کامل کی ایک شرط علماء حق نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا سلسلۂ بیعت آقا و مولیٰ ﷺ تک متصل ہو۔ چونکہ یہ کتاب طریقت ہی کے عنوان پر ہے اس لئے حضرت مصنف مدظلہ العالی کے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ کرام علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی مع مدفن شریف و تاریخ ہائے رحلت پیش خدمت ہیں۔

حضور اکرم ﷺ (مدینہ طیبہ) ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ھ

۱۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ (نجف اشرف) ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ

۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (کربلائے معلیٰ) ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ

۳۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۱۸ محرم ۹۴ھ

۴۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ

۵۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ) ۱۵ رجب ۱۴۸ھ

۶۔ حضرت امام کاظم رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۵ رجب ۱۸۴ھ

۷۔ حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ (مشہد مقدس) ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۲ھ

۸۔ حضرت امام معروف کرخی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲ محرم ۲۰۰ھ

۹۔ حضرت امام سری سقطی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۱۳ رمضان ۲۵۳ھ

۱۰۔ حضرت امام جنید بغدادی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲۷ رجب ۲۹۸ھ

۱۱۔ حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ

۱۲۔ حضرت امام عبدالواحد رضی اللہ عنہ (بغداد) ۲۶ جمادی الثانی ۴۲۵ھ

۱۳۔ حضرت امام ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۳ شعبان ۴۴۷ھ

۱۴۔ حضرت امام ابوالحسن ہکاری رضی اللہ عنہ (بغداد) یکم محرم ۴۸۶ھ

۱۵۔ حضرت امام ابوسعید مخزومی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۷ شعبان ۵۱۳ھ

۱۶۔ حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ (بغداد) ۱۱ ربیع الثانی ۵۸۷ھ

۱۷۔ حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۶ شوال ۶۲۳ھ

۱۸۔ حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۷ رجب المرجب ۶۳۲ھ

۱۹۔ حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ

۲۰۔ حضرت سید حسنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۳ شوال ۷۳۹ھ

۲۱۔ حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ

۲۲۔ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ

۲۳۔ حضرت سید احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف) ۱۹ محرم ۸۵۳ھ

۲۴۔ حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ (حیدآباد دکن) ۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ

۲۵۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ محبوب الٰہی) ۱۵ ربیع الثانی ۹۵۳ھ

۲۶۔ حضرت محمد بھکاری رحمۃ اللہ علیہ (کاکوری شریف) ۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ

۲۷۔ حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (لکھنؤ) ۲۲ رجب ۹۸۹ھ

۲۸۔ حضرت جمال الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (فتح پوری) یکم شوال ۱۰۴۷ھ

۲۹۔ حضرت سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۶ شعبان ۱۰۷۱ھ

۳۰۔ حضرت سید احمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ

۳۱۔ حضرت سید فضل رحمۃ اللہ علیہ (کالپی شریف) ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ

۳۲۔ حضرت سید آل برکات رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ

۳۳۔ حضرت سید آل محمد رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ

۳۴۔ حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف) ۱۴ رمضان ۱۱۹۸ھ

۳۵۔ حضرت سید آل احمد رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ

۳۶۔ حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ

۳۷۔ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ) ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ

۳۸۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (بریلی) ۱۳ محرم ۱۴۰۳ھ

حضرت مصنف مدظلہ العالی، قطب الارشاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے شاہزادے مفتیء اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے بیعت ہیں اور آپ سے خلافت واجازت بھی حاصل ہے اس طرح ۳۸ واسطوں سے حضرت مصنف کا سلسلہ آقا و مولیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کو ان کے والد اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے جبکہ حضرت مصنف مدظلہ کو ولیء کامل حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قدس سرہ کے فرزند ارجمند فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی جیلانی مدظلہ العالی کو تفسیر وحدیث اور سلوک کی سند عطا فرمائی اور "صاحب الفضیلۃ والارشاد" کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت نے جن سلاسل کی اجازت عطا کی ان میں قادریہ رضویہ منوریہ شاذلیہ اور سنوسیہ شامل ہیں۔

مصنف کتاب، عارف ربانی، تاجدار طریقت حضرت شاہ صاحب مدفیضہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ پیران پیر دستگیر حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی

Marfat.com

والحسینی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔آپ جماعت اہلسنت (پاکستان) کراچی کے مرکزی امیر بھی ہیں اور دارالعلوم امجدیہ کے ناظم تعلیمات بھی۔ ان گرانقدار دینی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی سے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ سیدی ومرشدی شاہ صاحب قبلہ، احقر پر بیحد شفقت فرماتے ہیں۔ جب بھی اسلام آباد تشریف لاتے ہیں غریب خانہ کو رونق بخشتے ہیں اور اکثر تصنیف وتالیف کا کام یہیں فرماتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جس پہ احقر خوش بھی ہے اور نازاں بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں ''آصف'' کی آبرو کیا ہے

خاکپائے عرفائے کاملین
محمد آصف قادری غفرلہ ولوالدیہ

Marfat.com

مقدمہ

فاضل جلیل، ادیب شہیر علامہ مولانا محمد افضل کوٹلوی

فاضل علوم شرقیہ، ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، ایم اے سیاسیات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یوں تو ہر دور میں تصوف کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے اپنوں نے بھی اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے ہیں اور غیروں نے بھی الزام تراشیاں کی ہیں۔ موجودہ دور میں خاص طور پر تصوف کے خلاف غوغہ آرائی کی جارہی ہے کوئی تصوف کو افیون کہہ رہا ہے اور کسی نے اسے عجمی تصورات کا مجموعہ قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں نے تصوف کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں، انہوں نے تصوف کو ہارٹون Harton، بلوشٹ Blochet، ماسی نون Massignon، گولڈ زیہر Goldziher براؤن Brown اور اولیری Oleary جیسے مستشرقین کی نظروں سے دیکھا ہے۔ ان تمام مستشرقین نے اسلامی تصوف کو ہندومت کے نظریہ ترک علائق، بدھ مت کے نظریہ ترک دنیا اور عیسائیت کے نظریہ رہبانیت کے مشابہ قرار دیا ہے۔

تصوف کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں ان نام نہاد صوفیاء کا زیادہ عمل دخل رہا ہے جو تصوف کی ابجد تک سے بھی واقف نہیں، وہ تزکیہ نفس اور اجرائے قلب کی آڑ میں تلذذ نفس کا سامان کرتے ہیں، ذکر و فکر کی محفلوں کے نام پر اپنی "ولایت" کی دکان چمکاتے ہیں، انہیں احکام شریعت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ یہ سیدھے سادے مسلمانوں کو راہ شریعت سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علمائے حق کو علمائے ظاہر اور علمائے سوء کہہ کر اپنے مریدوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسائے رکھتے ہیں وہ شریعت کو طریقت کا مخالف قرار دیتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد لوگوں کی

Marfat.com

نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں،

این راہ کس یابد کہ کتاب اللہ بردست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ ﷺ بردست چپ۔ یعنی "یہ راہ صرف وہی شخص پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ ﷺ کا دامن ہوتا ہے"۔ انہوں نے شیخ ابوبکر طلمستانی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد سے بھی لوگوں کو بے خبر رکھا ہے،

الطریق واضح والکتاب والسنة والفقه قائم بین اظهرنا

"راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب وسنت وفقہ ہمارے سامنے موجود ہے"۔

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے صوفیاء کا جو معیار بتایا ہے ان نام نہاد صوفیاء نے اس معیار سے بھی لوگوں کو بے خبر رکھا ہے وہ معیار یہ ہے "وما کان المتقدمون فی التصوف الا رؤوساً فی القرآن والفقه والحدیث والتفسیر"۔

"پہلے صوفیاء علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے"۔

تصوف کے مخالفین نے جو اعتراضات کیے ہیں ان کی وجہ سے اور نام نہاد صوفیاء کے طرز عمل سے آج تصوف کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ذہنوں میں مختلف قسم کے سوالات ابھر رہے ہیں مثلاً یہ کہ تصوف کیا ہے، روح تصوف کیا ہے، اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی کیا پہچان ہے، طلب مرشد اور بیعت کیوں ضروری ہے، سالک و مجذوب میں کیا فرق ہے، کیا تصوف ترک دنیا کا نام ہے، وسیلہ سے کیا مراد ہے، زیارت قبور کا طریقہ کیا ہے، استمداد اور استعانت کی کیا نوعیت ہے، وصال کے بعد اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے روحانی تصرفات کی کیا حقیقت ہے اور تصوف کے اسرار و رموز کیا ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو عام لوگوں کے ذہنوں میں ابھرتے ہیں، متلاشیان حق ان سوالوں کے جوابات حاصل کرنے کے لئے خانقاہوں میں جاتے ہیں، سجادہ نشینوں کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں لیکن الا ماشاء اللہ کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملتا، نام نہاد صوفیاء تو جواب دینے کی بجائے ذہنوں میں اور زیادہ الجھاؤ پیدا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

ضرورت تھی اس امر کی کہ ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات دور کرنے کے لئے علمی سطح پر جواب دیا جائے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے آسان فہم انداز میں ان کی تسلی کی جائے۔ الحمدللہ اس اہم ضرورت کو پیر طریقت رہبر شریعت مولانا علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ نے کما حقہ پورا کر دیا ہے۔ آپ کی تصنیف لطیف ''تصوف و طریقت'' میں ان تمام سوالوں کے جوابات موجود ہیں ہر سوال کا جواب قرآن و حدیث، اقوال بزرگان دین اور سیرت اولیائے کاملین کے حوالوں سے دیا گیا ہے، کتاب پڑھتے ہوئے ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر کر قلب و روح کی تسکین کا سامان بنتے چلے جاتے ہیں۔

پیر طریقت رہبر شریعت مولانا علامہ شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ ایک جید عالم دین، پر جوش مبلغ اور شعلہ نوا خطیب ہونے کے حوالوں سے جانے پہچانے جاتے تھے لیکن اب انہیں غواصِ بحر طریقت کے حوالے سے بھی جانا جائے گا۔ ''تصوف و طریقت'' میں قبلہ شاہ صاحب نے بڑی محنت، تحقیق اور تفحص کے ساتھ تصوف کے اسرار و رموز بیان کیے ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب کا نسبی تعلق مشائخ کرام کے طبقہ سے ہے اور علمائے حق سے ان کی قلبی و روحانی وابستگی رہی ہے، آپ نے علامہ ءزماں حضرت مولانا انوار اللہ شاہ حیدر آبادی علیہ الرحمۃ سے بالواسطہ فیض حاصل کیا ہے، مفتیِ اعظم ہند شہزادہ ءاعلیٰ حضرت مولانا علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے روحانی فیض پایا ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ سے علمی خوشہ چینی کی ہے، وقار ملت مولانا علامہ مفتی محمد وقار الدین علیہ الرحمۃ سے خوب فیض حاصل کیا ہے، صوفی کامل مولانا علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کے زیر تربیت پروان چڑھے ہیں، رئیس العلماء مولانا علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کے دامن شفقت سے وابستہ رہے ہیں، شہید اہل سنت مولانا علامہ ابوالشاہ محمد عبدالقادر علیہ الرحمۃ سے دعائیں لی ہیں اور معین الملت علامہ محمد معین

Marfat.com

الدین قادری رضوی سے نیازمندانہ تعلق رکھا ہے۔

انہیں بزرگان دین کا فیض فراواں ہے کہ قبلہ شاہ صاحب کی شخصیت گونا گوں صفات کی حامل ہے، وہ عالم بھی ہیں اور صوفی بھی، خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی، زاہد بھی ہیں اور مجاہد بھی، مبلغ بھی ہیں اور مدرس بھی۔ان کے اخلاصِ عمل، تصلب عقیدہ، جوش خطابت، ذوق تبلیغ، زورِ قلم اور جذبہء حق گوئی کا ایک زمانہ معترف ہے۔قبلہ شاہ صاحب فقرِ غیور اور عشق خود آگاہ کی زندہ مثال ہیں۔کتاب تصوف وطریقت ان کی انہی صفات کی آئینہ دار ہے۔

محمد افضل کوٹلوی

ناظم جامعہ قادریہ رضویہ

مصطفیٰ آباد، فیصل آباد

Marfat.com

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد نورالحسن نوری

صدر المدرسین مدرسہ فیض رضا، کولمبو، سری لنکا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے صوفیاء کرام نے جس خلوص ومحبت سے کام کیا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام مختصر مدت میں عالم پر چادرِ نور بن کر چھا گیا اور ہر ذی ہوش نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ اسلام کے مخالفین ومعاندین نے اسلامی سیلاب کو روکنے کے لئے سازش کی اور تصوف کے مقابلہ میں توھب کی بنیاد ڈالی، یہی وجہ ہے کہ حاملین توھب نے معمولاتِ تصوف پر شرک و بدعت کے فتوے صادر کئے، مختلف پارٹیاں بنائیں اور مختلف سمتوں سے درگاہوں اور خانقاہوں پر حملے شروع کر دیئے۔

۱۸۵۷ء کے بعد کا دور بڑا صبر آزما گزرا ہے اکابرین علماء اہل سنت دریائے شور بھیج دیئے گئے، کتنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے گئے اور اکثر کو جیلوں میں محبوس کر دیا گیا۔ ایسے صبر شکن دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اورنگِ قیادت پر قدم رکھا، حالات کا جائزہ لیا، وقت کے تقاضوں کو پہچانا، علماء ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کیا اور بڑے عزم واحتیاط کے ساتھ اپنے علم وعمل کو تحریک کی شکل دیکر حقانیت کا پرچم بلند کیا۔

آپ نے سنانِ زبان وقلم سے نہ صرف برطانوی سامراج کی سرپرستی میں پروان چڑھنے والی باطل جماعتوں کے مکروہ اور خوفناک اصلی چہرے کو بے نقاب کیا بلکہ ان مکاروں اور عیاروں کی ناپاک تمناؤں کے محلات کو بھی مسمار کر دیا جو پیری اور شیخی کے

Marfat.com

لبادے اوڑھ کر قلوب مومنین سے عظمت انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ اور محبت صوفیا نکال دینا چاہتے تھے۔ آپ کی زبانِ پاک اور قلم بیباک نے مذہب اسلام پر ہونے والے ہر ہر حملے (خواہ وہ ضلالت کا ہو یا بدعت کا، کفر کا ہو یا ارتداد کا) کا دندان شکن جواب دیا اور اسلامی عقائد کے گرداگرد عقلی اور نقلی دلائل و براہین کی ایسی مضبوط اور مستحکم فصیل کھینچ دی کہ تاقیامِ قیامت دشمنوں کی تیراندازی اثرانداز نہ ہوسکے گی اور مومنوں کو ہمیشہ روحانی و ایمانی سکون و فیض بخشتی رہے گی۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کا نام باطل کے مقابلے میں حق کی پہچان بن گیا، مسلک اعلیٰ حضرت، مذہب حق اہل سنت وجماعت کا ایسا نام بن گیا جس سے دور حاضر میں سنی وغیر سنی اور خوش عقیدگی و بدعقیدگی کا فرق واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے، تحفظ ناموسِ رسالت کا یہی ذمہ دار ہے۔ الٰہی! ملک امام احمد رضا زندہ باد۔

قابل صد مبارکباد ہیں وہ مجاہدین اہلسنت جو آج کے پرفتن دور میں نہ صرف مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم ہیں بلکہ اس کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اہلسنت پر ہونے والے ہر ہر حملے (خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی) کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے ہروقت تیار رہتے ہیں۔ سرزمین پاکستان پر مسلک اعلیٰ حضرت یعنی مذہب اہل سنت کی حمایت و اعانت میں مصروف علماء حق میں پیر طریقت، فخر ملت، مجاہد اہل سنت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب قبلہ مدظلہ العالی بہت ممتاز ہیں۔

آپ میدانِ خطابت کے عظیم شہسوار کی حیثیت سے نہ صرف پورے پاکستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک سری لنکا، متحدہ عرب امارات، امریکہ، یورپ اور افریقہ وغیرہ میں بھی معروف و مشہور ہیں۔ علماء اہل سنت کی تقریباً پچاس چھوٹی بڑی کتب میری نظر سے گزر چکی ہیں جن کی اشاعت کا اہتمام آپ نے فرما کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کی امامت و خطابت، دارالعلوم امجدیہ کراچی کا انتظام و انصرام، متعدد مساجد اور تنظیموں کی سرپرستی، ملکی و غیر ملکی تبلیغی و تنظیمی دورے اور دیگر عوامی مسائل کے ہجوم

کے باوجود چھ سو بصیرت افروز اور ایمان پرور احادیث کریمہ کے شاندار مجموعہ ''ضیاء الحدیث'' کی تالیف آپ کی مسلک حق سے والہانہ عشق ومحبت کا ثبوت ہے۔

زیر نظر کتاب ''تصوف وطریقت'' آپ کی دوسری معرکۃ الاراء اور مستند تصنیف ہے جس کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع ،ٹھوس دلائل وبراہین سے مزین ومرصع ہے۔مندرجہ ذیل خصوصیات نے اس کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

ا۔یہ کتاب مسلک اعلیٰ حضرت کی شاندار ترجمان ہے،مصنف نے اپنے موقف کی تائید میں قرآنی آیاتِ مقدسہ اور احادیث کریمہ کے علاوہ ناقابل تردید عقلی ونقلی شواہد پیش کیے ہیں۔

۲۔اولیاء امت اور علماء ملت خصوصاً سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اور تحاریر جو موضوع کتاب سے تعلق رکھتی ہیں، کی شاندار اور عمدہ تلخیص وتسہیل ہے۔

۳۔تصوف وطریقت کے اہم موضوع کو نہایت آسان، سلیس،شیریں اور دلچسپ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔کہیں بھی لہجہ میں درشتی اور تلخی نہیں آنے پائی ہے جو مصنف کے اعلیٰ ظرف کا بین ثبوت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج مذہب اسلام کو غیروں سے زیادہ جاہل اور بے عمل پیروں سے نقصان پہنچ رہا ہے جو تصوف وطریقت کے غلط معانی بتا کر عوام کو شریعت مطہرہ سے دور کر رہے ہیں حالانکہ شریعت پر عمل راہ طریقت کے سالک کے لئے ناگزیر ہے۔ضرورت تھی ایسی کتاب کی جو طریقت کے حقیقی معانی سے مسلمانوں کو روشناس کرائے۔قابل صد تحسین وآفرین ہیں علام موصوف کہ آپ نے ضرورت وقت کے مطابق دیگر گوناگوں مصروفیات کے باوجود یہ عظیم کتاب تصنیف کر کے قوم پر بڑا احسان فرمایا۔اللہ تعالیٰ اس کتاب سے لوگوں کو نفع پہنچائے اور مصنف کو دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے آمین۔

Marfat.com

تصوف وطریقت، جید علماء ومشائخ کی نظر میں

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

استاذ الحدیث والفقہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سرکار دو عالم ﷺ کے منصب نبوت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم فریضہ تزکیہ ء ب ہے، قرآن مجید اسے ''ویزکیھم'' کے الفاظ سے ذکر کرتا ہے گویا احکامِ شریعت کی بلیغ کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے انسان کے دل کو بھی آلائشوں سے پاک کرنے کا فریضہ انجام دیا اور یوں ظاہری و باطنی طہارت کے حصول کے بعد انسان اس قابل ہوا کہ بارگاہ خداوندی میں قرب کی سعادت سے مالا مال ہو۔

اسی قلبی طہارت کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے، اولیاء کرام رحمہم اللہ اور بزرگان دین نے اس ضمن میں بہت کام کیا اور عملی طور پر انسانی زندگی میں انقلاب بپا کیا حتیٰ کہ ڈاکو اور لٹیرے بھی صوفیہ کرام کی ان کاوشوں کی بدولت راہبر و راہنما بن گئے۔ اس وقت صورتحال بہت نازک ہے اور افراط و تفریط کا دور دورہ ہے ایک طرف تصوف جیسی اہم ضرورت اور حقیقت ثابتہ کا انکار کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف بعض عیاش اور مادہ پرست لوگوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور وہ ہدایت کی بجائے گمراہی کی شاہراہ پر چل رہے ہیں۔ ان حالات میں افراط و تفریط سے پاک اعتدال پر مبنی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جو نام نہاد صوفیوں کو بھی بے نقاب کرے اور منکرین تصوف کی بد دیانتی کے تارو پود بھی بکھیر دے۔

یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ مجاہد اہل سنت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے نہایت قیمتی اور جامع کتاب ''تصوف وطریقت تحریر فرما کر مسلمانوں کو ایک انمول تحفہ دیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے جہاں تصوف کے حقیقی اور صحیح مفہوم کو واضح کیا وہاں ان مسائل کی نشاندہی بھی فرمائی جو اہل سنت و جماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ نے ثابت کیا

Marfat.com

کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) انہی عقائد و معمولات کے حامل ہیں جو صدیوں سے چلے آرہے ہیں اور اب کسی سازش کے تحت ان کو بدعت قرار دے کر امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ادارہ افکار اسلامی، اسلام آباد کے منتظمین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ وقتی ضرورت کے تحت اسلامی لٹریچر مسلمانوں کے گھروں تک پہنچارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب قبلہ کو عمر دراز اور رحمت کاملہ عطا فرمائے اور ادارہ افکار اسلامی کو مزید فروغ و ترقی عطا فرمائے۔ آمین

زینت المشائخ دیوان سید آل سیدی پیرزادہ معینی

سجادہ نشین اجمیر و مرکزی صدر مشائخ اہلسنت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمت عالم رسول اکرم ﷺ کی ایک صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ”آپ ﷺ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں“ یعنی جو دل شیطانی وسوسوں اور نفسانی سیہ کاریوں سے آلودہ ہو چکے ہوں وہ بھی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر کرم کے فیضان سے مستفیض ہوتے ہیں تو ان کے ظاہر و باطن پاک وصاف ہو جاتے ہیں۔

آقا و مولیٰ ﷺ کے فیضان رحمت کا سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اور پھر ان کے فیض یافتگان اولیائے کاملین کے ذریعے جاری رہا جن میں غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی، عارف ربانی داتا گنج بخش علی ہجویری، قطب المشائخ خواجہ غریب نواز اجمیری، سید الاولیاء بابا فرید گنج شکر اور خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہم الرحمۃ کو معرفت وحقیقت کا جو اعلیٰ مقام نصیب ہوا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ان نفوس قدسیہ کے روحانی تصرفات اور باطنی فیوضات کے باعث ہر دور میں حق کی شمع فروزاں رہی اور ایسے اہل نظر پیدا ہوتے رہے جو نامساعد حالات کے باوجود باطل کے خلاف برسرپیکار رہے اور شریعت وطریقت کی روشنی میں لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان پاک ہستیوں میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجاہد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، شیخ التفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیخ المشائخ دیوان سید آل اجمیری، محدث اعظم مولانا سردار احمد قادری رضوی اور غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہم نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فیض یافتگان، صاحب نظر علماء حق میں سے ایک صاحب علم وفضل ہستی پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت

Marfat.com

برکاتہم العالیہ کی ہے جو تحریر و تقریر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔آپ جید عالم بھی ہیں اور پیر کامل بھی۔آپ کو مفتیء اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ اور مصلح اہلسنت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی قدس سرہ سے نیز قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قدس سرہ کے جانشین حضرت مولانا فضل الرحمان قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تمام سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔

مذہب حق اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت کے لئے آپ شب وروز جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔آپ کا سینہ عشق رسول ﷺ سے معمور اور دل اولیائے کاملین کے فیضان سے پرنور ہے۔آپ کی تصانیف جمال مصطفیٰ ﷺ، عظمت مصطفیٰ ﷺ، اسلامی عقائد، خواتین اور دینی مسائل، ضیاء الحدیث، فلاح دارین کے علاوہ خاص طور پر تصوف وطریقت اس فیضان اولیاء کا منہ بولتا ثبوت ہے۔تصوف کے دقیق موضوع پر پچاس اہم سوالوں کے مدلل اور تحقیقی جوابات تحریر فرما کر آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ احسن طور پر سرانجام دیا ہے۔

کتاب کے مدلل ہونے کا اندزہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب نے تصوف وطریقت کی تعریف اور اس کے شریعت سے تعلق کے بارے میں ۵ آیات اور ۱۸ احادیث کریمہ کے علاوہ اکابر مفسرین، محدثین اور صوفیہ کرام کے ۳۵ سے زائد اقوال تحریر فرمائے ہیں۔یونہی باب نہم میں محبوبان خدا کو پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کے بارے میں ۹ آیات، ۱۶ احادیث مبارکہ اور ۱۵ مفسرین ومحدثین کے علاوہ منکرین کے دو پیشواؤں کے اقوال بھی تحریر فرما کر ثابت کیا ہے کہ محبوبان خدا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے اسی طرح باب چہارم میں مرشد کی بیعت اور اسکی اہمیت کے بارے میں متعدد آیات واحادیث کے علاوہ بزرگان دین کے کئی اقوال بھی پیش فرمائے ہیں۔آپ کے طرز تحریر کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ آپ جابجا عقلی دلائل کے

Marfat.com

ذریعے بھی قارئین کو دعوت حق قبول کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ ۶۸ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں۔

''مرشد کامل کی بیعت پر ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ از خود نماز پڑھتا رہے یا کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ اقرار کرے کہ میں پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کروں گا۔ نفسیاتی طور پر اس کا اثر انسان کے ذہن پر زیادہ ہوتا ہے، اس طرح احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے مزید یہ کہ انسان کو یہ بھی احساس رہتا ہے کہ مجھ سے میرے پیر و مرشد نماز کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں یا یہ کہ میرے پیر بھائی تو نمازی ہیں اگر میں نماز نہ پڑھوں گا تو شرمندگی ہوگی''۔

آپ دنیا کی مذمت کے حوالے سے صفحہ ۱۴۳ پر رقمطراز ہیں، ''دنیا رحمت ہے جب تک اس کی محبت دل سے باہر ہو جیسے سمندر میں کشتی چلے اور پانی کشتی سے باہر رہے تو رحمت ہے ورنہ تباہی و بربادی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو دنیا سے بے رغبت ہو جائے دنیا اس کی طرف دوڑتی ہے۔ آپ دنیا کو سائے کی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر آپ سائے کی مخالف سمت چلیں گے تو وہ آپ کے پیچھے آئے گا اور اگر آپ سائے کی طرف دوڑنے لگ جائیں تو ہرگز سائے کو قابو نہ کر پائیں گے اور وہ بہر صورت آپ سے آگے ہی رہے گا''۔

اگرچہ پوری کتاب تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے علم کا خزانہ ہے لیکن کتاب کا گیارہواں باب طریقت و معرفت کے راہ نوردوں کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے جس میں مصنف نے تصوف کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں۔ اس باب کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف و طریقت کی فضا میں حضرت شاہ صاحب کی پرواز بہت بلند ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب مدظلہ کی اس پرواز کو مزید رفعت و بلندی نصیب فرمائے، آپ کی عمر میں، صحت میں اور درجات میں برکتیں عطا فرمائے۔ عزیزی محمد آصف قادری سلمہ قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کی تصانیف کی طباعت و اشاعت میں نہایت اہتمام فرمایا ہے، باری تعالیٰ انہیں مزید خدمت دین کی توفیق بخشے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

استاذ العلماء علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی

استاذ التفسیر والحدیث والفقہ، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۱۶﴾ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی (الاعلیٰ:14-17)

"تحقیق اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاکیزہ کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت اس سے کہیں بہتر ہے"۔

انسان اگر اپنی کامیابی چاہتا ہے تو اپنے نفس کو پاک کرے، نفس کو پاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے شرک سے پاک کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادت دے اور رب تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہرائے اسی طرح کفر و معصیت سے اپنے آپ کو پاک رکھے۔ تزکّٰی کا ایک معنی بڑھنا بھی ہے اب معنی یہ ہوگا کہ فلاح اسی شخص نے پائی جس نے تقویٰ اور خشیت باری تعالیٰ میں کثرت کی۔

وذکر اسم ربہ اور اپنے رب کو دل اور زبان سے یاد کیا۔ صرف زبان سے ذکر کامیابی کا ذریعہ نہیں اور نہ ہی یہ مطلوب ہے، قلب غافل سے ذکر کرنے پر فلاح نہ ملے گی۔ فصلی اس نے پانچ نمازیں ادا کیں اور فرائض و نوافل کے ذریعے اپنے آپ کو پاکیزہ کیا اور یہ سمجھ لیا کہ نماز دین کا ستون ہے، نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو دنیا کی زندگی کو ترجیح نہ دو، دنیا کی زندگی اور اس کی نعمتوں کو فانی سمجھو، اور اخروی زندگی اور اخروی نعمتوں کو باقی رہنے والا سمجھو۔ بس یہی روح تصوف ہے کہ انسان راہ حق کو سمجھے اور حق و باطل میں فرق کرے پھر حق راہ پر چلے اور باطل سے

Marfat.com

اجتناب کرے۔

کامیابی کاراز تقویٰ میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، فضل العالم کفضلی علی ادناکم ثم تلاھذہ الایۃ انمایخش اللہ من عبادہ العلماء۔ عالم کو ایسے فضیلت حاصل ہے جیسے مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر فضیلت حاصل ہے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، انما یخش اللہ من عبادہ العلماء۔ بے شک اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

حقیقی عالم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے جلال و کبریائی کی معرفت حاصل ہو۔ عابد کی عبادت چونکہ اس کے علم پر غالب ہوتی ہے اس لئے اسے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا جو باعمل عالم کو حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ عالم کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے جو اسے اللہ کے نزدیک مکرم بنادیتا ہے۔

وحاصله ان یورث الخشیة وھی تتبع التقوی وھوموجب الاکرمیة والافضلیةوفیه اشارۃ الی ان من لم یکن علمه کذالك فھو کالجاھل بل ھو الجاھل۔ (مرقاۃ، جلد ا، ص ۲۸۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم سے خوف حاصل ہوتا ہے اور باری تعالیٰ کا خوف تقویٰ کا سبب ہے اور تقویٰ سے اکرمیت اور افضلیت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علم سے جسے تقوی حاصل نہ ہو وہ جاہل کی طرح ہے بلکہ وہ جاہل ہی ہے۔ سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے۔

وہ انسان کبھی فلاح نہیں پاسکتا جسے یہ علم نہ ہو کہ شریعت، طریقت اور حقیت کے مجموعہ کا نام دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور صراط مستقیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

ان الناس لکم تبع وانّ رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذااتوکم فاستوصوابھم خیرا (مشکوٰۃ کتاب العلم) بے شک لوگ تمہاری تابعداری کریں گے اور بے شک لوگ تمہارے پاس مختلف علاقوں سے آئیں گے، جب وہ تمہارے

Marfat.com

پاس آئیں تو تم انہیں بھلائی کی نصیحت کرنا۔

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا کہ بیشک لوگ تمہارے افعال واقوال کی پیروی کریں گے کیونکہ تم نے مجھ سے مکارم اخلاق کو حاصل کیا ہے۔

فان الشرعیۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی

(مرقاۃ، ج ۱، ص ۲۸۲)

"بے شک شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں"۔

اب مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ شریعت وطریقت میں فرق کرنا جہالت ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت میں سے کسی ایک سے برگشتہ ہونا دین سے بغاوت اور حضور علیہ السلام کے اقوال، افعال یا احوال کو چھوڑنے کے مترادف ہے۔

تقویٰ میں بلند مقام حاصل کرنے کے لئے اخلاص کا اعلیٰ معیار پانا بہت ضروری ہے۔ محدث علی قاری فرماتے ہیں، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صرف رب تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہوں، دنیاوی اغراض پانے کے لئے نہ ہوں اور نہ ہی اخروی نعمتوں کے حصول کے لئے ہوں کہ مجھے جنت کی نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی۔ یہ اعلیٰ قسم کا اخلاص اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے دوسری قسم اخلاص کی یہ ہے جو عوام کو حاصل ہے کہ انسان کے عمل میں دنیاوی اغراض مدنظر نہ ہوں، ریا کاری اور اپنا چرچا کرنا مقصود نہ ہو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ کے غیروں کے لئے عمل کرنا شرک ہے اور غیر خدا کے لئے عمل کو چھوڑنا ریا ہے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں طریقوں سے نجات دے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۹)

کامیابی مسلمانوں کی دعا سے برکت حاصل کرنے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ولزوم جماعتھم فان دعوتھم تحیط من ورائھم (وہ اعمال جن میں

Marfat.com

خیانت نہیں کی جاسکے گی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہے کہ ان کی دعاان کے پیچھے احاطہ کرے گی۔اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی دعاشیطان کے مکراور گمراہ ہونے سے اِن کی حفاظت کرے گی۔

وفیہ تنبیہ علی ان من خرج من جماعتہم لم ینل برکتھم وبرکۃدعائھم (ایضاً) اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جوشخص مسلمانوں کی جماعت سے نکل گیا وہ ان کی برکت کونہیں پائے گا اور نہ ہی ان کی دعا کی برکت کو پائے گا۔

ظاہرو باطن دونوں کی اصلاح ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہیں۔جب تک ظاہر کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک باطنی علم کا حصول ممکن نہیں، جس طرح باطنی اصلاح کے بغیر ظاہری علوم کا حصول ناممکن ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

من تفقہ ولم یتصوف فقدفسق ومن تصوف ولم یتفقہ فقدتزندق ومن جمع بینھمافقد تحقق۔جس نے علوم کو حاصل کیا لیکن اعمال صالحہ سے اپنے سینے کوصاف نہ کیا، مقام تصوف حاصل نہ کیا وہ درجہ فسق میں ہے، جس نے تصوف حاصل کیا یعنی عابد ہوا لیکن عالم نہ ہوا وہ زندیقیت کے خطرہ میں ہے، جس نے علوم دینیہ اور تصوف حاصل کیا وہی حق راہ کو پانے والا ہوا۔(ایضاً) نفس ظلمانی اور روح نورانی کی کشمکش رہتی ہے وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' انسان کو ایک نورانی روح حاصل ہے جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور ایک نفس ظلمانی بھی حاصل ہے جس کا تعلق تاریک اوصاف یعنی برائیوں سے ہے۔دونوں ایک دوسرے کے خلاف کوشاں رہتے ہیں، ہر ایک چاہتا ہے کہ میں اسے اپنے عالم میں لے جاؤں یعنی روح عالم ملکوت میں اور نفس عالم ناسوت میں لے جانا چاہتا ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام کے مبعوث کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ نفوس کو تاریک اوصاف سے پاک کر کے ارواح کی نورانیت سے منور کر دیں۔(مرقاۃ، ج۱، ص ۲۱۵) یعنی نفس کو ظلمات سے پاک کر کے انوار ارواح

کے تجلیات سے منور کرنے میں ہی انسان کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، جب انسان نفس کی ظلمات سے پاک ہو جاتا ہے تو اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد اسے حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کے مصائب دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام وعرفه۔ (مرقاۃ، ج۱، ص۱۱۶)

"جب بھی کوئی شخص مومن کی قبر سے گذرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا تو جب یہ اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے"۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باهل القبور

"جب تم اپنے معاملات میں حیران و پریشان ہو تو قبر والوں سے امداد طلب کرو"۔

انسان نیک لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے سے اور ان کی رہنمائی اور توجہ و برکت سے آسانی سے سلوک کی منازل طے کر کے وہ اعلیٰ مدارج پالیتا ہے جو خود نہیں حاصل کر سکتا۔ ان مسائل کو سمجھانے کے لئے بزرگان دین، علمائے ربانیین اور مشائخ کرام نے تقاریر و تصانیف سے کام لیا اور آج تک مشائخ عظام اس پر عمل پیرا ہیں۔

زیر نظر کتاب "تصوف و طریقت" کے مصنف پیر طریقت، رہبر شریعت، عالم شریعت، واقف رموز طریقت، عارف حقیقت، واقف اسرار حقیقت، مبلغ اسلام، مفکر اسلام، داعی حق، عالم حق، عالم علی الحق، واصل الی الحق، مرد مومن مرد حق پیر السید شاہ تراب الحق مدظلہ العالی ہیں۔ تصوف میں اسی تصنیف کو معیاری کہا جا سکتا ہے جسکا مصنف اسرار معرفت و حقیقت سے آگہی رکھنے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل بھی ہو۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی علم و عمل میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں، آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے یہ کتاب تصنیف کر کے احسان عظیم فرمایا ہے اور موجودہ دور کی ایک اہم دینی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

آپ نے نہایت آسان انداز میں تصوف کے مسائل مستند کتب کے حوالوں سے تحریر فرمائے ہیں جن سے ہر خاص وعام فائدہ حاصل کر کے اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ تزکیۂ نفس کے لئے اس کتاب سے راہنمائی حاصل کی جائے۔اللہ تعالیٰ مصنف مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے اور اسکے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

Marfat.com

شہبازِ طریقت پیر سید کبیر علی شاہ گیلانی سجادہ نشین

دربار مجددیہ حیدریہ، چورہ شریف ضلع اٹک

کتاب ''تصوف وطریقت'' میں تصوف کے اہم موضوع کے حوالے سے بیش قدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں فکر انسانی کو جس اضطراب، بے کیفی، بے چینی، بے سکونی اور انتشار کا سامنا ہے اس میں اگر کوئی شے امت مسلمہ کے لئے تریاق کا درجہ یا حکم رکھتی ہے تو وہ ان صوفیائے کرام کے خیالات وافکار کا مطالعہ اور ان سے استفادہ ہے جن کی سعی ءِ جمیلہ اور کاوشوں کا نتیجہ برصغیر میں ایک مستحکم مسلم امت کی صورت میں سامنے آیا۔

تصوف کا ماخذ صوف بمعنی بوریا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کی بنیاد سادگی، بے غرضی، انکسار اور بے نفسی کی خصوصیات سے عبارت ہے۔ جہاں ایک طرف یہ لوگوں کو اسلام کے خارجی پہلو سے جو عبادات پر محیط ہے روشناس کراتا ہے وہیں اس کے داخلی پہلو یعنی طریقت سے بھی آگاہ کراتا ہے۔ تصوف، شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت کو برتاؤ میں لانے کا نام ہے، اور یہ تزکیہ نفس کے حوالے سے انسان کی روحانی سعادت اور نجات کو اسکے پیش نظر رکھتا ہے۔ شریعت اور طریقت کے بعد کا مرحلہ حقیقت کا ہے۔ شریعت اور طریقت کے بعد کی روشنی میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ محسوس ہوتا یا ادراک میں آتا ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ مقام تصوف ہی کو حاصل ہے کہ یہ شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مصنف پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب تصوف کے حوالے سے ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کی ہرگز محتاج نہیں۔ زیر مطالعہ مذکورہ کتاب میں انہوں نے جس احسن طریقہ سے تصوف کی اہمیت اور افادیت واضح کرنے کی انتہائی صائب کوشش کی ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ نفسا نفسی کے اس دور میں جب بالعموم اس قسم کی تحریروں کی بے پناہ کمی محسوس ہوتی ہے، اس خاص حوالے سے مصنف کی یہ کاوش قابل

مبارکباد ہے۔ مصنف خود بھی خانوادہ، سادات سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی سطح پر بھی مختلف اوقات میں ان کی دینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔

ان کی اس نادر تصنیف کے حوالے سے میں ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ تصنیف تصوف سے محبت رکھنے والے لوگوں کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہوگا۔ کتاب کی ایک اور خصوصیت بڑی اہم ہے اور وہ اس کا ابلاغ ہے۔ اس ابلاغ میں اس کی زبان اور طرز بیان اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزمرہ کی سلیس زبان ایک طرف تو طرز بیان کو بوجھل ہونے سے بچاتی ہے تو دوسری طرف اس کے مفاہیم کو خود بخود ذہن نشین کراتی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے قاری کا دل چاہتا ہے کہ ایک بار کتاب شروع کی جائے تو پھر آخر تک پڑھنے کے بعد ہی چھوڑی جائے۔

مقصدیت کو ایک اور اہم خصوصیت قرار دیا جاسکتا ہے۔ واضح طور پر ہر تصنیف اپنے قاری کے لئے ایک لائحہ عمل تجویز کرتی ہے، اس لائحہ عمل کی خوبیاں اس کے سامنے واضح کرتی اور اس کے ثمرات کو دیکھتے ہوئے اس کو اپنانے کی طرف مائل کرتی ہے۔ عصر حاضر میں بہ نظر غائر دیکھا جائے تو عمومی طور پر تصانیف اس وصف سے خالی نظر آتی ہیں اور مصنف یوں محسوس ہوتا ہے کہ محض اپنی ذات کے گرد فکری پرکار سے بے فائدہ دائرے کھینچتا رہتا ہے اور اس کار بیکار میں مصروف مصنف یہ بالکل نہیں سوچتا کہ آخر اس کی تصنیف سے دوسرے لوگوں کو فائدہ میسر بھی آئے گا یا نہیں۔ اس اعتبار سے علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب قابل صد تبریک ہیں کہ جہاں انہوں نے اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات سے قاری کو محظوظ کیا ہے وہیں خود قاری کو بھی ایسی راہ دکھائی جو خود اس کی فکری ارتقاء کی بنیاد بن سکتی ہے۔ استدلالیت اور منطقیت کے حوالے سے بھی بعض باتیں گوش گزار ہیں۔ تصوف کے حوالے سے جو کتابیں بالعموم سامنے آتی ہیں وہ ذہنی گرہیں سلجھانے کی بجائے عصر حاضر کے دماغ کو مزید الجھادیتی ہیں۔ سٹلائیٹ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے اس دور میں پرورش پانے والوں کو محض ایسی فکری کاوش ہی متاثر کرسکتی ہے جس کی بنیادیں منطقیت پر استوار ہوں اور

Marfat.com

جن میں بیان کردہ باتوں کو استدلالیت کی کسوٹی پر پرکھا جا چکا ہو۔ صاحب تصنیف قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس اہم پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اس انداز میں کتاب ترتیب دی ہے کہ جہاں یہ کتاب صاحب دل لوگوں کے لئے دل کشا قرار پاتی ہے وہیں صاحبان فکر و عقل کے لئے بھی پیچیدہ گیوں کی عقدہ کشائی کا سبب قرار پاتی ہے۔

میری دعا اور قلبی خواہش ہے کہ مصنف کا یہ سلسلۂ تحقیق و تالیف جاری و ساری رہے اور جس طرح اس کتاب کی صورت میں انہوں نے ایک صدقہ جاریہ معاشرے کے لئے فراہم کیا ہے وہ مزید تحقیقی و تدقیقی کاوشوں سے عوام الناس کیلئے فکر کی اور راہیں بھی روشن کریں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے مصنف کی تحلیل نفسی کرنے کا موقع ملا اور مجھے اس امر پر بڑی مسرت ہے کہ جو لمحات اس کاوش اور سوچ بچار میں گزرے وہ رائیگاں ہونے کی بجائے سرمایۂ کثیر ثابت ہوئے۔

Marfat.com

ڈاکٹر ایس ایم زمان

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

جناب شاہ تراب الحق قادری صاحب کی ایک اور عالمانہ تصنیف معنون بہ ''تصوف و طریقت'' ادارہ افکار اسلامی کی طرف سے حسن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے جس میں تصوف اور مسائل سلوک کا اجمالی مگر خاصا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سوال و جواب کے منہج نے مبتدی کے لئے تصوف کی حقیقت اور اس کے رموز کا ادراک خاصا آسان کر دیا ہے۔ اس مسلمہ حقیقت سے انحراف تو ممکن نہیں کہ منازل سلوک سلامت روی کے ساتھ طے کرنے کے لئے شیخ و مرشد طریقت کی راہنمائی قریب قریب ناگزیر ہے مگر قاری اور کتاب کے واسطے سے تصوف کی اہم بنیادوں کے بارے میں ضروری معلومات بہم پہنچانے کی مساعی میں ۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس نسبتاً مختصر کتاب کو ایک قابل تحسین کوشش قرار دیا جانا چاہیئے۔ کتاب کا ابتدائیہ جناب محمد آصف قادری کے پیش لفظ، جناب محمد افضل کوٹلوی کے مقدمہ اور علامہ محمد نور الحسن نوری کی تقریظ پر مشتمل ہے۔ پیش لفظ کی خاص چیز سلسلہ عالیہ قادریہ کا شجرہ ہے جو سید و سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات ستودہ صفات سے شروع ہو کر ۳۸ویں نمبر پر مصنف کے شیخ تک پہنچتا ہے۔ اس کی ایک اور مفید خصوصیت یہ ہے کہ ہر اسم گرامی کے ساتھ مقام و تاریخ وصال کا اندراج بھی کر دیا گیا ہے۔

کتاب ادارہ افکار اسلامی کی طرف سے موصولہ پچاس سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ پہلا سوال قرآن و حدیث اور صوفیہ کرام کے ارشادات کی روشنی میں طریقت تصوف کی تعریف سے متعلق ہے جبکہ آخری سوال حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت اور آپ کی تعلیمات کے بارے میں ہے ان دو سوالوں سے ہی مضامین کی نوعیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اصطلاحات تصوف مثلاً تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، اولیاء اللہ رحمہم اللہ اور ان کے مدارج، کرامت اور معجزہ میں فرق، مرشد کی ضرورت، بیعت کی شرعی حیثیت، مرشد

Marfat.com

ومرید کے آداب، مجاہدہ اور ایسے ہی دوسرے اہم مباحث کا سادہ اور دلنشیں بیان کتاب کی اصل افادیت ہے۔ جوابات میں قرآن وحدیث کے علاوہ تصوف کی امہات الکتب سے استناد کیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر میں کتاب اللمع، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، کیمیائے سعادت، تفسیر مظہری، نفحات الانس، فوائد الفواد، الفتح الربانی، احیاء علوم الدین جیسے مسلم ومستند مصادر شامل ہیں۔ اسلوب سادگی کے ساتھ عالمانہ ومحققانہ ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے اشعار سے استشہاد نے جوابات میں مزید دلکشی پیدا کردی ہے۔ معتبر حکایات ونوادر کا جا بجا ذکر بھی دلچسپی میں اضافہ کا باعث ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کا اردو ترجمہ ہر جگہ ''کنز الایمان'' سے منقول ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب سلسلہ تصوف کے متعلقین کے لئے ہی نہیں بلکہ اس زندہ تحریک کے ہر طالب علم کے لئے ایک مفید اور بیش قیمت مطالعہ کی حیثیت رکھتی ہے جو دور حاضر میں دنیا کے ہر گوشے میں اسلام اور مسلمانوں میں دلچسپی رکھنے والے ہر صاحب فکر کی توجہ کا مرکزی موضوع ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ رب کریم فاضل مصنف کی اس علمی، دینی اور روحانی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا وآخرت میں ان کے لئے فلاح اور رفعت مدارج کا ذریعہ بنائے۔

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی

استاذ الحدیث والفقہ، صدر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم

علماء کرام نے تصوف میں بہت کچھ لکھا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیف احیاء العلوم اس فن کی مفید ترین کتب میں سے ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت تامہ حاصل ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور ﷺ کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے؟ کہا گیا، امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء العلوم۔ (شمائم امدادیہ) یونہی کشف المحجوب تصوف میں ایسا شاہکار ہے کہ اس کی بدولت برصغیر پاک و ہند میں صحیح اسلامی تصوف نے فروغ پایا۔ اس موضوع پر یہ اس قدر بلند پایہ کتاب ہے کہ تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ اس کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کا ارشاد ہے، اگر کسی کا پیر نہ ہو تو ایسا شخص جب اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اس کو پیر کامل مل جائے گا، میں نے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کیا ہے۔

درحقیقت تصوف انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم السلام کی صفات عالیہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصوف آٹھ چیزوں پر مشتمل ہے۔ سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، گدڑی، سیاحت اور فقر۔ یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتداء میں ہیں۔ سخاوت حضرت خلیل علیہ السلام سے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند کو فدا کیا اور رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیونکہ بوقت ذبح آپ علیہ السلام نے اپنی رضا سے اپنی جان عزیز کو بارگاہ خداوندی میں پیش کر دیا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ آپ نے بے حد و غایت مصائب پر صبر فرمایا اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ نے

Marfat.com

فرمایا، آپ نے تین دن لوگوں سے اشارے کے سوا کلام نہ فرمایا۔ غربت حضرت یحیٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کی مانند رہتے اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ نے تنہا زندگی گذاری اور بجز ایک پیالہ و کنگھی کے کچھ پاس نہ رکھا، جب انہوں نے دیکھا کہ کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیا ہے تو انہوں نے پیالہ بھی ترک فرمادیا اور جب کسی کو انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کرتے دیکھا تو کنگھی بھی چھوڑ دی۔ گذری یعنی صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ انہوں نے پشمینی کپڑے پہنے اور فقر سید عالم ﷺ سے کہ جنہیں روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمادی گئی تھیں لیکن آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، میری خواہش یہ ہے کہ میں ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔

آج کل سلیس اردو میں ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو تصوف کے مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ پر مشتمل ہوتا کہ عوام اہل سنت صحیح مسائل پائیں اور جعلی متصوفین کی اغلاط و گمراہی سے محفوظ رہیں۔ میں نے مکرمی پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی زید مجدہٗ کی کتاب تصوف و طریقت کا بعض مقامات سے مطالعہ کیا اور کتاب مذکور کو اوصاف مذکورہ سے متصف پایا۔ موصوف کا قلم اس قدر محتاط ہے کہ شریعت و طریقت کے آداب سے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی منحرف نہیں ہوتا۔ حضرت ممدوح نے مسائل طریقت کو نہایت مؤثر طریقے پر روشناس کرایا ہے۔

فجزاہ المولیٰ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین

بحق طٰہٰ یٰسٓ آمین یارب العالمین

Marfat.com

استاذ العلماء مولانا حافظ محمد فضل الدین نقشبندی

استاذ الحدیث والفقہ، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے، العلم ثلثة علم من الله وعلم مع الله وعلم بالله۔ علم باللہ انبیاء واولیاء کو حاصل ہوتا ہے جس سے ان کو عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے، علم مع اللہ سے مدارج ولایت، طریق حق وہدایت عنایت خداوندی سے حاصل ہوتا ہے اور علم من اللہ شریعت حقہ ہے جس کے ذریعہ ہم مکلف بالاحکام بنائے گئے اور وہ فرمان حق ہے جو بذریعہ انبیاء کرام علیہم السلام ہم تک پہنچا۔

حضرت بوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، العلم حیوة القلب من الجهل ونور العیون من الظلمة۔ علم جہالت کی موت سے دل کی زندگی ہے اور چشم یقین کا نور ہے۔ چنانچہ خلاصہ یہ ہے کہ علم عرفان کے بغیر دل ظلمت جہالت سے مردہ ہوتا ہے اور علم شریعت کے بغیر دل نادانی کے مرض میں مبتلا رہتا ہے۔ کافر کا دل مردہ ہے اس لئے عرفان الٰہی کی دولت سے محروم رہتا ہے اور شریعت سے غافل کا دل رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے بے خبر رہتا ہے۔ (ملخص من کشف المحجوب)

معلوم ہوا کہ علم شریعت کے ساتھ راہ طریقت جاننا ضروری ہے اور طریقت کو پانے کے لئے شریعت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء سے باخبر ہونا ازحد لازم ہے۔ مخدوم اہل سنت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کو پروردگار عالم عزوجل نے علم شریعت اور علم طریقت دونوں سے بخوبی نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کی زیر نظر تصنیف ''تصوف وطریقت'' دونوں علوم کا حسین مرقع ہے اور تشنگان علم شریعت وطریقت کے لئے آب حیات ہے۔

Marfat.com

مزید برآں قبلہ شاہ صاحب کی قادر الکلامی اور ادبی ذوق نے آپ کی تصنیف کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپ نے سلف صالحین کی کتب سے خوب استفادہ فرماتے ہوئے ایسا مواد مہیا فرمادیا ہے جس سے قاری کا دل مدارجِ سلوک طے کرتا مقصودِ اصلی کی طرف رواں دواں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ آپ کی اس کاوش کو مشہورِ عالم بنائے اور خلق کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء بتوسل حبیبہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

ادیب شہیر پروفیسر زاہد عظیم زاہد

ایم اے اردو، ایم اے سیاسیات، لارنس کالج مری

انسانی زندگی تضادات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر کام، جذبے، احساس اور تصور کی ضد موجود ہے اور اس پوری کائنات میں ان اضداد نے ہر چیز کو ایک حصار میں قید کر رکھا ہے۔ حادثے اور سانحے کو زحمت اور عزت وعظمت، انعام واکرام اور خوشی کو رحمت سمجھا جاتا ہے۔ عام انسان اسی سوچ کی وجہ سے پوری زندگی خوشی کے حصول اور غم سے نجات پانے کے طور طریقے ایجاد کرنے اور اپنانے میں مصروف رہتا ہے۔ یہ مصروفیت ہر غمگین شخص کو خوش رہنے والے کے خلاف برسرپیکار رکھتی ہے اس طرح پوری انسانیت دو دھڑوں میں بٹ کر رحمت اور زحمت کی جنگ میں شریک ہو جاتی ہے۔

غمگین شخص کانٹوں سے اٹے صحرا میں ننگے پاؤں چلتا ہے، تپتی ریت اور لو سے اس کی روح سلگتی رہتی ہے، دھوئیں اور گرد کی دبیز چادر اس کے تنفس کو عذاب بنا دیتی ہے، پیاسے پپڑی جمے ہونٹ سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں اور سراب کے دریا اس پر قہقہے لگاتے ہیں کہ وہ ان کے حصول کے لئے جتنا ان کی طرف دوڑتا ہے وہ اتنا ہی دور ہوتے ہیں۔ امید کے کھنڈرات میں اسے چیخیں سنائی دیتی ہیں اور جب وہ بجھتی آنکھوں اور رکتی سانسوں کے ساتھ لڑکھڑاتا ہوا ناکامیوں کے اندھیروں میں جا گرتا ہے تو اس کے سر پر منڈلانے والے بھوکے گدھ اس کے پاس آ بیٹھتے ہیں۔

جسے خوشی میسر ہو اسے یوں لگتا ہے جیسے اس کے آس پاس پھول ہی کھل گئے ہیں، اس کی روح میں کلیاں چٹکتی ہیں، دن بھر دھنک اس کے گرد لپٹی رہتی ہے اور روشنیاں اس کا طواف کرتی ہیں۔ خوشبو سے لبریز ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں، کہیں وہ جھرنوں کا ترنم سنتا ہے تو کہیں جھیل کے سکوت سے مسحور ہوتا ہے، کہیں طیور اس کے لئے نغمہ سنج ہوتے ہیں

Marfat.com

اور کہیں تتلیاں اسکے گرد منڈلاتی ہیں۔ راتیں اسکے لئے میٹھی لوریاں لے کرآتی ہیں، جھولی ستاروں سے بھری رہتی ہے اور چاندنی کی رداوڑھے وہ جگنوؤں سے دیس کی کہانیاں سنتا ہے جہاں سرور کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں اور رنگین چڑیاں چہچہاتی ہر وقت فضا میں رقصاں رہتی ہیں۔

جب میں نے پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی کتاب تصوف وطریقت پڑھی تو خوشی اور غم کے مذکورہ بالا تصورات ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوگئے۔ یوں لگا جیسے خوشی کی صورت میں غم والے حالات اور غمی میں خوشی والی کیفیات ہونی چاہئیں کہ یہ تصوف کی تعلیم ہے پھر یوں لگا جیسے کوئی احساس باقی نہیں رہا۔ بہت دیر تک میں اپنے ذہن کے کونوں کھدروں میں وہ تمام تضادات ڈھونڈتا رہا جو میری بلکہ ہر انسان کی زندگی میں ہوتے ہیں لیکن وہاں تو نقشہ ہی اور تھا۔

تصوف اور طریقت کے چھاج چھلنی نے میرے تمام اعتقادات اور تصورات کو چھان پھٹک کر صرف ایک عقیدہ اور ایک تصور ہی باقی رہنے دیا باقی سب کچھ کوڑے کے ڈھیر کی نذر ہوگیا۔ اپنی اصل منزل تک پہنچنے کے لئے میں نے جو بہت سی پگڈنڈیاں اپنے سامنے بچھا رکھی تھیں سب نظروں سے اوجھل ہوگئیں اور ایک واضح راستہ مل گیا۔ تصوف میں اسلام کی شرح بھی نظر آنے لگی اور تلخیص بھی۔ جب ایک موضوع اتنا جامع بھی ہو اور مختصر بھی تو جنگل میں بھٹکتے ہوئے راہی کے ہاتھ میں قطب نما بھی آجاتا ہے اور نقشہ بھی، مجھے میرے بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا۔

درحقیقت جب انسان کا ہر فعل اور عمل صرف اللہ ہی کی رضا کے لئے ہوجائے تو وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے، اس کا غم خوشی کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور اسکی خوشی عشق کی سرمستی میں ڈوب کر اسے غم والی کیفیات سے دوچار کردیتی ہے۔ بلھے شاہ کے بقول۔

جس تن لاگے سوتن جانے دوجا نہ کوئی جانے
عشق اساں نال کیہی کیتی لوک مریندے طعنے

Marfat.com

ہجر تیرے نے جھلی کر کے کملی نام سدایا
صمٌ بکمٌ عمیٌ ہو کے اپنا وقت لنگھایا

یعنی جس کو عشق کا روگ لگ جائے اسی کو اس کی تکلیف ہوتی ہے دوسرے تو یہ درد محسوس نہیں کر سکتے صرف چھیڑتے اور تنگ کرتے ہیں اور عاشق لوگ محبوب سے ملنے کی آس لگائے پاگل اور سودائی بنے گونگے بہرے بن کر پڑے رہتے ہیں کہ کسی کو کیا بتائیں اور وہ جیسے تیسے اپنا وقت گزارتے ہیں۔

ہر حال میں شکر کا کلمہ زبان پر آنے لگے تو غمگین شخص جو لڑکھڑاتا ہوا ناکامیوں کے اندھیروں میں جا گرا تھا، اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس کرتا ہے، رحمت کی گھٹائیں آتی ہیں، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، آس پاس کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ بہار کے جھونکے تازگی بخشتے ہیں تو شکر کا کلمہ اسکی زبان سے مزید شدت اور وارفتگی سے ادا ہونے لگتا ہے پھر دھنک اس کے گرد لپٹنے لگتی ہے اور روشنیاں اسکا طواف کرنے لگتی ہیں۔ تصوف سے انسان صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے، مسلسل اصلاح اور بہتری کے راستے پر گامزن رہتا ہے، جس حال میں بھی ہو اللہ کی محبت میں ڈوب کر صراط مستقیم کا راہی ٹھہرتا ہے پھر زندگی کے تضادات ختم ہو جاتے ہیں، غم خوشی، دکھ سکھ کچھ باقی نہیں رہتا۔

"تصوف و طریقت" کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت بھی کھلی کہ ہر جسم اور جذبہ اصل میں ایک دوسرے سے جڑا ملا ہوا ہے اور پوری کائنات کے تمام اجسام ایک ہی رشتے میں پروئے گئے ہیں اور سب کی حقیقت صرف اور صرف اللہ ہی کے حوالے سے دیکھی اور پرکھی جا سکتی ہے۔ اس طرح نہ صرف خالق اور مخلوق کا تعلق مضبوط ہوتا ہے بلکہ مخلوق اور مخلوق کا تعلق بھی پائیدار ہو جاتا ہے اور پھر ہر کام اسی ایک ذات کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے پھر واقعی دوسرے کی تکلیف پر دل دکھتا ہے اور کسی کام کی خاطر ثواب حاصل کرنے کا جذبہ کہیں روپوش ہو جاتا ہے پھر اطاعت کا اپنا ہی سرور آنے لگتا ہے اور بہشت کہیں غائب ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

جناب شاہ صاحب مدظلہ نے تصوف وطریقت کے باب اول میں ہی تصوف کے اسرار و رموز اتنی آسانی سے واضح کر دیئے ہیں کہ مجھ سا عام مسلمان بھی اس مشکل موضوع کو سمجھ جاتا ہے۔ اس موضوع کو مشکل میں نے اس لئے لکھا کہ یہ کتاب پڑھنے سے پہلے میں نے اپنے عمومی مطالعہ میں جب بھی تصوف کو جاننے یا سمجھنے کا ارادہ کیا تو عام طور پر خود کو ایک مشکل صورتحال سے دوچار پایا۔ بہت سے لکھنے والوں نے تصوف کو کبھی بدھ مت سے مشتق قرار دیا تو کبھی عیسائیت اور رہبانیت سے۔ بعض اوقات تو مجھے اس ضمن میں ہندو جوگی دخل دیتے نظر آئے تو میں نے اس موضوع کو پڑھنا ہی چھوڑ دیا کیونکہ بہت سے مولوی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے قاری کے خیالات کو منتشر کرنے کا موجب بنتے ہیں اور ایک عام مسلمان ان نیم ملاؤں کی تحریری بھول بھلیوں میں گم ہو کر اپنے ایمان کی سلامتی کی دعائیں مانگتا رہ جاتا ہے۔ بقول حفیظ

راہزنوں سے تو بھاگ نکلا تھا
اب مجھے راہبروں نے گھیرا ہے

جب میں "تصوف وطریقت" پڑھ چکا تو اپنے خیالات کی مزید آبیاری کیلئے صوفیہ کرام کی تخلیقات اور تعلیمات کی طرف رجوع کیا جن کو میں پہلے پوری طرح نہ سمجھ پایا تھا۔ جب میں نے دوبارہ انکا مطالعہ شروع کیا تو راستہ آسان نظر آنے لگا، اس بار مجھے کوئی مشکل درپیش نہ تھی۔ جس بات نے مجھے سب سے زیادہ مسحور کیا وہ یہ تھی کہ تمام صوفیہ کرام کا کلام اس کتاب "تصوف وطریقت" کے حق میں دلیل بنتا چلا گیا۔ تصوف کے تمام ارکان جن کا حضرت شاہ صاحب قبلہ نے پہلے ہی باب میں تذکرہ فرمایا ہے ان کا ذکر تمام صوفیہ کے کلام میں بکھرا اور بھرا پڑا ہے۔

تصوف میں تزکیۂ نفس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں صفحہ ۱۶ اور صفحہ ۲۰ پر اس موضوع پر بحث کی گئی ہے اور اسے جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اسی تصور کو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے یوں پیش کیا،

دل بازار تے منہ دروازہ سینہ شہر ڈسیندا ہو
روح سوداگر نفس ہے راہزن حق داراہ مریندا ہو
جاں توڑی ایہہ نفس نہ ماریں تاں ایہہ وقت کھڑیندا ہو
کردا ضائع ویلا باہو جاں نوں تاک مریندا ہو

یعنی اگر انسان اپنے اندر بسنے والے شہر کو خوبصورت اور بارونق دیکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے نفس جیسے لٹیرے کو مارنا پڑے گا ورنہ اس کے اس پرامن شہر میں لوٹ مار اور بدامنی رہے گی۔ گویا نفس کی تطہیر اور تزکیہ ہی انسان کی یکسوئی اور کامیابی کی دلیل ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دو اشعار میں مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے متعلق جامع درس دیا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

فریدا تھیو پواہی دبھ ۔ جے سائیں لوڑے سبھ
اک چھجیں بیالتاڑی اینہ ۔ تاں سائیں دے درواڑی اینہ

یعنی اے فرید راہ کی گھاس کی طرح ہو جا اگر تجھے اپنے مالک کی ضرورت ہے۔ جب یہ گھاس بار بار پاؤں تلے روندے جانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے تو پھر اپنے مالک کے دروازے سے گزرنے کے قابل ہوتی ہے یعنی جوتوں سے لگ کر مالک کے گھر جاتی ہے۔

مرشد کے وسیلہ کے حوالے سے شاہ حسین فرماتے ہیں،

سجن دے ہتھ ڈور اساڈی کیونکر آکھاں چھڈ وے اڑیا
رات اندھیری، بدل کنیاں، باجھ وکیلاں مشکل بنیاں
ڈاہڈے کنیتا سڈ وے اڑیا

یعنی ہمارے دوست کو ہمارے ہر کام کا اختیار ہے جس میں ہماری مرضی شامل ہے کیونکہ آئندہ کا سفر تو گویا اندھیری رات میں بادلوں اور بارشوں سے مقابلے میں گزرے گا لہٰذا مرشد کے بغیر بہت مشکل درپیش ہوگی۔ اسی مضمون کو حضرت شاہ صاحب قبلہ نے باب چہارم میں مفصل بیان فرمایا ہے اور صفحہ ۶۲ پر مولانا روم کا فرمان بھی اسی بات کو آگے

Marfat.com

بڑھاتا ہے۔

اب اس تمام گفتگو کو سمیٹا جائے تو جو بات سامنے آتی ہے وہ نکتے کی ہے۔

۱۔تزکیہ نفس، تصفیہ قلب ہی جہاد اکبر ہے اور تجلیات الٰہی کا جلوہ بھی اسی سے ممکن ہے اور یہ سب توحید اور توبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔(ص ۲۱، ۲۲)

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے ''ت''۔

۲۔صوفیہ عظام رحمہم اللہ اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کے ہاں صبر کا درس بہت اہم ہے، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صبر ہی کی تلقین کی تھی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک صفا کا مقام حاصل کر کے انسان صفات ربانی کا مظہر ہو جاتا ہے۔(ص ۲۴)

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے ''ص''۔

۳۔(ا) سورہ کہف کے حوالے سے وحی خفی کا نزول ثابت ہے۔(۱۷)

(ب) صفحہ ۲۹ میں ولی کی صفات اور صفحہ ۱۹ میں ولی کا وسیلہ ہونا بیان ہوا ہے پھر باب چہارم صفحہ ۶۲ میں بھی اسی حوالے سے دلائل موجود ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے ''وٗ''۔

۴۔مقام ولایت پانے کے لئے دو اوصاف بیحد اہم ہیں۔ایک وصف ہے فکر (ص ۲۵) اور دوسرا ہے فقیہ ہونا (۳۲)۔یہی اوصاف آگے چل کر فقر کی بنیاد بنتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے جو حرف سامنے آیا وہ ہے ''ف''۔

نمبر ۳ پر ہم غور کرتے ہیں کہ (ا) میں وحی خفی یعنی الہام کا ذکر ہے جو کہ براہ راست ہوتا ہے جبکہ (ب) میں ولی کا وسیلہ ہونا ثابت ہے جو کہ واسطہ ہوتا ہے لہذا ''وٗ'' دوبارہ آئے گی یعنی اسے مشدد تصور کیا جائے گا۔

اب نمبر ۱ تا ۴ حروف کو ملائیں تو ت + ص + و + ف بنتے ہیں جس سے تصوف وجود پاتا ہے۔یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ قبلہ شاہ صاحب مدظلہ العالی نے کتاب کے پہلے ہی باب میں تصوف کی مکمل شرح بیان فرما دی سبحان اللہ۔آپ نے عام قاری کے لئے ہر باب میں

Marfat.com

سوالات اور جوابات کا سہل انداز بھی اپنایا ہے۔ اب یہ تو دیدۂ بینا ہے جو ان نزاکتوں سے بصارت اور بصیرت بھی حاصل کرتا ہے اور بیداری بھی۔

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا

آخر میں برادرم انجینئر حافظ محمد آصف قادری کی محنت اور لگن کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنی محکمانہ مصروفیات اور گھریلو معمولات میں سے اتنا وقت نکالتے ہیں کہ دینی درس وتدریس کا کام بھی چل رہا ہے اور تصنیف وتالیف کا بھی۔ خاص طور پر مفکر اسلام تاجدارِ طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی گیلانی مدظلہ کی تصنیف کو عام کرنے کے لئے آپ کی دن رات محنت اور ادارہ افکار اسلامی کو متحرک اور رواں دوراں رکھنے کے لئے آپ کی ان تھک کوششیں قابل ستائش ہیں۔

جب ڈاکٹر اقبال کے استاد سید میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دینے کے لئے گورنر نے ان کی علمی وادبی خدمات اور تصنیف کے بارے میں پوچھا تو اقبال نے کہا تھا، میں ان کا جیتا جاگتا ادبی شاہکار ہوں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حافظ آصف قادری کو ان کے مرشد کامل حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا جیتا جاگتا ادبی ودینی شاہکار بنائے۔

بے کراں ہوتا نہیں، بے انتہا ہوتا نہیں
قطرہ جب تک بڑھ کے قلزم آشنا ہوتا نہیں

اللہ کرے ہم قلزم آشنا ہو کر بے انتہا اور بیکراں ہو جائیں آمین۔

Marfat.com

صاحبزادہ مولانا سید جاوید احمد شاہ نوری

آستانہ نقشبندیہ نوریہ چورہ شریف، امیر جماعت اہل سنت سٹی راولپنڈی

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا وجود امت مصطفوی ﷺ کے لئے ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو جس منزلِ سلوک سے متعارف کرایا ہے اسے تصوف و معرفت کہتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فتوح الغیب اور الفتح الربانی، حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف، حضرت داتا علی ہجویری کی کشف المحجوب، امام غزالی کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت، امام ابوالقاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ کی انتباہ فی سلاسل اولیاء ایسی ہی عظیم روحانی کوششیں ہیں۔

اس مادی دور میں جبکہ انسان دین سے دور اور دنیاوی معاملات میں الجھا ہوا ہے، صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو سادہ اور سلیس انداز میں عوام تک پہنچانے کا سہرا تاجدار طریقت علامہ پیر سید تراب الحق شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سر جاتا ہے جنہوں نے بڑی محنت سے تصوف کی مذکورہ بالا بنیادی کتب سے یہ موتی چنے۔ چند روز قبل میرے محسن انجینئر علامہ حافظ محمد آصف قادری صاحب نے کتاب تصوف و طریقت عطا فرمائی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے حصولِ معرفت اور عرفانِ حقیقت عوام کے لئے بہت سہل بنا دیا ہے نیز پوری کتاب دلائل و براہین سے مزین ہے۔ میں انجینئر آصف قادری صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے یہ عظیم تحفہ عطا فرما کر میری بہت سی روحانی مشکلات کو آسان فرما دیا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب مدظلہ العالی کو عمر خضر عطاء فرمائے جو کہ مسلک حقہ کے لئے عظیم سرمایہ ہیں۔

Marfat.com

باب اول

تصوف کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سوال: طریقت یا تصوف سے کیا مراد ہے؟ قرآن وحدیث اور صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

جواب: سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان عالیشان ہے، "جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول علیہ السلام تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

(آیت ۱۵۱، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے پانچ فرائض نبوت کا ذکر فرمایا ہے،

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرنا

۲۔ کتاب اللہ کی تعلیم دینا

۳۔ حکمت کی تعلیم دینا

۴۔ مومنوں کو پاک کرنا

۵۔ باطنی علم سکھانا

ایک بات جو اس آیت مبارکہ سے بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کو ظاہری و باطنی علوم کے ساتھ ساتھ لوگوں کو پاک کرنے کا اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ پاک کرنے والا ان کی مثل کیسے ہوسکتا ہے جو پاک نہیں ہیں، علم سکھانے والا ان کی مثل کیونکر ہوسکتا ہے جو کچھ نہیں جانتے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی ﷺ

Marfat.com

بے مثل بشر ہیں۔

اب ہم اس آیت مقدسہ کے ترجمہ پر غور کرتے ہیں، تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کے متعلق تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک اور شریعت مطہرہ کی مکمل تعلیم ہے۔ تزکیہ سے مراد نبی کریم ﷺ کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیامت قائم ہونے تک تمام امت کو حضور ﷺ پاکی عطا فرماتے ہیں"۔

ولی کامل مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

آخر الذکر کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں، "یعلم کا فعل دوبارہ ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلیم، کتاب وحکمت کی تعلیم سے جدا نوعیت کی ہے، شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول صرف انعکاس ہی کے ذریعے ممکن ہے"۔

یعنی یہ علم کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ نور مجسم ﷺ کے سینہ پرانوار سے علم لدنی کے تجلیات وانوار، اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے قلوب پر منعکس ہوتے ہیں اور پھر سینہ بہ سینہ یہ اسرار ومعارف اہل اللہ حاصل کر کے تشنگان معرفت کے دلوں پر نقش کرتے ہیں۔ اسی باطنی علم کو علم لدنی یا علم طریقت وتصوف کہا جاتا ہے۔

سورۂ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اور اسے (یعنی خضر علیہ السلام کو) اپنا علم لدنی عطا کیا"۔ (آیت ٦٥) مفسرین فرماتے ہیں کہ علم لدنی سے مراد وہ باطنی علم ہے جو بغیر الفاظ وعبارت کے محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے (بطریق الہام جسکو وحی خفی بھی کہا جاتا ہے)

حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس حکم الٰہی سے تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا، ''اے موسیٰ! میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا ہے اس علم کو آپ نہیں جانتے اور آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ایسے علم پر ہیں جو اس نے آپ کو سکھایا ہے جسے میں نہیں جانتا''۔ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں، (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا، (حضرت خضر علیہ السلام نے) کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں''۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں، ''مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن و مکاشفہ ہے اور یہ اہل کمال کے لیے باعث فضل ہے''۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اسکا تختہ توڑ کر شگاف کر دیا لیکن اسکے باوجود کشتی میں پانی نہ آیا۔ پھر آپ نے ایک بستی میں ایک لڑکے کو قتل کر دیا پھر آپ ایک گاؤں پہنچے وہاں کے لوگوں نے آپ کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا اسکے باوجود آپ نے وہاں ایک دیوار کی مرمت کی جو کہ گرنے کے قریب تھی ان تینوں کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضات کیے۔ آخرکار حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمیں جدا ہونا پڑے گا البتہ میں آپ کو ان کاموں کا راز بتاتا ہوں جنہیں بظاہر خلاف شرع دیکھ کر آپ نے اعتراضات کیے میں نے وہ کشتی اس لئے عیب دار کر دی کہ دریا کے پار ایک ظالم بادشاہ صحیح سلامت کشتیاں چھین لیتا تھا اس طرح ان غریبوں کی کشتی ظالم بادشاہ سے محفوظ رہ گئی۔ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا کافر تھا اور اس کے والدین مسلمان۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اس کے والدین اس کی محبت میں کافر نہ

ہو جائیں۔اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں نیک اولاد عطا کرے گا۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا" رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، آپ کے رب کی رحمت سے، اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ بھید ہے ان باتوں کا جن پر آپ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا"۔

(کہف: ۸۲، کنزالایمان)

اس واقعہ سے مفسرین نے جو نکات اخذ کیے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ ہر خوبی اور کمال کو محض اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنا چاہئے۔

۲۔ ہر عیب کی نسبت اپنی طرف کرنی چاہیے رب تعالیٰ کی طرف نہیں۔

۳۔ حصول علم کے لئے سفر کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

۴۔ کتنا ہی علم حاصل ہو جائے مزید علم کی جستجو کرنی چاہئے۔

۵۔ اپنے سے کم مرتبہ والے سے بھی علم سیکھنے میں مضائقہ نہیں۔

۶۔ علم سیکھنے کے لئے استاد کے پاس جانا چاہئے۔

۷۔ کامل شیخ یا استاد کا ادب اور خدمت ضرور کرنی چاہیے۔

۸۔ مرشد یا استاد کے افعال پر اعتراض کرنا بے ادبی ہے منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرمائیں۔

۹۔ مرشد کامل یا استاد پر اعتراض کرنے سے اکتساب فیض کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ باطنی علم کامل شیخ کی محبت اور اس کی نگاہ کیمیا گر سے حاصل ہوتا ہے۔

۱۱۔ بعض اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو لوگوں کے باطن اور ان کے انجام کی بھی خبر ہوتی ہے۔

۱۲۔ اہل اللہ کی توجہ سے سوراخ والی کشتی بھی ڈوبنے سے بچ جاتی ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد، خاندان اور اہل محلہ کو حفاظت میں رکھتا ہے۔

۱۴۔ تقدیر پر راضی رہنے میں ہی انسان کی بھلائی ہے۔

Marfat.com

۱۵۔سورہ کہف کی آیت نمبر ۸۲ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کا نیک ہونا اس کی میراث کی حفاظت کا وسیلہ بن گیا۔اگر باغ فدک حضور ﷺ کی میراث ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے حقداروں تک پہنچانے کے لئے انتظام فرماتا۔ثابت ہوا کہ باغ فدک میراث نہیں بلکہ وقف تھا۔

سورۂ عنکبوت میں ارشاد ہوا، ''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے''۔(آیت ۶۹، کنزالایمان)
اس آیت میں جاھدوا سے مراد مجاہدہ نفس ہے جو کہ تصوف کا اہم ترین جزو ہے کیونکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی جبکہ کافروں سے جہاد ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں فرض ہوا۔ (تفسیر صاوی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی (یعنی مجاہدہ کیا) تو ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی راہ دیں گے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلب علم میں کوشش کریں گے انہیں ہم عمل کی راہ دیں گے حضرت سعد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو اقامت سنت میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنت کی راہ دکھائیں گے۔(تفسیر خزائن العرفان)

تفاسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اس آیت میں جاھدوا سے مراد مجاہدہ نفس ہے اس لئے حدیث شریف میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو ''جہاد اکبر'' بھی کہا گیا ہے۔ اس جہاد اکبر کے نتیجے میں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور پھر بندۂ مومن اپنے قلب کے آئینے میں انوار وتجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے اور یہی طریقت کی اصل روح ہے۔

قاضی ثناء اللہ مجددی قدس سرہ تفسیر مظہری میں سورۃ الاعلیٰ کی آیات ۱۴، ۱۵ کے تحت فرماتے ہیں کہ ان آیات میں مدارج سلوک کی طرف اشارہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا) اس میں توبہ اور تزکیہ کی طرف اشارہ ہے، وذکر اسم ربہ (اور

اپنے رب کا ذکر کیا) اس میں زبانی، قلبی، روحی اور سری ذکر کی پابندی کی طرف اشارہ ہے اور فصلیٰ (نماز پڑھی) اس میں مشاہدہ کے دوام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نماز مومنوں کی معراج ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(احمد، نسائی، حاکم، بیہقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کے آثار بھی ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا وہ آقا ﷺ کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ کر عرض گذار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے متعلق بتایئے آپ ﷺ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حج بھی کرو اس نے عرض کی آپ نے سچ فرمایا، ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے گویا کہ جانتا ہے پھر عرض کی مجھے ایمان کے متعلق بتایئے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ عرض کی آپ نے سچ فرمایا پھر عرض کی مجھے احسان کے متعلق بتایئے۔ آپ نے فرمایا، ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہی ہے۔

(بخاری و مسلم)

''احسان'' بھی تصوف ہی کا ایک نام ہے جس طرح توحید، سلوک، طریقت، معرفت، حقیقت، اخلاص، کشف، اسرار و معارف وغیرہ سب تصوف ہی کے مختلف نام ہیں جو تصوف کی کتب میں جابجا مذکور ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ اپنی مایہ ناز کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، من سمع صوت اھل

التصوف فلايومن علی دعايتهم كتب عندالله من الغافلين ''جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور اسے نہ مانا وہ بارگاہ الٰہی میں غافلوں میں شمار کیا گیا'' گویا لفظ تصوف نبی کریم ﷺ کا بیان فرمایا ہوا ہے ممکن ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ تصوف کا آغاز کیسے ہوا؟ دراصل نور مجسم ﷺ کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات سے اکتساب فیض کرتے۔ انہیں علم شریعت کے ساتھ تزکیہ باطن بھی حاصل تھا اور یہ تزکیہ انہیں نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں نصیب ہوا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض مخصوص اعمال کی وجہ سے جماعت صحابہ میں نمایاں و منفرد ہوئے جیسے کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم ترک دنیا اور زہد و تقویٰ میں مشہور ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صفہ والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس چادر یا کرتا نہیں تھا بلکہ صرف تہبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے تھے جن میں سے بعض تہبند یا کمبل ایسے تھے جو آدمی کی پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض ٹخنوں تک پہنچتے تھے۔ اور وہ لوگ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے اس خوف سے کہ کہیں ان کا ستر نہ ظاہر ہو جائے۔ (بخاری) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رازدار صحابی رضی اللہ عنہ کے طور پر معروف ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان رازوں کو جانتے ہیں جنہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ (بخاری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے علم کے ستر ابواب سکھائے اور میرے سوا یہ علم کسی کو نہ دیا (کتاب اللمع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی باطنی علوم کے حصول میں نمایاں مقام کے حامل ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کیے ایک تو تم لوگوں میں پھیلا دیا لیکن اگر دوسرا پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ دی جائے۔ (بخاری) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے اس حدیث کے تحت فرمایا، ''غالباً پہلے علم سے مراد علم احکام و اخلاق ہے اور دوسرے علم سے مراد علم الاسرار ہے جو

Marfat.com

نااہلوں سے محفوظ ہے اور اہل معرفت علمائے ربانیین رحمۃ اللہ علیہم کے لئے مخصوص ہے"۔(مرقاۃ)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ صوفی لفظ "صوف" سے نکلا ہے جسکے معنی اون کے ہیں یعنی یہ لوگ کمبل یا موٹے اونی کپڑے پہننے کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ بعض نے کہا کہ صوفی لفظ "صوف" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایک طرف ہونا۔ یعنی یہ لوگ دنیا ترک کر کے اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ رہنے کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ بعض کے نزدیک صوفی دین کی اول صف میں ہونے کی وجہ سے صوفی کہلاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی محبت و پیروی کرنے والوں کو صوفی کہا جاتا ہے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عربی قواعد کی رو سے "صوفی" کی وجہ تسمیہ ثابت نہیں اس لئے یہ لفظ ان لوگوں کیلئے لقب کے طور پر ہے۔(رسالہ قشیریہ)

شیخ عمر بن شہاب الدین سہروردی صوفی کے نام کی ابتدا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "یہ نام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں رکھا گیا کہا جاتا ہے کہ یہ نام تابعین کے زمانے میں رکھا گیا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا "میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک صوفی کو دیکھا" اس روایت کی تائید حضرت سفیان ثوری کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریاکاری سے متعلق دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا"۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نام قدیم زمانہ سے مشہور ہے"۔(عوارف المعارف)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف "اہل صفا" سے کی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "اشیاء کے لطیف حصے کا نام "صفا" اور کثیف کا نام "میل" ہے چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف اور پاکیزہ رکھتے ہیں اور ہوائے نفس سے بری ہوتے ہیں اس لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔...... صفا کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ اصل یہ ہے کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو اور فرع یہ ہے کہ دل اس دھوکہ باز دنیا سے پاک ہو۔ یہ دونوں باتیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفات

Marfat.com

ہیں جو کہ اہل طریقت کے امام ہیں۔آپ مزید فرماتے ہیں کہ " صفا ایسی حضوری کا نام ہے جو کبھی ختم نہ ہو اور ایسے وجود کا جو بغیر اسباب کے ہو۔ جب یہ مقام نصیب ہو جائے تو بندہ دنیا اور آخرت کے لیے فنا ہو کر صفات ربانی کا مظہر ہو جاتا ہے، سونا اور خاک اسکی نظر میں برابر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ معاملات جو دوسروں کے لئے دشوار ہوں اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث پاک میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے زید تو نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کی میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں سچا مومن ہوں۔ فرمایا، ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے کہ تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کی، میں نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو پہچانا پس اس کا سونا چاندی اور مٹی کنکر میری نظر میں برابر ہو گئے، میں ساری رات بیدار رہا اور سارا دن پیاسا رہا (یعنی روزہ دار رہا) یہانتک کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے رب تعالیٰ کا عرش دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور اہل جہنم کو بھی دیکھ رہا ہوں اور میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے زید! تیرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا اور تجھے معرفت حاصل ہو گئی اس پر قائم رہ"۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ (کشف المحجوب)

پس معلوم ہوا کہ قلب و روح کی صفائی کے بعد معرفت الٰہی کا حاصل ہو جانا تصوف کی روح ہے حصول برکت کے لئے اکابر اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے چند اقوال مزید عرض کرتا ہوں چنانچہ مصری فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا ہے حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صوفیہ وہ ہیں جن کی روح بشریت کی کدورت سے خالی اور تفکر سے پر ہو، قرب خدا میں لوگوں سے دور رہیں اور ان کی نظروں میں مٹی اور سونا برابر ہو۔

شیخ ابو علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف اچھے اخلاق کو کہتے ہیں۔ شیخ

Marfat.com

ابوالحسن نوری کے نزدیک خواہشات نفس سے آزادی، جوانمردی، رسمی تکلفات سے دستبرداری، سخاوت اور ترک دنیا کا نام تصوف ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صوفی وہ ہے جو دو جہاں میں ذات الٰہی کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہیں جو اپنی عقل کے مطابق سنت نبوی ﷺ پر قائم رہیں اور اپنے دل کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں سے بچنے کے لیے مرشد کامل کا دامن تھامے رہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مخلوق کی موافقت سے دل کو پاک رکھنا، تمام بری صفات سے دور رہنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی لوگوں سے دوستی رکھنا، علوم حقیقی سے تعلق رکھنا، اعلیٰ کاموں کو اختیار کرنا، امت مسلمہ کی بھلائی چاہنا، اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کرنا تصوف ہے۔ عارف ربانی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے ''مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء'' میں امام شعرانی کی کتاب طبقات الکبریٰ کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''تصوف یہ ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو''۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دل کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرنا تصوف اور دل وجان سے صرف اللہ تعالیٰ اور ان آیات واحادیث اور اقوال اکابرین کا مطالعہ کرنے سے نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے ہوئے تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کے ساتھ تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرنا تصوف و طریقت ومعرفت ہے۔

2۔ **سوال:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو باطنی علم اور معرفت حاصل ہے اس لئے ہمیں شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ فرمایئے کہ کیا طریقت، شریعت سے جدا کوئی راستہ ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت مجدد برحق امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ رحمۃ القوی اپنی تصنیف مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء میں فرماتے ہیں کہ ''شریعت منبع ہے اور طریقت اس

Marfat.com

میں سے نکلا ہوا ایک دریا، عموماً کسی منبع سے دریا بہتا ہو تو اسے زمینوں کو سیراب کرنے میں منبع کی حاجت نہیں ہوتی لیکن شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی حاجت ہے۔ اگر شریعت کے منبع سے طریقت کے دریا کا تعلق ٹوٹ جائے تو صرف یہی نہیں کہ آئندہ کے لئے اس میں پانی نہیں آئے گا بلکہ یہ تعلق ٹوٹتے ہی دریائے طریقت فوراً فنا ہو جائیگا"۔

پھر فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت تو منبع و دریا کی مثال سے بھی اعلیٰ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت مطہرہ ربانی نور کا ایک فانوس ہے کہ دین کی دنیا میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں اور اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ اس روشنی کی زیادتی وافزائش چاہنے کا نام طریقت ہے یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے اور نور الٰہی تجلی فرماتا ہے کہ یہ مرتبۂ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے درحقیقت شریعت ہی ہے کہ مختلف مراتب کے لحاظ سے اسکے مختلف نام رکھے جاتے ہیں جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کی مثل ہو جاتا ہے تو ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، چراغ بجھا دے اب تو صبح خوب روشن ہو گئی ہے آدمی دھوکے میں نہ آئے اور نور بڑھ کر دن کی مثل ہو جائے تو شیطان پھر کہتا ہے دن اتنا روشن ہے کیا اب بھی چراغ نہیں بجھائے گا؟ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرمائے تو بندہ لاحول پڑھتا ہے اور کہتا ہے اے لعین! یہ اس فانوس ہی کا تو نور ہے اسے بجھا دیا تو روشنی کہاں سے آئے گی؟ پس وہ ملعون دفع ہو جاتا ہے اور بندہ نور حقیقی تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ سورہ نور میں فرمایا گیا ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی "نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے"۔ (النور: ۳۵)

اگر آدمی شیطان کے دھوکے میں آ گیا اور سمجھا کہ دن تو ہو گیا ہے اب مجھے چراغ کی کیا حاجت، پھر جیسے ہی اس نے چراغ بجھایا گھپ اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ سے ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا جیسا کہ قرآن عظیم میں ارشاد ہوا، "ایک پر ایک اندھیرے ہیں، جب اپنا ہاتھ

Marfat.com

نکالے تو کچھ نہ سوجھائی دے اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں''۔

(النور: ۴۰)

یہ ہیں وہ جو طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس ربانی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش انکو اس کی خبر ہوتی تو شاید توبہ کرتے لیکن ستم تو یہ ہے کہ شیطان ملعون نے جہاں فانوس بجھوایا اس کے ساتھ ہی فوراً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً نار ہے۔ یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے ہمارا نور تو آفتاب کو شرما رہا ہے لیکن انہیں خبر نہیں کہ اہل شریعت کے پاس ہی اصل نور ہے اور ان کے پاس صرف دھوکا۔

مزید فرمایا، شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں''۔ (ابونعیم فی الحلیہ) پھر عارف باللہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ طریقت و شریعت کے درمیان تعلق کو ایک اور مثال کے ذریعے یوں واضح کرتے ہیں کہ شریعت ایک عمارت ہے اسکا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی ہے پھر ظاہری اعمال وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے اور جب یہ تعمیر اوپر بڑھ کر آسمان تک پہنچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو (یعنی بنیاد) کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف بنیاد بلکہ اعلیٰ حصہ نچلے حصہ کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کردی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ ہے جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب تو ہم زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے، ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے بس بنیاد سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ ''اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں گر پڑی''۔ اسی لیے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جاہل صوفی شیطان کا مسخرہ ہے''۔ اور حضور سید عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے''۔(ترمذی، ابن ماجہ)

امام اہلسنت نے اپنی اس تصنیف میں چالیس اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اسی ارشادات عالیہ بھی بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند اقوال پیش خدمت ہیں تا کہ اس مسئلے میں اولیاء کرام کا مسلک واضح ہو جائے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے''۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا'' یعنی ولی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اسکے بعد ولی کیا۔ حضور غوث اعظم قطب الاقطاب سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''اگر حدودِ شریعت میں سے کسی حد میں خلل آئے تو جان لے کہ تو فتنہ میں مبتلا ہے (طریقت میں نہیں) بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی نفسانی خواہش چھوڑ اس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے''۔(طبقات الاولیاء از امام شعرانی)

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ فرمایا، وہ سچ کہتے ہیں وہ واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے برے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کر لیے ہیں بے عذر شرعی ان میں سے کچھ کم نہ کروں۔ (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ ایک شخص سے ملنے گئے جو زہد و ولایت کا مدعی تھا۔ آپ کے سامنے اس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے ملے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا، یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، اسرارِ الٰہی پر کیونکر امین ہوگا۔(رسالہ قشیریہ)

حضرت ابوالقاسم نصر آبادی فرماتے ہیں، تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب و سنت کو لازم پکڑے رہے۔(طبقات کبریٰ) شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس

Marfat.com

حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔(عوارف المعارف) امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں، ''تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے'' مزید فرمایا، ''علم تصوف شریعت کے چشمہ سے نکلی ہوئی جھیل ہے''۔ (طبقات کبریٰ) ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ شریعت اور طریقت لازم وملزوم ہیں۔آج کل بعض جہلا طریقت کو شریعت سے الگ راہ اس لئے بتاتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے عقیدت مندوں کو اپنے غیر اسلامی افعال کے جواز کا اطمینان دلا سکیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کشف المحجوب میں تصوف کے باب میں فرماتے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف رحمہم اللہ کے زمانے میں تصوف کا نام نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی جو سب پر طاری تھی آج کل صرف نام باقی ہے حقیقت غائب۔یعنی پہلے معاملہ معروف تھا اور ظاہر داری غائب اور اب معاملہ یعنی تصوف کی حقیقت غائب ہے اور ظاہرداری معروف''۔

مزید فرمایا کہ جب عام لوگ ظاہر پرستوں کو ناچتے گاتے دیکھتے ہیں جو کہ صوفیہ ہونے کے مدعی ہیں تو وہ تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے بدظن ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ''یہ ہے تصوف اور اس کے اصول؟ پہلے زمانے کے صوفیہ بھی اس قسم کے ہونگے'' حالانکہ ان کہنے والوں نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ وقت فتنہ ہے اور زمانہ آفات کا گھر۔حرص بادشاہ کو ظلم پر آمادہ کرتا ہے لالچ عالم کو بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے اور ریاکاری زاہد کو منافقت کی طرف لے جاتی ہے اسی طرح ہوائے نفس اور لالچ بعض صوفیہ کو رقص وسرور میں مبتلا کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے اہل طریقت برباد ہو جاتے ہیں طریقت برباد نہیں ہوتی۔اسی طرح اگر کچھ لوگ لغویات وخرافات کو پاک وصاف چیزوں میں شامل کر دیں تو پاک وصاف چیزیں خرافات نہیں بن جاتیں البتہ ایسے لوگ ضرور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھاتے ہیں''۔

اب میں اس تمام گفتگو کا خلاصہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں پیش کر دیتا ہوں۔

جسے محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے وہ فرماتے

Marfat.com

ہیں ''جس نے علم حاصل کیا اور تصوف کو نظر انداز کر دیا وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنا لیا مگر فقہ کو چھوڑ دیا وہ زندیق ہوا اور جس نے شریعت و تصوف دونوں کو جمع کیا اس نے حق کو پالیا''۔

تمہید ایمان از مجدد بر حق اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

''ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں، حضور ﷺ کی تعظیم اور ان کی محبت کی تمام جہان پر تقدیم، اسکی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ۔ جب وہ رسول معظم ﷺ کی شان میں گستاخی کریں تو تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشاں نہ رہے، فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا آقا و مولیٰ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا، جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟......اگر تم نے اس سے دوستی نبھائی یا اسے ہر برے سے زیادہ برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا تو للہ تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے''۔

Marfat.com

باب دوم

روح تصوف

3۔**سوال**: انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے حالانکہ فرشتے معصوم مخلوق ہیں جبکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے منکر بھی ہوتے ہیں اور باغی و نافرمان بھی۔ اس بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں حق واضح فرمائیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا اور انہیں شہوات سے پاک پیدا فرمایا پس فرشتے معصوم ہیں اور ہر لحہ مشاہدہ تجلیات الٰہی، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور آقائے کائنات ﷺ پر درود بھیجنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو محض شہوات عطا کیں اور عقل عطا نہ فرمائی چنانچہ وہ بھوک پیاس کے وقت کھاتے پیتے ہیں، نیند آنے پر سوتے ہیں اور شہوت کا تقاضا ہو تو جماع کرتے ہیں وغیرہ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وخرد اور شہوات دونوں عطا فرمائیں اور پھر اچھائی اور برائی کی ہدایت عطا فرمادی کہ وہ چاہے تو عقل کے ذریعے شہوات پر غلبہ پالے اور فرشتوں سے افضل ہوجائے اور چاہے تو شہوات کے ذریعے عقل کو مغلوب کر کے جانوروں سے بدتر ہوجائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی بیشک مراد کو پہنچایا جس نے اسے (یعنی نفس کو) ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا“۔ (الشمس: ۸، ۹، ۱۰، کنزالایمان)

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے تخلیق انسانی کے مقصد پر غور کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”اور میں نے جن وانس اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں“۔ (الذاریات: ۵۶) اس کی تفسیر میں ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں، ای لیعرفون (تفسیر ابن کثیر ج ۴) یعنی جن وانس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول ہے کہ جسے حاصل کئے بغیر اللہ عزوجل کی بندگی کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا اسی مضمون کو سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ میں یوں

بیان فرمایا گیا ہے، ''بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اسکے اٹھانے سے (معذرت اور) انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے (یہ امانت) اٹھائی''۔ (کنزالایمان)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس امانت سے مراد احکام شریعت اور اوامر ونواہی ہیں جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک اس امانت سے مراد معرفت ربانی اور عشق الٰہی ہے کہ جسے حاصل کئے بغیر احکام شریعت پر کما حقہ عمل نہیں ہوسکتا۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، اس آیت میں امانت سے مراد وہ امانت ہے جسے صرف انسان ہی اٹھا سکتا ہے اگر اس امانت سے مراد شریعت کے احکام ہوں تو انسان کے علاوہ جن اور فرشتے بھی اس کے مکلف ہیں کیونکہ فرشتوں کے بارے میں قرآن حکیم بتاتا ہے کہ وہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور بالکل نہیں تھکتے اس لئے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ اس امانت سے مراد عقل کا نور ہے جس سے استدلال کے ذریعے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور اس امانت سے مراد عشق کی آگ بھی ہے جو حجابات جلا کر معرفت ربانی تک پہنچاتی ہے بلاشبہ فرشتے بھی اعلیٰ مخلوق ہیں لیکن وہ ایک خاص مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہ صرف انسان ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ عشق کے سوز و گداز کے ذریعے لامتناہی درجات تک ترقی کرسکتا ہے۔

واقف اسرار حقیقت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے خوب فرمایا،

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اس لئے بنایا ہے کہ اس میں معرفت ربانی کے حصول اور تجلیات الٰہی کے مشاہدے کی صلاحیت ہے''۔ اسی صلاحیت کے ذریعے وہ مقام قرب الٰہی تک جا پہنچتا ہے اور اگر وہ اس صلاحیت کو ضائع کر دے یعنی کھانے پینے جماع کرنے اور نفسانی خواہشات

کی تکمیل کو ہی اپنا نصب العین بنالے اور اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کے احکامات کا باغی ونافرمان ہو جائے تو ایسے انسان کو اشرف المخلوقات کہنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے،

''کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لوگے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ''۔ (الفرقان: ۴۳، ۴۴)

دیکھئے اس آیت مقدسہ میں انہیں چوپائے سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے سورۃ الاعراف آیت ۱۷۹ میں انکے جرائم کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ ''وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت میں پڑے ہیں''۔

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں اس موضوع پر نہایت تفصیلی گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ عرض کیے دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسانی فطرت چار اجزاء کا مرکب ہے جس میں خنزیر، کتے، شیطان اور فرشتوں کی صفات شامل ہیں جس کی صفات انسان پر غالب آجائیں گی وہ اسکی مثل ہو جائے گا شیطان صفت یا فرشتہ صفت ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی سی عادات وصفات اپنالی جائیں۔ خنزیر حرص وشہوت اور کتا غیظ وغضب کی علامت ہے لہٰذا حرص وشہوت کے خنزیر اور غیظ وغضب کے کتے کو عقل کے تابع رکھو کہ یہ اس کے حکم کے بغیر نہ اٹھ سکیں اور نہ بیٹھ سکیں اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں نیک اخلاق حاصل ہوں گے اور تم فلاح پاسکو گے لیکن جو اس کے برخلاف ان کی غلامی کرے گا تو وہ بری عادات میں مبتلا ہوگا اور اگر اسے اسکی اصل حالت دکھائی جائے تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو کسی کتے یا خنزیر یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہو۔

مزید فرمایا، اکثر لوگ اگر انصاف کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا

Marfat.com

کہ وہ رات دن اپنی نفسانی خواہشات کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور فی الواقع وہ صرف ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے ہی انسان دکھائی دیتے ہیں حقیقت قیامت کے دن واضح ہوجائے گی جہاں ہر کوئی اپنی باطنی صورت پر اٹھایا جائے گا یعنی جو دنیا میں شہوت وحرص سے مغلوب رہا اور جنسی تسکین ہی کو اس نے اپنا نصب العین بنائے رکھا وہ خنزیر کی شکل میں پیش ہوگا اور جو غیظ وغضب اور غصے سے مغلوب رہا اور لوگوں پر ظلم وستم کرتا رہا وہ وہاں کتے کی صورت میں دکھائی دیگا۔ یہ ان لوگوں کا ذکر تھا جو شیطانی اور حیوانی صفات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور یوں باوجود انسان ہونے کے جانوروں سے بدتر قرار پاتے ہیں جبکہ اشرف المخلوقات صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو معرفت ربانی حاصل کر کے ملکوتی صفات کا مظہر بنتے ہیں اور پھر قرب الٰہی کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

عارف کامل سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں ''نفس تین طرح کے ہوتے ہیں نفس مطمئنہ نبیوں علیہم السلام اور ولیوں رحمۃ اللہ علیہم کا ہوتا ہے کہ انکے ارادے اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں فنا ہو چکے اور حق کے سوا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں، نفس لوامہ برائیوں پر آگاہ کرتا ہے اور برائی کرنے سے روکتا ہے اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو جلد ہی ندامت اور توبہ کراتا ہے یہ صالحین اور پرہیزگاروں کا نفس ہے اور نفس امارہ ہمیشہ برائی پر آمادہ رہتا ہے اور گناہ کی طرف راغب کرتا ہے یہ عوام کا نفس ہے''۔ گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عموماً نفس کی کیفیت نفس امارہ کی ہوتی ہے جس کا ذکر سورہ یوسف آیت ۵۳ میں کیا گیا ہے ارشاد ہوا، اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ''بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے''۔ اگر انسان نفس امارہ ہی کے درجے میں رہے تو وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا لیکن اگر وہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے اور گناہوں سے توبہ کو اختیار کرلے تو اس کا نفس ترقی پا کر نفس لوامہ ہو جائے گا جس کا ذکر سورۂ قیامہ آیت ۲ میں موجود ہے ارشاد ہے، وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اس نفس کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔ یہ نفس کا وہ

درجہ ہے جس میں انسان کا ایمان سلامت رہتا ہے وہ نیکی پر خوشی اور گناہ سرزد ہونے پر رنج وغم محسوس کرتا ہے اور حق وباطل میں فرق سمجھ کر صراط مستقیم پر گامزن ہونا چاہتا ہے یہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کا ابتدائی درجہ ہے۔

اس مرحلے پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعے اسے ایسی ہدایت دینا چاہتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو خاص توحید کے جذب وکیف سے آراستہ کر کے نفس مطمئنہ بنا لے چنانچہ سورۃ الاعراف آیت ۱۶۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو رب سارے جہان کا"۔ (کنزالایمان)

قرآن حکیم اسے دنیا وآخرت کی فلاح حاصل کرنے کے لئے عقیدہ توحید کے ساتھ رسول معظم ﷺ کے حقوق ادا کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، ارشاد ہوا، "تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اسکی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اسکے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے"۔ (الاعراف: ۱۵۷)

جب مومن باوجود غفلتوں اور کوتاہیوں کے ہمت نہیں ہارتا اور تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کے لئے کوششیں جاری رکھتا ہے تو اسکا نفس، نفس مطمئنہ قرار پاتا ہے اور وہ معرفت ربانی کے انمول گوہر اور عشق الٰہی کی عظیم نعمت سے نوازا جاتا ہے ان انعامات کے حصول پر اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تحدیث نعمت کے طور پر بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں، صبغۃ اللہ "ہم نے اللہ تعالیٰ کی (محبت واطاعت کی) رنگائی لی اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے؟ اور ہم تو اسی کو پوجتے ہیں"۔ (البقرہ: ۱۳۸) سورۃ مائدہ آیت ۸۳ میں ان کی کیفیت یہ بھی بیان کی گئی ہے، "اور جب سنتے ہیں وہ (یعنی قرآن) جو رسول ﷺ کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے"۔ (کنزالایمان)

عارف ربانی امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں فرماتے ہیں، "جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلے اس کے دل سے مخلوق کا ڈر اور دنیا کی چیزوں کی طرف رغبت

Marfat.com

ختم ہو جاتی ہے''۔ نفس مطمئنہ وہ خاص مقام ہے کہ جس پر فائز ہونے والے کو رب تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے، يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ''۔ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

یہاں یہ بتانا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ ان نفوس قدسیہ کو جو مقامِ قرب عطا کیا جاتا ہے اس کے کئی درجے ہیں سب سے افضل واعلیٰ درجہ تمام مخلوق کے آقا و مولیٰ سید الانبیاء حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر اولیاء عظام علیہم الرحمۃ کو حاصل ہے۔ انہی انعام یافتہ بندوں کے راستے کو قرآن حکیم صراط مستقیم قرار دیتا ہے اور تمام مسلمان نماز میں انہی نفوس قدسیہ کے راستے پر چلنے کی دعا مانگتے ہیں، ''ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا''۔ (الفاتحہ)

4۔**سوال**: تصوف میں نفس یا دل سے کیا مراد ہے؟ تصفیہء قلب یا دلوں کا زنگ دور کرنے کا طریقہ بھی بیان فرما دیجئے؟۔

جواب: ابھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آپ کے گوش گزار کیا گیا کہ انسان کو دیگر مخلوقات پر جو شرف اور فضیلت حاصل ہے اس کا سبب معرفت ربانی کے حصول کی صلاحیت ہے اور یہ معرفت ربانی یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننا، اس سے محبت کرنا، اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرنا، اس کا قرب حاصل کرنا اور اسکی طرف دوڑنا یہ سب دل کے کام ہیں باقی تمام اعضاء دل کے تابع اور خادم ہیں۔ دل یا قلب بظاہر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے مگر صوفیہ کے نزدیک ایک لطیفۂ روحانی ہے، یہی روح کی حقیقت ہے اور یہی نفس کی باطنی کیفیت بھی ہے البتہ اسے جسمانی قلب سے ایک تعلق ضرور ہے جسے عالم ما کان و ما یکون سید عالم ﷺ نے یوں بیان فرمایا، ''بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک رہے تو تمام جسم ٹھیک

Marfat.com

رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے خبردار ہو جاؤ وہ دل ہے"۔(بخاری)

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نور مجسم ﷺ سے سوال کیا گیا، خدا کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ اپنے مومن بندوں کے دل میں ہے۔ گویا بعض دل اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ ہوتے ہیں۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ دل روحانی طور پر کتنی قسم کے ہوتے ہیں۔

1: سورہ ق آیت ۳۷ میں ہے،" بیشک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اسکے لئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو"۔

اس مضمون کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے نصیحت کرنے والا دل عطا فرما دیتا ہے (احیاء العلوم) اور اسی حقیقت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا،" تم تین مواقع پر اپنے قلب کا جائزہ لو، قرآن سنتے وقت، ذکر کی مجلسوں میں اور تنہائی کے اوقات میں۔ اگر ان تینوں مواقع پر تمہارا دل ان چیزوں میں نہ لگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں ایک دل عطا فرما دے کیونکہ تمہارے پاس دل نہیں ہے"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

بقول ڈاکٹر اقبال،

Marfat.com

دل مردہ دل نہیں اسے زندہ کردوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

۲: سورہ محمد آیت ۲۴ میں ارشاد ہوا، "تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں"۔ یہ منافقوں کے دلوں کا ذکر ہے جو اپنے دلوں پر ضد اور عناد کے تالے لگا کر ہدایت کا راستہ روکے ہوئے ہیں دراصل نبی کریم ﷺ کی عظمت رسالت و شان نبوت سے جلن کا مرض ان منافقوں کو لاحق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان کے دلوں کی بیماری کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

۳: سورۂ بقرہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہوا، "انکے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے، بدلہ انکے جھوٹ کا"۔ (کنز الایمان)

۴: سورۂ حج آیت ۴۶ میں فرمایا گیا، تو کیا زمین میں نہ چلے کہ انکے دل ہوں جن سے سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔ یہ کافروں کے دل کا ذکر ہے۔

۵: سورۃ بقرہ آیت ۷۴ میں ارشاد ہوا، "پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت"۔ یہ بھی کافروں کے بارے میں ہے جو بیشمار دلائل و براہین اور کثیر معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار کرتے رہے۔

۶۔ اب ایمان والوں کے دل کے بارے میں ارشاد قرآنی سنیے، سورہ الانفال آیت ۲ میں ہے، "ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو انکے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں انکا ایمان ترقی پائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں"۔ یہ متقین اور صالحین کے دلوں کا بیان ہے۔

۷۔ سورۃ الرعد آیت ۲۸ میں ارشاد ہوا، "وہ جو ایمان لائے اور انکے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے"۔ یہ بھی پرہیزگاروں کے دلوں کے بارے میں ہے۔

Marfat.com

۸۔ سورۃ الشعراء آیت ۸۸،۸۹ میں ارشاد ہوا، ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر''۔ یہ نفس مطمئنہ والے مقربین کے دلوں کا ذکر ہے جن میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کاملین رحمہم اللہ شامل ہیں۔ انہی نفوس قدسیہ کے بارے میں سورہ ق آیت ۳۳ میں فرمایا گیا،

۹۔ ''جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ۔ یہ قلب منیب بھی محبوبان خدا ہی کی شان ہے۔ ان کے اوصاف سورہ مجادلہ آیت ۲۲ میں یوں بیان فرمائے گئے کہ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی''۔

(کنز الایمان)

سب سے افضل و اعلیٰ، طیب و طاہر اور کامل اور اکمل دل جانِ کائنات ﷺ کا قلب اطہر ہے شب معراج میں جب نور مجسم ﷺ کا سینہ اقدس شق کیا گیا تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے قلب اطہر آب زمزم سے دھوتے ہوئے فرمایا، ''اس دل میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں''۔ (فتح الباری شرح بخاری) یہ حدیث مبارکہ بھی حیات النبی ﷺ پر ایک بہترین دلیل ہے۔

۱۰۔ ''ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے'' (کنز الایمان)

اس کی مزید وضاحت اس حدیث پاک سے ہوتی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا، ''مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ''ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے''۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث پاک میں دلوں کی مذکورہ تمام اقسام کا خلاصہ بیان فرما دیا گیا ہے، آقا

وموالیٰ ﷺ نے فرمایا، "دل کی چار قسمیں ہیں اول: صاف کیا ہوا دل جس میں نور ایمان کی روشنی ہے یہ مومن کا دل ہے، دوم: سیاہ اور اندھا دل وہ کافر کا دل ہے، سوم: وہ دل جس پر غلاف ہے اور اسکا منہ بندھا ہوا ہے وہ منافق کا دل ہے، چہارم: وہ دل ہے، جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہوں، ایمان کی تاثیر اس میں ایسی ہو گی جیسے صاف پانی سبزہ کی نشوونما کرتا ہے اور نفاق کا اثر اس میں ایسے ہوگا جیسے پیپ سے زخم مزید خراب ہو جاتا ہے۔ پس جو چیز ان دونوں میں سے بڑھ جائے گی دل پر اسی کا حکم لگایا جائے گا"۔ (احمد، طبرانی)

اسی موضوع پر تیسری حدیث بھی سن لیجیے، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے پانی سے لوہے کو زنگ لگتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، انکی صفائی کیسے ہوگی؟ فرمایا، موت کو زیادہ یاد کرنے سے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرنے سے"۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ایک اور روایت میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کو دلوں کے زنگ کا علاج بتایا گیا ہے۔

نفس کی پاکی یا قلب کی صفائی سے متعلق قرآن حکیم کے بیان کردہ تین اصول ذہن میں رکھئے اول یہ کہ قلب و نفس کی پاکیزگی کا حقیقی خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، سورہ نور آیت ۲۱ میں ارشاد ہوا، "اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے"۔ دوم یہ کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی نعمت حضور ﷺ ہی کے درِ دولت سے تقسیم ہوتی ہے، سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۱ میں ارشاد ہے، "(نبی ﷺ) تمہیں پاک کرتے ہیں"۔ سوم یہ کہ انسان کو تزکیہ قلب کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بیشک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا" (الشمس: ۹) خلاصہ یہ ہے کہ تزکیہ و تصفیہ قلب اپنی طلب و کوشش سے ملتا ہے، یہ دولت رحمت عالم ﷺ کے روحانی فیض ہی سے نصیب ہوتی ہے خواہ یہ مرشد کامل کی نظر عنایت اور توجہ سے حاصل ہو نیز یہ نعمت محض رب تعالیٰ کی عطا ہے وہ جسے چاہے بغیر محنت و مشقت کے بھی یہ نعمت عطا فرماتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ بندہ قلب کی پاکی کے لئے جلدی کرے کہ موت کا کچھ پتہ نہیں

Marfat.com

کب آجائے۔ سورۂ حدید آیت ۱۶ میں فرمایا گیا، ’’کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو انکے دل سخت ہو گئے‘‘۔ اس آیت کے شان نزول میں شیخ التفسیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ایک بار حضور ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا، تم ہنستے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس امان نہ آئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا، اتنا ہی رونا (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے جبکہ موت کی یاد، خوف خدا اور عشق رسول ﷺ میں رونا دل کو بیدار کرتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں سورہ ق آیت ۳۷ کے تحت فرماتے ہیں، ’’دل ہر قسم کی میل اور آلودگی سے پاک وصاف ہو اور تجلیات ربانی کے حصول کی استعداد رکھتا ہو اور غیر اللہ سے خالی ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو ہو (یہی اصل دل ہے) اس کی تصدیق اس حدیث قدسی سے ہوتی ہے کہ میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ آسمان میں لیکن مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔ صوفیہ کے نزدیک یہ مقام فنا کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔‘‘ احیاء العلوم میں امام غزالی نے یہ حدیث پاک بیان کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ’’اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین کا گزر بسر نہ ہوتا تو آسمان کے فرشتے اور اسرار الٰہی انہیں دکھائی دیتے‘‘۔ المنبہات میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد تحریر فرمایا ہے کہ جب زبان بگڑ جاتی ہے تو لوگ پریشان ہوتے ہیں اور جب دل بگڑ جاتا ہے تو فرشتے آنسو بہاتے ہیں۔

صوفیہ کرام دل کی مثال ایک آئینہ سے دیتے ہیں جس میں تجلیات ربانی کے مشاہدے اور انوار الٰہی کے منعکس ہونے کی صلاحیت موجود ہے اس صلاحیت کا استعمال جبھی ممکن ہے کہ دل کے آئینے کو صاف وشفاف رکھا جائے، یہ بات روزمرہ کے مشاہدے میں ہے کہ آئینہ صاف کرنے کے کچھ دیر بعد آپ اسے دیکھئے تو اس پر گرد وغبار کے ذرات نظر آئیں

Marfat.com

گے اگراس کی صفائی پر توجہ نہ دی جائے تو چند دنوں میں اس پر گرد کی تہہ جم جائے گی اور آخر کاراس میں صورت دیکھنا بھی ممکن نہ رہے گا۔ یہی حال انسانی دل کا ہے، اگر مجاہدات اورذکروفکر کے ذریعے اسکی صفائی نہ کی جائے تو یہ سیاہ ہوجاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر چیز کو چمکانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر دل کو پانچوں وقت نماز کے ذریعے صاف وشفاف رکھا جائے اور تلاوت قرآن و ذکرالٰہی سے چمکایا جائے اور پھر مسلسل مجاہدہ ومحاسبہ کے ذریعے اسکی حفاظت بھی کی جائے تو دل کا نور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ شریعت کی اتباع اور سنت کی پیروی طبیعت کا جزو اور عادت بن جاتی ہے اور پھراس آئینہ دل میں قلب مصطفیٰ ﷺ سے انوار وتجلیات الٰہی کا انعکاس ہوتا ہے اوراس قلب کی نورانیت سے دوسرے قلوب بھی فیضیاب ہوتے ہیں اس مقام پر پہنچ کر بندے کو جنت کی آرزو یا دوزخ سے بچنے کی فکرنہیں رہتی اوراسکے لئے تعریف ومذمت اورسونااورخاک یکساں ہوجاتے ہیں پھر بندہ......صرف رضائے الٰہی اورلقائے حبیب کا طالب ہوجاتا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے

فراق ووصل کوکیا ڈھونڈتا ہے محبوب کی رضا تلاش کرکیونکہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا بڑے افسوس کی بات ہے۔

باب سوم

اولیاءاللہ اور ان کی پہچان

5۔**سوال**: اولیاءاللہ کون ہوتے ہیں؟ یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ انکے کتنے درجات ہیں؟

جواب: اولیاءاللہ کا تعارف قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، ''سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے''۔ (یونس: آیت ۶۲ تا ۶۴، کنزالایمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ تو نبی علیہ السلام ہیں نہ شہید، ان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء قیامت کے دن ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے رشک کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمیں خبر دیجیے وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں بغیر آپس کی قرابت داری کے، بغیر آپس کے مالی لین دین کے تو اللہ تعالیٰ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے جب لوگ ڈریں گے یہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائی، خبردار رہو بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اولیاءاللہ رحمۃ اللہ علیہم کون لوگ ہیں؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دیدار سے خدا یاد آئے۔

(تفسیر صاوی، تفسیر مظہری)

اولیاء ''ولی'' کی جمع ہے قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ولی کے معنی قریب، محب، صدیق اور مددگار بیان کیے ہیں، کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے ولی کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ''یہ بھی

Marfat.com

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مرتبہ ولایت اس طرح عطا فرمائے کہ اسے کائنات میں تصرف واختیار سے نوازے اور اسکی تمام دعائیں قبول کی جائیں"۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، بہت سے گرد آلود بالوں والے اور لوگوں کے دروازوں سے دور رہنے والے ایسے ہیں کہ اگر کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری فرمائے گا۔ (مسلم) دوسری روایت میں ہے، "بہت سے گرد آلود بالوں اور پرانے کپڑوں والے لوگ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انکی قسم ضرور پوری فرماتا ہے"۔ (ترمذی، بیہقی)

مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم مثنوی میں فرماتے ہیں،

علم حق در علم صوفی گم شود؛ ایں سخن کے باور مردم شود

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

"حق تعالیٰ کا علم عارف صوفی کے علم میں پوشیدہ ہوتا ہے اگرچہ عام لوگوں کو یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے، ولی کی گفتگو دراصل اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے اگرچہ بظاہر بندہء خدا کے حلق سے نکلتی ہے"۔

صوفیہ کی اصطلاح میں ولی وہ ہے جس کا دل شب و روز ذکر الٰہی اور تسبیح وتہلیل میں محو اور مصروف ہو، اس کے دل میں محبت الٰہی کے سوا کسی غیر کے لئے جگہ نہ ہو اور وہ جس سے بھی محبت یا نفرت کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے۔ (تفسیر مظہری) فتوحات مکیہ میں ہے، "ولی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت ورحمت سے چاروں دشمنوں یعنی خواہشات، نفس، شیطان اور دنیا سے جہاد کرنے کی طاقت وقدرت عطا فرمادی ہو"۔ شیخ الاسلام مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں، "ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے ولایت وہبی شے ہے نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود ہی حاصل کرلے البتہ غالباً اعمال حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے"۔ (بہار شریعت حصہ اول)

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ کے بعض محبوب بندے پیدائشی ولی ہوتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام اور سرکار غوث اعظم جیلانی قدس سرہ وغیرہ جبکہ بعض بندوں کو تقویٰ وریاضت اور مجاہدوں کے بعد ولایت کا منصب عطا کیا جاتا ہے اور بعض بندوں کو کسی ولی کامل کی نگاہ کرم سے مرتبہ ولایت عطا کر دیا جاتا ہے جیسے سورہ یٰسین میں حبیب نجار کا واقعہ بیان ہوا ہے یا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں سرکار دو عالم ﷺ کی ایک نظر کرم نے ولی بنا دیا یا حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چور کا آنا اور ایک لمحہ میں مقام ولایت پر فائز کیا جانا کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نشانیوں کو آج تک باقی رکھا ہے اور اپنے اولیاء کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے تا کہ توحید الٰہی اور نبوت مصطفیٰ ﷺ کے براہین ہمیشہ ظاہر رہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو کائنات کا والی بنایا ہے اب وہ دنیا میں ذکر الٰہی اور اس کی دلیل بن گئے ہیں، انہوں نے نفس کی پیروی چھوڑ کر اللہ رحمۃ اللہ علیہم تعالیٰ کی بندگی اختیار کر لی ہے۔ اب آسمان سے بارش انہی کے صدقے میں ہوتی ہے زمین کا سبزہ انہی نفوس قدسیہ کی برکتوں سے اگتا ہے اور مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ انہی کے توجہ وفیضان سے عطا ہوتا ہے"۔

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی دو قسمیں ہیں تشریعی اولیاء۔ تشریعی اولیاء وہ متقی صالح مسلمان ہیں جنہیں قرب الٰہی حاصل ہو۔ ہر چالیس متقی مسلمانوں میں سے ایک تشریعی ولی ہوتا ہے تکوینی اولیاء، وہ مقرب بندے ہیں جنہیں دنیا میں تصرف کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ انکے بہت سے درجات ہیں مثلاً غوث، قطب، ابدال، اوتاد، ابرار، نقیب وغیرہ۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی فرماتے ہیں، "اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے سیاہ وسفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں یہ حضرات نبی ﷺ کے سچے نائب ہیں ان کو اختیارات وتصرفات حضور کی نیابت میں ملتے ہیں، علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں

ان میں بہت کو ماکان و مایکون اور تمام لوح محفوظ پر مطلع کیا جاتا ہے مگر یہ سب حضور اقدس ﷺ کے واسطہ وعطا سے، رسول ﷺ کے وسیلے کے بغیر کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔(بہار شریعت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔غوث اکبر حضور سید عالم ﷺ ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ غوث ہوئے۔پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے ان کے نائب ہوئے۔ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث ہوئے آپ غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔آپ کے بعد سے امام مہدی تک سب نائب غوث اعظم ہوں گے پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔(ملفوظات حصہ اول)

صدر الشریعہ فرماتے ہیں، "تمام اولیائے اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معرفت وقرب صدیق اکبر کو ہے پھر فاروق اعظم پھر ذوالنورین پھر مولیٰ مرتضیٰ کو رضی اللہ عنہم ہاں مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس ﷺ نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولیٰ مشکل کشا کو، تو بعد کے تمام اولیاء نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی اور انہی کے دست نگر تھے اور ہیں اور رہیں گے"۔(بہار شریعت)

داتا صاحب فرماتے ہیں، "اولیاء کرام میں سے چار ہزار اولیاء لوگوں سے مخفی رہتے ہیں یہ ایک دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے بلکہ اپنے حال ولایت سے بھی بے خبر ہوتے ہیں یہ تمام احوال میں اپنے آپ سے اور مخلوق سے مخفی رہتے ہیں۔بارگاہ الٰہی کے خصوصی مقربین ۳۰۰ ہیں انہیں اخیار کہا جاتا ہے ۴۰ ابدال ہیں، ۷ ابرار اور ۴ اوتاد کہلاتے ہیں۔ ۳ نقیب اور ایک کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے۔ان میں سے تمام ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور یہ

Marfat.com

تمام امور میں اپنے سے اعلیٰ کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔اس بارے میں روایت گواہ ہیں اور اہلسنت کا اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے"۔ (کشف المحجوب)

بعض اکابر اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی کتاب میں ان مقربین بارگاہ الٰہی کی مختلف تعداد اور مختلف نام بھی بیان کیے ہیں۔البتہ ابدال کے بارے میں مسند احمد کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ابدال ملک شام میں ہوں گے، وہ ۴۰ مرد ہیں جب ان میں ایک وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی جگہ دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے انکی برکت سے بارشیں برستی ہیں انکے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور انکی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع ہوتا ہے"۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء اللہ ہیں۔اولیاء کرام معصوم نہیں ہوتے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے کوئی ولی احکام شریعت سے سبکدوش نہیں ہو سکتا نیز ہر متقی کا ولی ہونا بھی ضروری نہیں۔کوئی ولی خواہ کتنا ہی تقویٰ اور تقرب حاصل کرلے کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اسی طرح (غیر صحابی) ولی کتنا ہی اعلیٰ مقام کیوں نہ حاصل کرلے کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

6۔**سوال**: کرامت اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟ کیا ولی ہونے کے لئے کرامت ظاہر کرنا ضروری ہے؟

جواب: نبی سے جو خلاف عادت و ناممکن بات اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہو اسے "ارہاص" کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد ظاہر ہو تو اسے "معجزہ" کہتے ہیں۔ایسی تعجب خیز بات اگر ولی سے ظاہر ہو تو "کرامت" اور اگر عام مومن سے ظاہر ہو تو "معونت" کہلاتی ہے۔اگر کافر سے کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے تو اس کو "استدراج" کہا جاتا ہے۔اولیاء کی کرامت حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے (بہار شریعت)

ہر نبی علیہ السلام کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے جبکہ ولی کے لئے کرامت کا ہونا ضروری نہیں۔کیونکہ ولی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اس کا

ثبوت دے بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ کئی اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا۔ داتا صاحب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ "صاحب معجزہ کو اپنے معجزے کا یقینی علم ہوتا ہے جبکہ ولی کو اپنی کرامت کا یقینی علم نہیں ہوتا۔ صاحب معجزہ شریعت میں تصرف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق معجزے کی ترتیب میں نفی اثبات کرتا ہے جبکہ صاحب کرامت کو اس مسئلے میں سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں پس کسی طرح بھی ولی کی کرامت نبی کی شریعت کے منافی نہیں ہوسکتی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے مقال عرفاء میں سیدنا سری سقطی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔ (رسالہ قشیریہ) مولانا جامی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے ہاتھ پر خوارقِ عادات (کرامات) ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق جو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔" (مقال عرفا ص ۴۲ بحوالہ نفحات الانس)

بہار شریعت میں ہے، "مردے زندہ کرنا، پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خوارق عادات (ناممکن باتیں) اولیاء سے ممکن ہیں سوائے اس معجزہ کے جسکی بابت دوسروں کے لئے ممانعت ثابت ہو چکی جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا یا دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلام حقیقی سے مشرف ہونا"۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا کی کرامت سورہ نمل میں مذکور ہے کہ آپ نے سینکڑوں میل کی مسافت سے پلک جھپکنے سے قبل تخت بلقیس کو دربار سلیمانی میں حاضر کر دیا۔ سورہ آل عمران میں حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت بیان کی گئی ہے کہ بوقت ضرورت انکے غیب سے کھانا پانی موجود ہوتا ہے۔ اس

Marfat.com

کے علاوہ بکثرت کرامات کتب تفاسیر واحادیث میں منقول ہیں بلکہ مشکوٰۃ شریف میں کرامات کا پورا باب موجود ہے۔جس میں بارہ احادیث ہیں۔

ہر ولی کی کرامت اس کے نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ولایت کے لئے کرامت کا ہونا ضروری نہیں۔سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت مروی نہیں، بیشمار اولیاء اللہ بھی ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ کئی اولیاء کرام ایسے بھی تھے جو کرامات ظاہر کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ داتا صاحب فرماتے ہیں کہ ”میرے مرشد فرماتے تھے کہ اگر ولی اپنی ولایت ظاہر کرے تو یہ اس کی ولایت کے لئے نقصان دہ نہیں لیکن اگر وہ تکلف کے ساتھ اس کا اظہار کرے تو یہ تکبر ہے“۔حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں، ”سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترھواں درجہ کرامت ہے اگر سالک اسی درجہ میں رہ جائے تو وہ باقی کے ۸۳ درجوں تک کیسے پہنچے گا۔(فوائدالفواد)

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی یہ کرامات حق ہیں لیکن صرف یہ سمجھنا کہ جو کرامت دکھائے گا۔وہی ولی ہوگا یہ بالکل غلط نظریہ ہے موجودہ دور میں اہل اللہ سے لوگوں کو دور کرنے میں ان ظاہر بیں جہلا کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔جنہوں نے ایسے غلط نظریات کا چرچا کر کے یہ تصور پھیلایا کہ ولی وہ شخص ہوگا جو دن رات کرامات دکھاتا ہو، جو کوئی اسکے پاس جائے وہ اسکے دل کی باتیں بتانا شروع کردے اور یہی نہیں بلکہ وہ اسکے مستقبل کے حالات اور غیبی خبریں بھی بتاتا ہو، ہوا میں مصلیٰ بچھا کے نمازیں پڑھتا ہو وغیرہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انفاس العارفین میں فرماتے ہیں کہ ”کشف کے سر پر جوتا یعنی اہل تصوف کے نزدیک استقامت معتبر ہے نہ کہ کرامت“۔اسی لئے صوفیہ فرماتے ہیں الاستقامة فوق الكرامة یعنی (دین پر) استقامت کا درجہ کرامت سے بہت بلند ہے۔

یہ مسئلہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ انداز میں سمجھایا ہے، آپ فرماتے ہیں، ”شیخ سعد الدین حمویہ ایک مرد بزرگ تھے، شہر کا حاکم انکا عقیدتمند نہیں تھا ایک

Marfat.com

دن حاکم شہر آپ کی خانقاہ پہنچا، آپ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کچھ سیب منگوائے، ان میں ایک سیب خاصا موٹا تھا حاکم کے ذہن میں خیال آیا کہ اگر شیخ کامل ولی ہیں تو یہ موٹا سیب مجھے دے دیں۔ جیسے ہی حاکم کے دل میں یہ خیال آیا شیخ نے وہ سیب اٹھالیا اور حاکم سے کہا، ایک دفعہ میں سفر میں تھا دوران سفر ایک شہر میں مجمع دیکھا، ایک بازی گر کرتب دکھا رہا تھا اس نے ایک گدھے کی آنکھوں پر کپڑا باندھ رکھا تھا پھر اس نے ایک انگوٹھی تماشائیوں میں سے کسی کے ہاتھ پر رکھ دی اور لوگوں سے کہنے لگا جس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اسے گدھا ڈھونڈ لے گا۔ پھر وہ گدھا لوگوں کے پاس چکر لگانے لگا وہ سب کو سونگھتا ہوا اس آدمی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا بازی گر نے آ کر اس آدمی کے ہاتھ سے انگوٹھی لے لی اس حکایت کو بیان کر کے شیخ نے والی شہر سے فرمایا، اگر کوئی شخص اپنے کشف اور کرامت کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس بازی گر کے گدھے کے درجے پر رکھتا ہے اور اگر وہ اس بارے میں کچھ نہیں کہتا تو تمہارے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ اس میں باطنی فراست نہیں، شیخ نے یہ فرما کر سیب حاکم شہر کے سامنے رکھ دیا"۔ (فوائد الفواد)

عارف کامل حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ، سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں فرماتے ہیں، "ولی پر اپنا حال چھپانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام پر اپنی نبوت کو ظاہر کرنا۔ ولی کی ولایت اگر مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں البتہ قصداً اسے اپنی ولایت ظاہر نہیں کرنی چاہیے حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ سے لوگوں نے کرامت کا مطالبہ کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہوگی کہ اتنے گناہوں کے باوجود زمین پر چل رہا ہوں۔ اللہ اکبر!

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمایا یہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ بطخ اور مولا (جو چڑیا کی ایک قسم ہے) بھی پانی پر چلتے ہیں لوگوں نے کہا فلاں ہوا میں اڑتا ہے فرمایا، چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں لوگوں نے کہا کہ فلاں پل بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے فرمایا، شیطان ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب

Marfat.com

چلا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، مرد تو وہ ہے جو مخلوق میں رہ کر اس سے محبت اور تعلق رکھے، شادی کرے، دنیاوی امور میں الجھ جائے لیکن پھر بھی اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو"۔

7۔سوال: یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ولی کے لئے کرامت ضروری نہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ولی کی پہچان کیسے کی جائے؟

جواب: قرآن حکیم میں اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔" (یونس ۶۳) سورہ مریم آیت ۹۶ میں ارشاد ہوا، بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب رحمان انکے لئے محبت کر دے گا"۔ یعنی انہیں اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں انکی محبت ڈال دے گا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبریل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اے اہل آسمان! اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس نیک بندے کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں جسے تفسیر مظہری میں بیان کیا گیا ہے، رسول معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے بہتر ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جب انکا دیدار ہو خدا یاد آ جائے کیونکہ انکا دل ایسا آئینہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی شے ایسے آئینہ کے سامنے رکھی جائے جس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں تو وہ بھی روشن اور چمکدار ہو جاتی ہے۔

ان احادیث مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ ولی وہ ہے جسے مسلمان ولی اور مقرب جانیں اور دوسری علامت یہ ہے کہ انکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ یہ بات بھی عرض کردوں کہ ولی کے بارے میں یہ سوچنا صحیح نہیں کہ کوئی انکا مخالف ہی نہیں ہوگا سب عقیدت مند ہی ہوں گے۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اولیاء وصوفیہ کرام تو کسی کو برا نہیں کہتے تھے محض خدمت خلق انکا شعار تھا۔ یہ محض شیطانی دھوکا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جابجا نیکی کا حکم دینے اور بدی سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے اولیاء کرام سے زیادہ کون اس فریضے کی اہمیت سے آگاہ ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ اہل اللہ نے ہر دور میں کلمہ حق بلند کیا ہے اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب بھی برائی اور شر کی مذمت کی جائے گی برائی اور شر کو پسند کرنے والے اہل حق کے راستے میں مشکلات اور رکاوٹیں ڈالنے کی بھرپور کوشش کریں گے اس لئے قرآن عظیم نے یہ بات واضح فرمادی ہے، "اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سناؤ ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ ہیں جن پر انکے رب کی درودیں ہیں اور رحمت، اور یہی لوگ راہ پر ہیں"۔

(البقرۃ ۱۵۵ تا ۱۵۷: کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے ملفوظات شریف میں بیان فرمایا ہے کہ ایک صاحب ولایت نے کسی دور دراز مقام سے محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا راہ میں جس سے حضرت محبوب الٰہی کا حال دریافت فرماتے لوگ تعریف ہی کرتے، انہوں نے اپنے دل میں کہا میری محنت ضائع ہوئی کیونکہ اگر یہ حق گو ہوتے تو کچھ لوگ ضرور انکی برائی کرتے جب دہلی کے قریب پہنچے اور لوگوں سے پوچھا تو مذمتیں سنیں، کوئی کہتا کہ وہ دہلی کا مکار ہے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ۔ انہوں نے کہا، الحمدللہ میری محنت وصول ہوئی۔ آپ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ہی کی مثال لیجئے۔ انگریز دور میں

Marfat.com

جب شان مصطفیٰ ﷺ میں گستاخیوں کا فتنہ شروع ہوا تو آپ نے بدمذہبوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ بارگاہ رسالت کے گستاخوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں، ''برملا فحش گالیاں دیتے ہیں بعض خبثا تو مغلظات سے بھرے ہوئے بے رنگ خطوط بھیجتے ہیں پھر ایک نہیں واللہ اعلم کتنے خطوط آتے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں اس سے زیادہ میری ذات پر حملہ کریں میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین کی ڈھال بنایا، کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کی توہین وتنقیص سے باز رہتے ہیں ادھر سے کبھی اسکے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت پر نثار ہی ہونے کے لئے ہے، قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا، ''البتہ تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔ بڑے بڑے آئمہ ومجتہدین وصحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم تو مخالفین کے سب وشتم سے بچے نہیں یہ در کنار جب اللہ واحد قہار اور اسکے پیارے حبیب ومحبوب احمد مختار ﷺ کی شان گھٹانی چاہی، انہیں عیب لگائے تو اور کوئی کس گنتی میں،'' (ملفوظات حصہ دوم)

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے کچھ باتیں بھی عرض کر چکا ہوں ان میں سے یہ نکتہ خاص توجہ کے لائق ہے کہ مومن اور متقی ہی ولی ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا پر چار زانو بیٹھتا ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ فرض، واجب، مکروہ، حرام اور محافظت حدود وآداب شریعت میں کیسا ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

اس طرح عارف باللہ سیدنا ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام طریقت سیدنا ابو علی رود باری بغدادی سے سوال کیا گیا ہے کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا فرمایا، ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔ (رسالہ قشیریہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مقال عرفاء میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ

Marfat.com

کا یہ قول نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں، ''اے عاقل اے طالب حق! دیکھ یہ مشائخ طریقت وارباب حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کررہے ہیں اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس اسی سیدھی راہ چلنے کے سبب اور ان سے یا انکے سوا اور اولیاء کاملین رحمۃ اللہ علیہم کے سرداروں میں سے کسی سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی ہو یا اسکے قبول کرنے سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اسکے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی بنیاد سنت محمدی ﷺ پر ہی رکھتے ہیں تو ہرگز تجھے دھوکہ میں نہ ڈالیں ان جاہلوں کی حد سے گزری ہوئی باتیں جو سالک بنتے ہیں حالانکہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور صراط مستقیم چھوڑ کر جہنم کی راہ چلتے ہیں''۔

Marfat.com

باب چہارم

طلب مرشد وضرورت بیعت

8۔سوال: طلب مرشد کیوں ضروری ہے؟اس سلسلے میں قرآن وسنت کی تعلیمات ارشاد فرمایئے نیز عقلی دلائل بھی بیان کیجئے؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے،''بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا اور نماز پڑھتا رہا، البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت اس سے بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے''۔(الاعلیٰ: ۱۴ تا ۱۷)ان آیات سے معلوم ہوا کہ فلاح وکامیابی کے حصول کے لئے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن بے حد ضروری ہے۔جس طرح استاد کی شاگردی اختیار کئے بغیر کوئی فن آسانی سے اور کامل طور پر نہیں سیکھا جا سکتا اسی طرح مرشد کامل کی بیعت کے بغیر باطنی پاکیزگی اور تزکیہ نفس بہت مشکل ہے۔مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں،

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر، ہست بس پر آفت وخوف وخطر'' پیر کا دامن تھام لے کہ یہ سفر بغیر پیر کے آفتوں اور خوف وخطر سے پر ہے''۔

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ، ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ'' یہ (طریقت کا) راستہ وہ ہے جو تو نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، خبردار اس راستے پر تنہا نہ جا اور رہبر ومرشد سے ہرگز منہ نہ موڑ''۔

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد، او ز غولاں گمراہ و در چاہ شد'' جو شخص بھی بغیر مرشد کے اس راستے پر چلتا ہے وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہو جاتا ہے''۔

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول، بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول'' اے نا سمجھ! اگر پیر کا سایہ نہ ہو تو شیطانی وسوسے تجھے بہت پریشان کریں گے''۔(مثنوی شریف)

طریقت کا اہم مقام مرتبہ احسان کا حصول ہے اور اس سے بھی اعلیٰ قرب الٰہی کی وہ منزل ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے اور جس کے بارے میں حدیث

پاک میں ارشاد ہے، من کان للہ کان اللہ لہ ''جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا''۔ اور شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ، کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

''اے مسلمان! تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی نہ کرتا کہ کوئی شے تیرے حکم سے، روگردانی نہ کرے''۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی عطا فرمائی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان طریقت و معرفت کے اعلیٰ درجے کو حاصل کیے ہوئے تھے لیکن جب وہ اپنے مرشد کامل رحمت عالم ﷺ کی محفل سے دور ہوتے تو اپنے قلب کی کیفیت کو متغیر پاتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حنظلہ ابن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور میرا حال پوچھا میں نے عرض کی حنظلہ رضی اللہ عنہ تو منافق ہو گیا فرمایا، سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو میں نے عرض کی ہم آقا و مولیٰ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو حضور ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر سناتے ہیں اور ہم جنت و دوزخ کو اپنی نگاہوں کے سامنے محسوس کرتے ہیں لیکن جب ہم حضور ﷺ کے پاس سے گھر آتے ہیں تو بیوی، بچوں اور مال و اسباب میں مصروف ہو کر ہمارے دل کا حال پہلے جیسا نہیں رہتا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ معاملہ تو سب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ پھر ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ عرض کیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو تمہارے دل کا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ کبھی کبھی۔ (یعنی کبھی مشاہدہ حق پر ساری توجہ رہے اور کبھی جائز دنیاوی امور بھی انجام دیئے جائیں)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مرشد کامل کی صحبت قلب کو پاکیزگی اور معرفت ربانی عطا کرتی ہے اگر ہم موجودہ ماحول اور معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں تزکیہء نفس و

Marfat.com

مرتبۂ احسان کا حصول بہت مشکل نظر آتا ہے یہاں تو قدم قدم پر شیاطین جن وانس اور نفس امارہ کے مکر وفریب کے خطرات موجود ہیں۔ اس پر فتن دور میں تو بیعت مرشد کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے اور اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کسی ایسی ہستی کا دامن پکڑا جائے جو اس راہ سے واقف ہو اور علوم شریعت وطریقت کا جامع ہو اور طالبان حق کی راہنمائی کا فریضہ احسن طور پر سرانجام دے سکے۔ عارف باللہ سیدنا ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ''مرید پر واجب ہے کہ وہ کسی شیخ سے آداب طریقت سیکھے کیونکہ اگر اس کا کوئی استاد نہ ہو تو وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا''۔ (رسالہ قشیریہ)

مولانا روم مثنوی علیہ الرحمۃ لقیوم شریف میں فرماتے ہیں۔ ''اے غافل! تو نیند کا متوالا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے راستے پر سو، ہوسکتا ہے کہ کوئی سالک تجھے مل جائے اور تجھے غفلت کی نیند سے بیدار کردے۔ پھر فرمایا، اگر چہ تو شیر ہے مگر جب تو بغیر راہنما کے راستہ طے کرے گا تو لومڑی کی طرح گمراہ وذلیل ہوجائے گا، خبردار شیخ کامل کے پروں کے بغیر پرواز نہ کرنا، پھر تجھے شیخ کے لشکروں کی مدد نظر آئے گی''۔

آیئے اب قرآن مجید سے اس مسئلے میں راہنمائی حاصل کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ''۔ (مائدہ: ۳۵) اس آیت مقدسہ میں وسیلہ سے مراد ایمان نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے، وسیلہ عمل صالح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ تقویٰ میں اعمال صالحہ بھی شامل ہیں پس وسیلہ سے مراد مرشد کامل کی بیعت ہے۔ یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے القول الجمیل میں بیان فرمائی۔ لسان العرب میں ہے، ''وسیلہ وہ ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے''۔ یہ وسیلہ علماء حقیقت ومشائخ طریقت ہیں''۔ (تفسیر جواہر التنزیل) مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وسیلہ سے بیعت مرشد مراد لی ہے بلکہ آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ،

مولوی ہرگز نشد مولائے روم　　　تا غلام شمس تبریزی نشد

Marfat.com

میرے پیرومرشد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے،

وصل مولا چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو

بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

دوسری آیت میں ارشاد ہے، ''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔ (توبہ:۱۱۹) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا، ''ان کے راستے پہ چل جو میری طرف متوجہ ہوئے''۔ (لقمان:۱۵) مزید ارشاد ہوا، ''اور اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے''۔ (الانبیاء:۷) مزید ایک جگہ ارشاد ہوا ''اور جسے وہ گمراہ کرے اس کے لئے تم نہ کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد''۔ (الکہف:۱۷) ان آیات سے بھی علماء کرام نے طلب مرشد اور مرشد سے وابستگی پر استدلال کیا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، (ترجمہ) ''تیرے بدن میں یہ بے معنی جان، غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ھے جب باہر نکلے جلانے کی چیز ہے۔ میدان جنگ (یعنی میدان حشر) میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا پہلے دیکھ لے تاکہ کام خراب نہ ہو (اس دنیا میں ہی تزکیہ نفس کرتا کہ قیامت میں پچھتانا نہ پڑے)، اصل تلوار (یعنی پاک روح) تو اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے، اگر اپنی روح کو قیمتی بنانا ہے تو اولیاء کی صحبت اختیار کرو۔ تھوڑی دیر اولیاء کی صحبت میں رہنا سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے اے انسان! اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہے تو بھی اہل دل کی صحبت اور نظر کرم سے موتی بن جائیگا، کسی حقیقی دولت والے کا دامن تھام لے تاکہ اس کی بزرگی سے تو بھی بلندی پالے، نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی جبکہ بد بخت کی صحبت تجھے بد بخت بنائے گی''۔

(مثنوی جلد اول)

ولی کامل قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے، ''انجن یہ نہیں دیکھتا کہ اسکے پیچھے فرسٹ کلاس کا ڈبہ ہے یا تھرڈ کلاس کا وہ تو اپنی طاقت کے مطابق سب کو کھینچ لیتا ہے بشرطیکہ اس سے کڑی مضبوط ملی ہو، اسی طرح بلا تشبیہ مسلمان گویا ریل کے ڈبے ہیں اور

Marfat.com

اولیاء اللہ ان کی مضبوط کڑیاں، اور سید عالم ﷺ سب کے آقا ور ہبر، پس اگر ہم نے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا دامن مضبوط تھاما، تو انشاء اللہ ضرور منزل مقصود پر پہنچیں گے"۔

دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے انسان اس دنیا میں ایمان اور نیکیوں کی دولت جمع کرتا ہے اور جب اسکے راہ آخرت کے سفر پر روانہ ہونے کا وقت قریب آتا ہے تو شیطان کے ڈاکے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر انسان یہ قیمتی دولت اولیاء کاملین رحمہم اللہ کی حفاظت میں سونپ دے تو انشاء اللہ ایمان محفوظ رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کا جب وقت آیا تو شیطان آیا کیونکہ اس وقت شیطان بھرپور کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان سلب ہو جائے۔ اس نے پوچھا اے رازی! تم نے ساری عمر مناظروں میں گزاری بتاؤ تمہارے پاس خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث معلم الملکوت رہ چکا ہے اس نے وہ دلیل علم کے زور سے توڑ دی۔ آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی توڑ دی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب توڑ دیں اب آپ سخت پریشان و مایوس ہوئے۔ شیطان نے کہا، اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے؟ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے میلوں دور کسی مقام پر وضو فرما رہے تھے اور چشم باطن سے یہ مناظرہ بھی دیکھ رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی، رازی! کہہ کیوں نہیں دیتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔ امام رازی رحمہ اللہ نے یہ کہا اور حالت ایمان میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (ملفوظات چہارم)

سچ ہے کہ

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں بہت پیاری بات ارشاد فرمائی، آپ ان کتوں کی مثال دیتے ہیں جن کے گلے میں کسی مالک کا ڈالا ہوا پٹا موجود ہوتا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ جب آوارہ کتے ختم کرنے کی بلدیہ کی طرف سے مہم چلائی جاتی ہے

Marfat.com

تو انہیں یہ حکم بھی دیا جاتا ہے کہ خبردار ہرگز کسی پٹے والے کتے کو نہ مارنا ورنہ اسکا مالک ہم پر مقدمہ کردے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ دزدِ رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا
تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

پیر طریقت حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انسان کا نفس کتا ہے اس کے گلے میں شیخ کا پٹا ڈالو تا کہ مارا نہ جائے، شیخ کامل کی بیعت نفس کا پٹا ہے اور شجرہ اسکی زنجیر۔ اگر یہ پٹا قائم رہے تو انشاء اللہ نفس بہک نہ سکے گا۔ مرشد کامل کی بیعت پر ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ از خود نماز پڑھتا رہے یا کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ اقرار کرے کہ میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کروں گا،نفسیاتی طور پر اس اقرار کا اثر انسان کے ذہن پر زیادہ ہوتا ہے،اس طرح احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے۔ مزید یہ کہ انسان کو یہ احساس بھی رہتا ہے کہ مجھ سے پیر و مرشد نماز کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں یا یہ کہ میرے پیر بھائی تو نمازی ہیں اگر میں نماز نہ پڑھوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ بیعت مرشد کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں،" فلاح کی دو قسمیں ہیں،فلاح ظاہری اور فلاح باطنی۔ فلاح ظاہری یہ ہے کہ دل اور بدن دونوں پر جو احکام الٰہی ہیں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے۔ نفس کی بری عادات اگر ختم نہ ہوسکیں تو معطل ضرور رہیں، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے سخاوت کرے، حسد پاتا ہو تو بھی کسی کا برا نہ چاہے کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اسکے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے یہی فلاح تقویٰ ہے کہ آدمی اس سے سچا متقی ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

فلاح باطنی یہ ہے کہ دل وجسم سے تمام بری صفات دور کی جائیں اور پھر اچھی صفات اختیار کر کے شرک خفی (یعنی ریا) کو مکمل ختم کیا جائے یہاں تک کہ لامقصود الا اللہ، پھر لامشہود الا اللہ کی تجلیاں جلوہ گر ہوں۔ یعنی پہلے دل غیر کے خیال سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو اور پھر حق کی حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب سائے اور عکس۔ یہ فلاح احسان ہے۔ فلاح تقویٰ میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا آرام تھا اور فلاح احسان اس سے عظیم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر، کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی پاس نہیں آتا، یہ مقام ولایت ہے۔ ان دونوں قسموں کی فلاح کے لئے پیر و مرشد سے تعلق بیحد ضروری ہے"۔ (فتاویٰ افریقہ ملخصاً)

9۔**سوال**: بیعت کسے کہتے ہیں؟ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے یہ بھی فرمائیں کہ پیر و مرشد میں کن صفات کا پایا جانا ضروری ہے؟

جواب: بیعت کے معنی ہیں خود کو بیچ دینا یا بک جانا، بیعت کی اصل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درخت کے نیچے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اور اس کا ذکر قرآن پاک کی سورہ فتح میں ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بیشک جو لوگ آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے"۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں اسی لئے آپ ﷺ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے۔ معلوم ہوا کہ خلیفہ سے بیعت اصل سے بیعت ہوتی ہے لہٰذا ہم بالواسطہ طور پر جان کائنات ﷺ ہی سے بیعت کی نسبت قائم کرتے ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، "پیر کامل کے سوا کسی کو ہاتھ نہ پکڑاؤ، کیونکہ اسکے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کی دستگیری حاصل ہے۔ اے مرید! وہ اپنے وقت کے نبی علیہ السلام کا مظہر ہے کیونکہ اس سے نبی کا نور جھلکتا ہے۔ تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا اور ان بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھی بن گیا ہے"۔

(مثنوی جلد ۵)

Marfat.com

علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں، فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کرام سے اکتساب فیض کا ثبوت ملتا ہے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیا کرتے تھے کبھی ہجرت اور جہاد پر، کبھی اطاعت وفرمانبرداری پر، کبھی ارکان اسلام پر قائم رہنے پر جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ذکر ہے اور کبھی گناہوں کو ترک کرنے پر جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ملفوظات شریف جلد ۲ میں حضور ﷺ کے حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے تین بار بیعت لینے کا ذکر فرمایا ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ بیعت لینا نبی کریم ﷺ کی سنت اور بیعت ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت سے ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ''اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کام حضور ﷺ سے عبادت کے طریق پر ثابت ہوا وہ سنت ہے لہٰذا بیعت کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں''۔ (القول الجمیل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ عورتوں سے صرف کلام کے ذریعے بیعت لیتے تھے اور آپ ﷺ کا دست مبارک کبھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔ (بخاری)

امام اہل سنت نے فتاویٰ افریقہ میں اس موضوع پر بہت عمدہ اور مدلل گفتگو فرمائی ہے اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں، ''مرشد کی دو قسمیں ہیں عام: جو کہ کلام اللہ، کلام الرسول، کلام ائمہ شریعت وطریقت اور کلام علماء حق ہے۔ یعنی عوام کا راہنما علماء حق کا کلام، ان کا راہنما ائمہ کا کلام، ان کا راہنما رسول اللہ ﷺ کا کلام اور حضور کا مرشد اللہ تعالیٰ کا کلام۔ فلاح ظاہری اور فلاح باطنی دونوں کے لئے اس مرشد عام کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جدا ہے بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ اور اسکی عبادت برباد وتباہ۔

خاص: یہ کہ بندہ کسی سنی صحیح العقیدہ، عالم شریعت وطریقت جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہاتھ دیدے۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں،

(الف) شیخ اتصال: وہ ہے جسکے ہاتھ پر بیعت کرنے سے مرید کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک متصل ہو جائے اس کے لئے چار شرائط ہیں:

ا۔شیخ کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک صحیح متصل ہو کیونکہ منقطع ذریعہ سے اتصال ممکن نہیں۔

(ا) بعض لوگ بغیر بیعت، محض وراثت کے زعم میں اپنے باپ دادا کے سجادہ نشین بن جاتے ہیں۔

(ب) یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اجازت مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

(ج) یا سلسلہ ہی وہ ہے کہ قطع کر دیا گیا اور اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس اس میں اجازت وخلافت دیتے چلے آتے ہیں۔

(د) یا سلسلہ فی نفسہ صحیح تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو جامع شرائط نہ ہونے کی وجہ سے قابل بیعت نہ تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے اتصال ہرگز حاصل نہ ہوگا، بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی بات نادانی وحماقت ہے۔

2۔شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔بد مذہب وگمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔آج کل بہت سے بد دینوں بلکہ بے دینوں حتیٰ کہ وہابیہ نے جو کہ سرے سے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے منکر و دشمن ہیں، گمراہ کرنے کیلئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ہوشیار، خبردار، احتیاط، احتیاط بقول مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست، پس بہ ہر دستے نباید داد دست

"بہت سے آدمی ابلیس کے روپ میں ہیں، لہٰذا بغیر تحقیق کے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا"۔

3۔عالم دین ہو، علم فقہ اسکی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہے اور عقائد اہلسنت سے مکمل واقف ہونا لازمی ہے کفر واسلام کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ وہ آج بد مذہب نہیں تو کل ہو جائے گا۔سینکڑوں کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل جہالت کے

Marfat.com

باعث اس میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے کفریہ قول یا فعل صادر ہوا اور بغیر جانے توبہ ممکن نہیں، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے۔ اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ہو تو ڈر بھی جائے اور توبہ بھی کر لے مگر جو پیری کے سجادے پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں انکی عظمت جو خود ان کے قلوب میں ہے انہیں کب قبول کرنے دے۔ قرآن میں ارشاد ہوا،

''اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو خلا پیدا کریں تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی، ایسے کو دوزخ کافی ہے''۔ (البقرہ:۲۰۶)

اور اگر ایسے بھی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا؟ صرف اتنا کہ خود توبہ کرلیں گے کفریہ قول و فعل سے۔ جو بیعت فسخ ہوگئی چاہیے تو یہ کہ اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس نئے شیخ کے نام سے دیں، اگر چہ وہ شیخ اول کا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے، وہ نہ اس پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں، مرید کرنا چھوڑ دیں پس لازماً وہی سلسلہ جو ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے لہٰذا عقائد کا عالم ہونا لازمی ہے۔

4۔ فاسق معلن نہ ہو۔ اس شرط کا اگر چہ حصولِ اتصال سے تعلق نہیں کیونکہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں مگر پیر کی تعظیم لازمی ہے اور فاسق کی توہین واجب اور دونوں باتوں کا پایا جانا باطل اس لئے پیر کا فسق سے بچنا لازم ہے۔

(ب) شیخ ایصال: جو مذکورہ بالا شرائط کا بھی جامع ہو اور مفاسد نفس اور شیطانی فریب کاریوں سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متوسل پر مکمل شفقت رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات راہ میں پیش آئیں انہیں حل فرمائے، نہ محض سالک ہو اور نہ نرا مجذوب، عوارف المعارف میں ہے کہ ''یہ دونوں ہی پیری کے قابل نہیں''۔ کیونکہ ایک ابھی خود راہ میں ہے اور دوسرا تربیت کے طریقے سے غافل۔ بلکہ وہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب اور پہلا بہتر ہے۔

بیعت کی بھی دو قسمیں ہیں

1۔ **بیعت برکت:** یعنی صرف تبرک کے لئے بیعت ہو جانا۔ آجکل عام بیعتیں یہی ہیں وہ

بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہت سے لوگوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے وہ خارج از بحث ہیں۔ اس بیعت کے لئے شیخ اتصال جو چاروں شرائط کا جامع ہو، کافی ہے۔ یہ بیعت بھی بیکار نہیں بہت مفید ہے اور دنیا و آخرت میں اسکے فائدے ہیں محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا اور ان سے سلسلہ متصل ہو جانا بھی سعادت ہے۔

اول: ان خاص خاص غلاموں اور سالکان راہ طریقت سے اس امر میں مشابہت ہو جاتی ہے اور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں، "من تشبہ بقوم فھو منھم" "جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے"۔ (ابو داؤد)

دوم: ان ارباب طریقت کے ساتھ ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانا بھی نعمت ہے۔ حدیث پاک میں ہے، ان کا رب عزوجل فرماتا ہے، ھم قوم لا یشقی بھم جلیسھم "وہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا"۔ (بخاری و مسلم)

سوم: محبوبان خدا رحمت والے ہیں وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔ بہجۃ الاسرار شریف میں ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص آپ کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہو اور نہ خرقہ پہنا ہو، کیا وہ آپ کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا، جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ کی توفیق دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے"۔

2۔ بیعت ارادت: یہ ہے کہ اپنا ارادہ و اختیار ختم کر کے خود کو شیخ کامل، واصل بحق کے سپرد کر دے، اسے اپنا حاکم، مالک اور متصرف جانے، اسکے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بغیر اس کی مرضی کے نہ رکھے، اسکے لئے مرشد کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اسکے کچھ کام اگر صحیح معلوم نہ ہوں تو بھی انہیں افعال خضر علیہ السلام کی مثل سمجھے اور اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے غرض یہ کہ اسکے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہی سالکین کی

Marfat.com

بیعت ہے اور یہی مشائخ مرشدین کا مقصود ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے اور یہی بیعت حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لی ہے جیسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری اور ہر خوشی و ناگواری میں آپ کا حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون و چرا نہ کریں گے''۔

10۔**سوال**: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو باتیں پیرانِ کرام بتاتے ہیں وہ ہم پہلے ہی جانتے ہیں اور بغیر بیعت ہوئے بھی ہم نمازیں پڑھتے ہیں لہٰذا ہمیں بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ خیال شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: اس خیال کو شیطان کا وسوسہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ تقریباً ایسا ہی سوال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کا مفصل جواب اعلیٰ حضرت کی تصنیف نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی کے چند نکات عرض کرتا ہوں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں، قرآن و حدیث میں شریعت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان شریعت کے مسائل ہیں اور ان آسان مسائل کا یہ حال ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین انکی تشریح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماء کرام ائمہ مجتہدین کے اقوال کی تشریح نہ کرتے تو عوام ائمہ کے ارشادات سمجھنے سے بھی عاجز رہتے اور اب بھی اگر اہل علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں۔ ہزاروں غلطیاں کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ اس لئے یہ اصول مقرر ہے کہ عوام علماء حق کا دامن تھامیں اور وہ علماء ماہرین کی تصانیف کا، اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن و حدیث کا، جس نے اس سلسلے کو کہیں سے توڑ دیا وہ ہدایت سے اندھا ہوگیا اور جس نے ہادی کا دامن چھوڑا وہ عنقریب کسی گہرے کنوئیں میں گرا چاہتا ہے۔

عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں، ''اگر بالفرض اہل زمانہ اپنے اوپر

Marfat.com

والوں کے بجائے ان سے بھی اوپر والوں کی طرف تجاوز کر جائیں (اور درمیانی واسطہ چھوڑ دیں) تو انکا سلسلہ نبی کریم ﷺ سے منقطع ہو جائے گا"۔ یعنی اگر حضور ﷺ قرآن کی تفصیل وتشریح اپنی شریعت سے نہ فرماتے اور ائمہ مجتہدین سنت نبوی کی تفصیل نہ بیان فرماتے اور اسی طرح ہر دور کے علماء اپنے اکابر علماء سے علم حاصل کرنے کے بعد اسکی تشریح نہ فرماتے تو شریعت ہم تک کیسے پہنچ پاتی یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین کی کتابوں کی شرحیں لکھی گئیں اور پھر ان شرحوں پر بھی حاشیے لکھے جاتے ہیں۔ غیر مقلدین اسی سلسلے کو توڑ کر گمراہ ہوئے۔

جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو پھر واضح ہے کہ مرشد کامل کے بغیر اسرار معرفت قرآن وحدیث سے خود نکال لینا کس قدر محال ہے یہ راہ سخت باریک اور مرشد کی روشنی کے بغیر سخت تاریک ہے۔ بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچادیا، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا دعویٰ کرے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں آدمی کتنا ہی بڑا عالم عامل زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے، بغیر اسکے ہرگز چارہ نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں،

"پس معلوم ہوا اس تمام گفتگو سے جو ہم نے ثابت کی ہے کہ شیخ پکڑنے کا وجوب ہر عالم کے لئے ہے جو عین شریعۃ الکبریٰ کے مشاہدے تک پہنچنے کا طلبگار ہو، اگرچہ اسکے تمام ہم عصر اسکے علم وعمل اور زہد وتقویٰ پر متفق ہو کر اس کو قطبیت کبریٰ کا لقب دیں کیونکہ صوفیاء کے راستے کی کچھ شرطیں ہیں جن کو سوائے ان محققین کے کوئی نہیں پہچان سکتا نہ کہ وہ لوگ جو صرف اپنے دعاوی اور اوہام کے ساتھ ان میں داخل ہوتے ہیں اور بسا اوقات جس کو انہوں نے قطب کا لقب دیا ہوتا ہے وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ کسی حقیقی قطب کا مرید ہو"۔

یہ اس کے لئے ہے جو اس راہ پر چلنا چاہے اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر راہ سلوک نہ چاہیں تو بھی انہیں توسل کے لئے شیخ کی حاجت ہے اگرچہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو کافی ہے وہ فرماتا ہے "کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں"، مگر قرآن عظیم نے حکم دیا

Marfat.com

"اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو" اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور رسول معظم ﷺ کی طرف وسیلہ مشائخ کرام سلسلہ بہ سلسلہ، جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی قطعی ناممکن ہے اسی طرح حضور ﷺ تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ صاحب شفاعت ہیں، اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہوں گے اور انکے حضور علماء واولیاء اپنے اپنے مریدوں کی شفاعت کریگے۔ مشائخ کرام دنیا و دین ونزع وقبر وحشر سب حالتوں میں اپنے مریدوں کی امداد فرماتے ہیں، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد ہے، "ائمہ، فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور اپنے متبعین اور مریدین کا نزع کی حالت میں روح کا نکلنا اور منکر ونکیر کے سوالات، حشر ونشر اور حساب اور میزان پر اعمال تولے جانا اور پل صراط پر سے گزرنا ملاحظہ فرماتے ہیں اور ان تمام مقامات میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے"۔

اس محتاج بے دست وپا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے کہ نور مجسم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ وعلاقۂ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مرد مومن کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے جاننے والوں کی سفارش کرے۔ اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور بالفرض اور کچھ نہ بھی ہوتا تو نبی مکرم ﷺ تک سلسلہ بیعت متصل ہونیکی کیا کم برکتیں تھیں کہ جس کے لئے علماء کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں۔

پس اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اسناد اور سلاسل کا کیا کہنا خصوصاً سلسلہ عالیہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم قطب عالم، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم وآباءہ الکرام وعلیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔ اور فرماتے ہیں، اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑلوں گا۔ اسی لیے حضور غوث اعظم کو پیردستگیر (ہاتھ پکڑنے والے پیر) کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں، اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب

Marfat.com

میں ہوں اور اس کا ستر (پردہ) کھلنے میں ڈھانک دوں گا۔اور فرماتے ہیں، مجھے ایک دفتر دیا گیا حدنگاہ تک اس میں میرے قیامت تک کے مریدوں کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا گیا وھبتھم لک یہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے۔اس ارشاد مبارک کو آپ سے معتمد ائمہ نے روایت کیا ہے''۔

امید ہے کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کے اس جواب سے شیخ کامل سے وابستگی اور بیعت کی اہمیت واضح ہوگئی ہوگی۔

11۔ **سوال:** حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول عوارف المعارف میں ہے کہ ''جس کا کوئی پیر نہ ہو اسکا امام شیطان ہے''۔سبع سنابل شریف میں ہے،

جو پیرت نیست پیرتست ابلیس، کہ راہ دیں زدہ ست از مکر وتلبیس ''اگر تیرا کوئی پیر نہیں ہے تو تیرا پیر شیطان ہے، جو دین کے راستے میں مکر و فریب سے ڈاکے ڈالتا ہے'' نیز یہ بھی ہے،

سبک تر بیعت پیرے بدست آر، بودے پیر مردن مرگ مردار ''بہت جلد کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت ہو جا، کیونکہ بغیر پیر کے مرجانا مردار موت کی مانند ہے''۔

آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا، یہی بڑا فضل ہے''۔

(فاطر: ۳۲، کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس امت میں تین گروہ ہیں، ۱۔اپنی جان پر ظلم کرنے والے، ۲۔درمیانہ رو جو فرائض و واجبات کے پابند مگر سنن و مستحبات میں سست، ۳۔مقربین بارگاہ الٰہی جو فرائض کی تکمیل کے ساتھ نوافل کے بھی پابند ہیں۔ہر گروہ کے افراد کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کی طرف پہنچنے کے لئے کوشاں رہیں۔

Marfat.com

سبع سنابل شریف میں اسی مقام پر ہے،

مریدی چیست، توبہ از گناہاں شدن تقصیر ہارا عذر خواہاں
چو دیں بے توبہ در نقصان و شین ست مریدی، عین نص و فرض عین ست
ندانی توبہ از خود کردن اے یار برو خود را بمرد توبہ بسپار

یعنی ''مریدی کیا ہے اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور اپنی غلطیوں کی عذر خواہی کرنا، چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق ہے اس لئے مریدی بیحد ضروری اور ہر شخص پر فرض ہے۔اے دوست تو خود توبہ نہیں کر سکتا تو اپنے نفس کو کسی صاحب توبہ کے سپرد کر دے''۔ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے حضرت میر عبدالواحد بلگرامی چونکہ مریدی کی اصل روح گناہوں سے توبہ کو قرار دے رہے ہیں اس لئے بیعت ہونے کا مفہوم ان کے نزدیک گناہوں سے تائب ہونا ہے اور یقیناً اس کے فرض ہونے اور اس توبہ کو جلد اختیار کرنے سے کوئی صاحب عقل وفہم انکار نہیں کر سکتا۔اس موضوع پر بھی اعلیٰ حضرت کے قلم حق رقم نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں جو کچھ فتاویٰ افریقہ میں تحریر فرمایا، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں،

''مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی قطعی ضرورت ہے۔فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان بغیر اس مرشد کے ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا ہو بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو''۔پھر فرماتے ہیں،'' فلاح تقویٰ کے لئے مرشد خاص کی ضرورت ان معنوں میں نہیں کہ بغیر اسکے یہ فلاح مل ہی نہ سکے کیونکہ آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ کر متقی بن سکتا ہے قلبی اعمال میں اگرچہ بعض دقیق باتیں ہیں مگر امام ابوطالب مکی اور امام غزالی علیہ الرحمۃ جیسے ائمہ نے اپنی تصانیف میں انہیں بیان فرما دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تقویٰ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور وہ اس فلاح یعنی جہنم سے نجات کے لئے بفضل الٰہی کافی ہے پس صحیح العقیدہ مسلمان اگر تقویٰ اختیار کرلیں تو انہیں مرشد خاص کی ضرورت نہیں۔جبکہ احسان یعنی سلوک راہ ولایت اعلیٰ درجہ کا مطلوب ومحبوب ہے مگر تقویٰ

Marfat.com

کی طرح فرض نہیں ورنہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہوتے ہیں باقی کروڑوں مسلمان ہزار ہا علماء وصلحاء سب معاذ اللہ تارک فرض وفساق ہوں۔ اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی کروڑوں میں سے چند کو اس راہ پر چلایا اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا، واپس فرمایا، فرض سے واپس کرنا کیونکر ممکن تھا، عوارف المعارف شریف میں ہے، ''خرقہ تبرک ہر ایک کو دیا جا سکتا ہے اور خرقہ ارادت اسی کو دیا جائے گا جو اس کا اہل ہو، نا اہل سے اس راہ کی شرائط کا مطالبہ نہ کریں گے صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اسکی برکت اسے خرقہ ارادت کا اہل کر دے۔

پس ثابت ہوا کہ اس کا ترک فلاح کے منافی نہیں۔ ہاں جو اسکا ترک بوجہ انکار کرے اسے باطل ولغو جانے وہ ضرور گمراہ و بے فلاح و مرید شیطان ہے جبکہ انکار مطلق ہو۔ اور اگر اپنے دور میں کسی کو بیعت کے لئے اہل نہ جانے تو اسکا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا۔ اگر یہ تکبر کے باعث ہے تو قرآن کا فرمان ہے، ''کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں'' اور اگر بلا وجہ شرعی بدگمانی کے باعث سب کو نا اہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور کبیرہ کا مرتکب فلاح نہ پائے گا اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں جو شبہ میں ڈالتی ہیں اور یہ محض احتیاط کے طور پر بچتا ہے تو الزام نہیں''۔ مزید فرماتے ہیں، ''فلاح احسان کے لئے بیشک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی، شیخ اتصال اسکے لیے کافی نہیں اور اسکے ہاتھ پر بھی بیعت اردات ہو، کہ بیعت برکت یہاں کافی نہ ہوگی''۔

اس گفتگو کے اختتام پر فرماتے ہیں، قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں۔ اس بیان سے سورہ مائدہ کی آیت ۳۵ (ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ فلاح پاؤ) کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے اسکے لئے تقویٰ شرط ہے تو پہلے ''اللہ سے ڈرو'' یعنی تقویٰ کا حکم فرمایا۔ اب تقویٰ پر قائم ہو کر جو راہ احسان میں قدم رکھنا چاہے جو کہ عادتا شیخ

Marfat.com

کامل کے وسیلے کے بغیر ناممکن ہے اس لئے دوسرے مرتبہ میں احسان پر چلنے سے قبل پیرو مرشد کی تلاش کا حکم دیا وابتغوا الیہ الوسیلة یعنی اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ جب وسیلہ مل جائے تو پھر اصل مقصود راہ طریقت واحسان کا حکم فرمایا کہ اسکی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیر افلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا تو نقصان وخسارا اٹھائے گا اور پھر حزب اللہ (اللہ کے گروہ) کے بجائے حزب الشیطان (شیطان کے گروہ) سے ہوگا۔ کہ رب تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، ''سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خسارے والا ہے'' (المجادلہ: ۱۹) سنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے'' (المجادلہ: ۲۲) پس یہ جملہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ '' بے پیرے کا پیر شیطان ہے''۔ (فتاویٰ افریقہ)

اب مناسب ہوگا کہ اس تمام تحقیق کا خلاصہ بیان کر دیا جائے (جو سوال ۹ اور اس سوال کے جواب میں بیان کی گئی)

ا۔ ہر بدمذہب فلاح سے دور ہلاکت میں چور ہے مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس اس کا پیر ہے اگرچہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو بلکہ خود پیر بنے راہ سلوک میں قدم رکھے یا نہ رکھے ہر طرح لا یفلح وشیخہ الشیطان (وہ فلاح نہ پائے گا اور اس کا پیر شیطان ہے) کا مصداق ہے۔

۲۔ سنی صحیح العقیدہ جو راہ سلوک میں نہ پڑا اگر فسق کرے تو فلاح پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا اور نہ اسکا پیر شیطان بلکہ وہ جس جامع شرائط شیخ کا مرید ہو اسکا مرید ہے ورنہ مرشد عام کا۔

۳۔ یہ اگر تقویٰ اختیار کرے تو فلاح پر بھی ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشد عام کا مرید بھی۔ غرض یہ کہ صحیح العقیدہ سنی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا اور نہ شیطان کا مرید۔ ہاں اگر فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور اگر متقی ہو تو فلاح پر بھی ہے۔

۴۔ اگر راہ سلوک میں مرشد خاص کے بغیر قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں اور نہ کوئی مرض

Marfat.com

مثل تکبر، خود پسندی وانکار پیدا ہوا تو اپنی پہلی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا تو فلاح پر بھی ہے۔

۵۔ اگر یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بحالت انکار و فساد عقیدہ شیطان کا مرید بھی ہو گیا۔

۶۔ اگر راہ کھلی تو جب تک مرشد ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے۔ اس بے پیرے کا پیر شیطان ہوگا اگر چہ بظاہر کسی غیر قابل پیر یا محض شیخ اتصال کا مرید ہو یا خود شیخ بنتا ہو۔

۷۔ ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اسکے پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ولی کامل اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت یہ تحقیق لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، الحمد اللہ! یہ وہ تفصیل جمیل و تحقیق جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی بیس برس پہلے بھی یہ سوال ہوا اور ایک مختصر جواب لکھا گیا جس کی تکمیل و تفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوئی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

12۔ **سوال**: اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا دور گزر گیا اب اس دور میں کوئی جامع شرائط پیر کامل ملنا ناممکن ہے اس لئے بیعت ہونے کی ضرو ت نہیں ہے؟ ان کا یہ قول شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: یہ خیال غلط ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس بے راہ روی کے دور میں بھی اہل اللہ موجود ہیں اسکی دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ ''میری امت میں کچھ لوگ قیامت تک دین حق پر قائم رہیں گے''۔ (مسلم) دوسری حدیث میں ہے ''قیامت نہ آئے گی جب تک زمین پر اللہ والے لوگ موجود ہیں''۔ ان مردان خدا کو تلاش کریں۔ اس بات سے انکار نہیں کہ ڈھو کے باز لوگ بھی مشائخ ہونے کے دعویدار ہیں مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ نے ایسے جھوٹے پیروں کے متعلق ہی یہ فرمایا ہے،

"تیری زبان پرہیزگاروں جیسی ہے اور دل فاسق وفاجر، تیری زبان حمد الٰہی کرتی ہے اور دل اس پر معترض، تیرا ظاہر مسلمان ہے اور باطن کافر، تیرا ظاہر موحد ہے اور باطن مشرک، تیرا زہد وتقویٰ دکھاوا ہے اور باطن خراب وویران، جیسے بیت الخلا پر رنگ وروغن اور کوڑا گھر پر قفل جب تک تو اس حالت پر ہے تیرے دل پر شیطان نے خیمہ لگالیا ہے اور اسے اپنا گھر بنالیا ہے کیونکہ ایمان والا تو اپنے باطن کو پہلے آباد کرتا ہے اور پھر ظاہر کی آبادی کی طرف متوجہ ہوتا ہے"۔(الفتح الربانی)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دنیاوی اغراض ومقاصد اور ذاتی فائدوں کے لئے پیر تلاش کرتے ہیں۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ارادت کا دعویٰ کرے اور اسکے غیر کو طلب کرتا ہو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے مخلوق میں دنیا کے مریدوں کی کثرت ہے اور آخرت کے مریدوں کی قلت"۔

مزید فرماتے ہیں،" اے تقدیر اور کاتب تقدیر سے ناواقف انسان! تجھ پر افسوس ہے کہ کیا تو یہ گمان رکھتا ہے کہ اہل دنیا تجھے اس شے کے دینے پر قادر ہیں جو تیری تقدیر میں نہیں! یہ تو شیطان کا وسوسہ ہے جو تیرے دل ودماغ میں رچ بس گیا ہے اس لئے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بجائے اپنے نفس، خواہشات اور مال ودولت کی بندگی کررہا ہے اس بات کی کوشش کر کہ تو کسی فلاح والے (مرشد کامل) کو پالے کہ جس کی پیروی سے تجھے فلاح وکامیابی مل جائے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں، جس نے فلاح والے کو نہ دیکھا اسے فلاح نہ ملے گی، لیکن تو فلاح والے کو دیکھتا بھی ہے تو سر کی آنکھوں سے، نہ کہ دل ودماغ اور ایمان کی آنکھوں سے۔ گویا کہ تیرے پاس ایمان ہی نہیں کہ بصیرت قلبی حاصل کرکے اپنی بھلائی کو دیکھ سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،" آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہوجاتے ہیں۔

ایک اور خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں،" تو نابینا ہے اپنے لیے بینائی دینے والا تلاش کر،

Marfat.com

تو جاہل ہے اپنے لیے معلم ڈھونڈ، جب کوئی ایسا قابل مرشد تجھے مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لے اور اسکے اقوال و مشوروں کو قبول کر اور اس سے سیدھا راستہ پوچھ۔ جب تو اسکی راہنمائی سے سیدھی راہ پر پہنچ جائے تو وہاں جا کر بیٹھ جا (اور درجہ کمال حاصل کر) تاکہ تو اس کو اچھی طرح پہچان لے اس وقت ہر گمراہ تیری طرف رجوع کرے گا اور لوگ تجھ سے روحانی غذا حاصل کریں گے"۔ (الفتح الربانی)

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کی خدمت میں حضرت ابوالفتوح نے ایک ابدال کی وفات کی خبر دی اسی رات آپ کے گھر ایک چور آیا حجرہ میں آتے ہی اسکی بینائی سلب ہوگئی وہ باہر نکلنا چاہتا تھا کہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا حال دریافت فرمایا، اس نے سارا حال سچ سچ بتا دیا آپ نے اسے توبہ کا حکم دیا پھر لعاب دہن اسکی آنکھوں پر لگایا جس سے اس کی بینائی لوٹ آئی۔ پھر آپ نے اسے فیض باطنی سے سلوک کی تمام منازل طے کرا کے ابدال کے مرتبہ پر فائز کر دیا۔

Marfat.com

باب پنجم

آداب مرشد

13۔ **سوال:** مرشد کے آداب کیا ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر مرید کے لئے ضروری ہے؟

جواب: صوفیہ کے نزدیک مریدوں کے لئے مرشد کے آداب کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے مرشد کامل نبی کریم ﷺ سے سبقت کرنے سے منع فرما دیا، ان سے اونچی آواز میں گفتگو اور درِ اقدس کے باہر سے آواز لگا کر بلانے کو خلاف ادب قرار دیا، عوارف المعارف میں مریدوں کے لئے یہی طرزِ عمل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے نیز مجلس شیخ میں شرکت کے لئے یہ آداب بتائے گئے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کے سامنے باادب، خاموش اور کچھ فاصلے پر بیٹھے نیز کوئی اچھی بات بھی کہنی ہو تو پہلے اجازت طلب کرے۔

عوارف المعارف میں ہے کہ ''جب مرید خود سے بلا اجازت بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو گویا وہ مقام طلب سے دور ہٹ جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے یہ مرید کی بڑی غلطی ہے''۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ''شیخ کی خدمت میں خاموش رہنا افضل ہے ضروری شرعی مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا اور یہ حقیقتاً ذکر کی ممانعت نہیں بلکہ ذکر کی تکمیل ہے کہ وہ جو ذکر کرے گا بلا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ بوسیلہ ہوگا یہ بلا توسل ذکر سے بدرجہا افضل ہے۔ اصل چیز حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں''۔ (ملفوظات حصہ سوم)

اولیاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تصوف سراپا ادب ہے جو ادب سے محروم رہتا ہے وہ مقام قرب سے بھی دور ہو جاتا ہے۔ مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر رتبہ طلب نہ کرے اپنے شیخ ہی کے لئے تمام اعلیٰ مراتب کا متمنی رہے۔ مرید کو اپنا ارادہ اور

اختیار ختم کر دینا چاہیے۔ میر عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل میں فرماتے ہیں،

تو تصرف پائی خود، بر دست پیراں واگذار
مردہ را در دست زندہ، کے بود ہیچ اختیار

تو اپنے تصرفات کو پیر کامل کے حوالے کر دے کیونکہ جو مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے اختیار ہی کب ہوتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ''شیخ مریدوں کے لئے الہام کا محافظ ہے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام وحی کے محافظ تھے۔ شیخ کامل بھی حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے کلام میں نفسانی خواہشات کو دخل نہیں دیتا۔ لہٰذا جب شیخ زبان سے کچھ بولتا ہے تو اس کا نفس خوابیدہ ہوتا ہے، شیخ کی زبان پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو کلمات وارد ہوتے ہیں وہ خود بھی انہیں سامعین کی طرح سنتا ہے۔ اسکی دلیل میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ غوطہ خور موتی کی تلاش میں سمندر میں غوطے لگا کر اپنی تھیلی میں سیپوں کو جمع کرتا ہے جن میں موتی موجود ہوتے ہیں مگر وہ ان موتیوں کو سمندر سے نکل کر دیکھتا ہے اور اس وقت ساحل پر موجود لوگ بھی موتی دیکھنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں''۔

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ''جو شخص علماء ربانی کی محفل میں اکثر حاضر ہوتا ہے اسکی زبان کی رکاوٹ دور ہوتی ہے ذہن کی الجھنیں کھل جاتی ہیں اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے اسکے لئے خوشی کا باعث ہوتا ہے اس کا علم اسکے لیے ایک طرح کی ولایت ہوتا ہے اور نفع دیتا ہے''۔

پیرومرشد یا دینی استاد کی ناشکری باپ کے ساتھ نافرمانی کے برابر ہوتی ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ استاد یا مرشد کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ والدین جسمانی زندگی کا سبب ہیں جبکہ مرشد و استاد روحانی زندگی کا باعث ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، ''میں تمہارا باپ ہی ہوں کہ تم کو علم سکھاتا ہوں''۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان) دوسری حدیث میں ارشاد ہوا، ''جس نے کسی

Marfat.com

کوقرآن پاک کی ایک آیت سکھادی وہ اس کا آقا ہو گیا'' (طبرانی) ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا، ''جس سے علم سیکھوں اس کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کرو''۔ (یہ احادیث اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شرح الحقوق لطرح العقوق میں بیان فرمائی ہیں)

آپ ملفوظات شریف (حصہ اول) میں فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جب حصول علم کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در اقدس پر جاتے اور وہ باہر نہ ہوتے تو آپ براہ ادب انہیں آواز نہ دیتے بلکہ انکی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے پھر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے تو فرماتے اے میرے آقا ﷺ کے چچازاد بھائی آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ آپ عرض کرتے، مجھے مناسب نہ تھا کہ آپ کو اطلاع کرتا۔ یہ وہی ادب ہے جس کی تعلیم سورۂ حجرات میں دی گئی ہے خلیفہ ہارون رشید نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی ہیں) عرض کی۔ تو فرمایا، یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ عرض کی شہزادہ آپ کے مکان پر آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا، یہ بھی ناممکن ہے جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا، آپ نے پڑھانا شروع کر دیا۔ ایک روز اتفاقاً ہارون رشید کا گذر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈال رہا ہے۔ خلیفہ کو دیکھ کر غصہ آگیا، اس نے مامون کے کوڑا مارا اور کہا بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے استاد کا پاؤں دھو۔ سبحان اللہ یہ ہے ادب۔

عوارف المعارف میں ہے، مرید کو چاہیے کہ شیخ کے ساتھ باادب رہ کر اپنے ظاہر و باطن کی عمدہ تعمیر کرے۔ اگر اسے اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ کا کوئی فعل ناگوار معلوم ہو تو وہ حضرت خضر و حضرت موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ یاد کرے اور یقین رکھے کہ شیخ اپنی زبانِ علم و حکمت سے اس کی توجیہہ پیش کر سکتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دے دیا اس نے پھر اس جواب پر اعتراض کیا تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو مجھ سے کنارہ

Marfat.com

کش ہو جاؤ۔ ایک ولی اللہ کا قول ہے، اگر کوئی شخص واجب التعظیم ہستی کا احترام نہیں کرتا تو وہ ادب کی برکت سے محروم ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ جو اپنے استاد کو انکار میں جواب دے دے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا"۔

آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ کو امورِ بشری میں مافوق الفطرت دیکھنے کی تمنا نہ کرے، شیخ سے نسبت رکھنے والے لوگوں اور چیزوں کا ادب کرے، شیخ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرے، سوالات کی کثرت نہ کرے، شیخ سے کرامات طلب نہ کرے کیونکہ کرامت کا طالب اہل طریقت کے نزدیک ان منکروں کی مثل ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزے طلب کیا کرتے تھے۔ جہاں سے بھی فیض ملے اسے اپنے پیر ہی کا فیض سمجھے، اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ شیخ سے اپنا اندرونی حال ہرگز نہ چھپائے کہ شیخ کامل ہی روحانیت میں ترقی کا وسیلہ ہوتا ہے آداب میں سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اپنے تمام مشائخ کو دیگر تمام مشائخ سے برتر جانے اور انکی محبت خصوصاً اپنے شیخ کی محبت کو دل میں راسخ کرے۔ مرید کو یہ بھی یقین رکھنا چاہیے کہ بارگاہ رسالت ﷺ سے جو بھی فیض ملے گا وہ میرے شیخ ہی کے وسیلے سے ملے گا۔

14۔ **سوال:** آپ نے جو آخری جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ "بارگاہ رسالت ﷺ سے جو بھی فیض ملے گا وہ شیخ ہی کے وسیلے سے ملے گا" براہ کرم اس کی کچھ وضاحت فرما دیجئے۔

جواب: پہلے تو یہ بات سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں بارگاہ رسالت ﷺ ہی سے عطا ہوتی ہیں۔ اس بارے میں ملفوظات شریف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بہت ایمان افروز نکتہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی منعم (یعنی نعمت دینے والے) کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔

یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل کی وجہ سے نہیں دیتا یا جسے نہ دی وہ اس نعمت کا اہل نہ تھا یا وہ اہل تو ہے مگر اس سے بھی زیادہ اسے کوئی اور محبوب ہے کہ اس کیلئے نعمت مخصوص کر رکھی ہے۔ الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیرِ قدرتِ ربانی نہیں

Marfat.com

باقی تمام کمالات قدرت الٰہی کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر سخی سے بڑھ کر جواد غنی اور حضور اقدس ﷺ ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی محبوب نہیں۔ پس لازم ہے کہ الوہیت کے سوا جتنے فضائل جس قدر نعمتیں اور جس قدر برکتیں ہیں مولیٰ عزوجل نے سب سے اعلیٰ درجۂ کمال پر حضور ﷺ کو عطا فرمائیں۔ بخاری شریف میں ارشاد گرامی موجود ہے کہ ''بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے''۔

یہ بات پہلے عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ رسول معظم ﷺ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف وسیلہ مشائخ کرام ہیں۔ مرید کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اسے بارگاہ نبوی ﷺ سے جو بھی ملے گا اس کے مشائخ طریقت ہی کے وسیلے سے ملے گا۔ اسے اپنے شیخ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہے۔ اس بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نقاء السلافہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا، جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کرے یعنی کسی دوسرے کو اپنا باپ بنائے یا اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کو اپنا آقا بنائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ ان کا فرض قبول اور نہ نفل۔

جو لوگ اپنے شیخ کے ہوتے ہوئے غیر سے ارادت قائم کرتے ہیں انہیں کیا یہ خوف نہیں کہ کہیں بحکم قیاس جلی اس حدیث صحیح کی وعید شدید سے حصہ پائیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید لازم ہے اسی طرح مرید کو ایک ہی پیر سے وابستہ رہنا لازم ہے مدخل شریف میں ہے کہ ''مرید کو چاہیے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ نیک گمان رکھے اور اپنے شیخ ہی کے دامن سے وابستہ رہے اور تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور وقت ضائع کرنے سے بچے''۔ (نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید

Marfat.com

دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا، اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں اس مرید نے عرض کی، یہ ہاتھ حضرت یحیٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ اسلام غائب ہو گئے اور حضرت یحیٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔ اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہہ کر ندا کرے میں فوراً اسکی مدد کروں گا، تو آپ نے جواب میں فرمایا، میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا ''یک در گیر محکم گیر'' (ایک ہی در پکڑو مگر مضبوط پکڑو) میں ۳۰ سال کی عمر میں حضرت محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضر ہوا احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا ہوا تھا طبیعت منتشر ہوتی تھی میں نے عرض کی حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور وغل سے مجھے نجات ملے جیسے ہی پہلا قدم روضہ مبارک میں رکھا یوں معلوم ہوا کہ ایک دم سب چپ ہو گئے ہیں میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے ہیں قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا پھر وہی شور وغل تھا پھر اندر قدم رکھا تو وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے یا غوثاہ زبان سے نکلا وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔

پھر فرمایا، ارادت اہم ترین شرط ہے، بیعت میں بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرید یہ اعتقاد نہیں رکھے گا کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے نفع نہ پائے گا۔ سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم ہو گیا جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا۔ تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے۔ اور سچی بات یہی ہے کہ کعبہ جسم کا قبلہ ہے اور شیخ روح کا قبلہ ہے اس کا نام ارادت ہے۔ اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لو تو فیض

Marfat.com

ضرور ملے گا۔ اگر شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تو معدنِ فیض ومنبع انوار ہیں ان سے ضرور فیض آئے گا بس سلسلہ صحیح ومتصل ہونا چاہیے۔

15۔ **سوال**: فی زمانہ خانقاہی نظام بالکل بے اثر ہوکر رہ گیا ہے مرید لاکھوں ہیں مگر انہیں اپنے عقائد کا بھی پتہ نہیں، جنہیں وراثت میں پیری مل جائے انہیں اپنے بزرگوں کا نام کیش کرانے سے اور اپنے خاندان میں سجادہ نشین ہونے کے دعویداروں سے لڑنے کی فرصت نہیں ملتی۔ ان حالات میں خانقاہیں روحانی تربیت کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہیں؟

جواب: خانقاہی نظام اس لئے غیر موثر ہوگیا کہ اس کے چلانے والے چلے گئے ہمارے ہاں خانقاہوں کا تصور اب یہ ہے کہ جیسے کسی افسر کا انتقال ہو تو اس کے بعد اسکی پینشن اسکے گھر والوں کو ملنے لگے۔ جب یہ نظام پینشن میں تبدیل ہوجائے تو خیر کی توقع کیونکر رکھی جائے۔ ماننے والے بھی ایسے جاہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب ﷺ کے صریح احکامات کے برخلاف شریعت مطہرہ کے باغیوں کو پیر بنالیتے ہیں۔ روحانیت نہ ہو تو حرج نہیں کم از کم شریعت کی اتباع تو ہو اور اتباع شریعت تو ہر مسلمان کا خاصہ ہونا چاہیے پھر شیخ کا حق تو یقیناً زیادہ ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ خانقاہوں سے رشد وہدایت کا سلسلہ اس لئے بند ہوگیا ہے کہ پیر کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کی دستار باندھ دی جاتی ہے نہ علم نہ داڑھی نہ تقویٰ نہ نماز۔ ظاہر ہے کہ پھر ایسا شیخ مریدوں کی تربیت نہیں کرتا بلکہ مرید اسکی پرورش کرتے ہیں۔

نیک اور مخلص لوگ بھی موجود ہیں مگر برے لوگوں کی کثرت نے خانقاہی نظام کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ایک دور تھا کہ مرید شیخ کے جتنا قریب ہوتا تو پتہ چلتا کہ شیخ تہجد گزار بھی ہے، شب بیدار بھی ہے، اس کے دل میں عقیدت ومحبت اور راسخ ہوتی۔ لیکن آج مرید شیخ کے جتنا قریب ہوگا اتنے عیب زیادہ کھلیں گے اور وہ متنفر ہوگا۔ اصل بات وہی ہے کہ جب خانقاہی نظام کھانے اور کمانے کا دھندہ بن جائے تو پھر اصلاح کیسے ہوگی؟ آج مشائخ

Marfat.com

کرام کو جمع ہو کر سوچنا چاہیے کہ لوگ مشائخ سے کیوں برگشتہ ہیں؟ خانقاہیں اور آستانے کیوں ویران ہوتے جارہے ہیں؟

پیران پیر امام الاولیاء قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر پھر غیر کو نصیحت کر، جب تک تجھے خود اصلاح کی حاجت ہو تو غیر کی طرف متوجہ نہ ہو، تجھ پر افسوس کہ جو خود نابینا ہے دوسرے کو کیا راہ دکھائے گا؟ ڈوبتے ہوؤں کو دریا سے وہی بچا سکتا ہے جو خود اچھا تیرنے والا ہو، رب تعالیٰ کی طرف بندوں کی وہی راہنمائی کرسکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہو''۔ (الفتح الربانی)

اگر ہر شیخ اپنی ذمہ داری محسوس کرے اپنے مریدوں کو عقائد اہلسنت کی تعلیم دے اور اسلاف کے طریقوں کے مطابق انکی عملی تربیت کرے اور انکی خدمت کو عار نہ سمجھے کیونکہ ہم سب کے آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے ''قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے'' تو یقیناً لوگ قریب آنے لگے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ اپنے مریدوں سے دریافت کا سلسلہ نہ رکھے۔ شیخ دوسروں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تعلیم دیتا ہے اس کو پہلے خود عملی ثبوت دینا چاہیے سورۃ الطلاق میں ارشاد ہے، ''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اسکا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا بریلوی)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا''۔ (سورۂ محمد ﷺ) پہلے بھی مشائخ خدمت کیا کرتے تھے انکی ضرورتیں دست غیب سے پوری ہوتی رہیں کیونکہ وہ قناعت پسند اور متوکل تھے اور انکی ضرورتیں محدود تھیں۔ لیکن آج قناعت اور توکل کے نہ ہونے اور مال و دولت جمع کرنے کی ہوس کی وجہ سے سکونِ قلب بھی چھن گیا اور مال و اولاد سے برکت بھی اٹھ گئی پھر روحانیت کہاں ملے گی؟

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لئے توکل علی اللہ ماہانہ وظیفے مقرر کیے ہوئے تھے، ایک بار ایک صاحب

Marfat.com

کی خدمت میں مدینہ طیبہ 50 روپے روانہ کرنے تھے۔ اتفاقاً اس وقت آپ کے پاس کچھ نہیں تھا آپ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی، سرکار میں نے حضور کے بھروسے پر بندگان خدا کے لئے کچھ مہینے مقرر کیے ہوئے ہیں اگر کل 50 روپے کا منی آرڈر روانہ ہو جائے گا تو اس شخص کی وقت پر مدد ہو جائے گی ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات اسی فکر و کرب میں گزری علی الصبح ایک سیٹھ صاحب آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور 51 روپے بطور نذر حاضر کیے اس وقت آپ پر بیحد رقت طاری ہوئی، ارشاد فرمایا یقیناً یہ سرکاری عطیہ ہے کیونکہ 51 روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں سوائے اس کے کہ 50 روپے بھیجنے کے لیے ایک روپیہ منی آرڈر کی فیس بھی چاہیے اور وہ ایک روپیہ زائد موجود ہے چنانچہ اسی وقت منی آرڈر ارسال کیا گیا۔ سبحان اللہ

خوف خدا کی باتیں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی چڑیا کو دیکھتے تو فرماتے، کاش میں بھی تیری طرح ہی ایک پرندہ ہوتا تاکہ قیامت میں اعمال کے حساب سے بچ جاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عذاب سے متعلق قرآنی آیات سن کر بے ہوش ہو جاتے اور کئی دن بیمار رہتے۔ آپ فرماتے، کاش میں ایک تنکا ہوتا جسے عذاب نہ دیا جائے گا اور کبھی فرماتے، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس جاتے تو اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی مبارک بھیگ جاتی۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راتوں کو جاگ کر نمازوں میں قرآن کی تلاوت کرتے، صبح کو ان کے بال منتشر اور چہرے زرد دکھائی دیتے، وہ چلتے ہوئے خوف خدا سے لڑکھڑاتے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی تھیں، جبکہ آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہر طرف غفلت اور بے خوفی کے ساتھ ادھر ادھر پھر رہے ہیں کسی کے چہرے پر خوف خدا کا اثر نظر نہیں آتا، پھر اس کے بعد کسی نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ (احیاء العلوم)

Marfat.com

باب ششم

تعلیماتِ تصوف

16۔سوال: سالک اور مجذوب میں کیا فرق ہے؟

جواب: سلوک ''راستے پر چلنے'' کو کہتے ہیں اور اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہا جاتا ہے جبکہ تصوف کی اصطلاح میں قرب الٰہی و معرفت ربانی حاصل کرنے کے ذرائع اپنانے کو سلوک کہتے ہیں۔ سالک شریعت و طریقت کا جامع ہوتا ہے جبکہ مجذوب ہوش میں نہیں ہوتا اس لئے وہ شریعت کا مکلف نہیں۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ ''ہر ولی کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے'' جیسے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وکل ولی لہ قدم وانی علیٰ قدم النبی بدر الکمال

''ہر ولی کیلئے ایک قدم یعنی مقام ہے اور میں آسمانِ کمال کے بدر کامل نبی مکرم ﷺ کے قدم مبارک پر ہوں''۔ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت

اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چوں پیش شاہ گدا

''جب رسول اللہ ﷺ کا قدم مبارک آپ کے سر کا تاج ہے تو آپ کا قدم مبارک تمام دنیا کے سر کا تاج ہے۔ سارے جہان کے اقطاب آپ کے در پر ایسے ہیں جیسے بادشاہ کے سامنے گدا ہوتے ہیں''۔

حالت جذب والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الٰہی کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے تھے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ جذب کی کیفیت از خود طاری ہوتی ہے جان بوجھ کر طاری نہیں کی جاتی۔ بلکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ''سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت مطہرہ کا مقابلہ نہ کریگا''۔ یعنی باوجود جذب کے وہ شرعی احکام کو چیلنج نہ کریگا مجذوب کی تقلید میں اپنے آپ کو ویسا بنا لینا

گمراہی ہے۔اعلیٰ حضرت نے سچے وجد کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ فرائض وواجبات میں مخل نہیں ہوتا۔آپ فرماتے ہیں،''سید ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ پر وجد طاری ہوا تین شب و روز ہوگئے کسی نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا نماز کا کیا حال ہے عرض کی ،نمازوں کے وقت ہوشیار ہوجاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے فرمایا، الحمدللہ ان کا وجد سچا ہے۔اسی طرح ایک صاحب صالحین میں سے تھے، باوجود ضعیف ہونے کے باجماعت نماز نہ چھوڑتے ۔ایک رات نماز عشاء کے وقت گر پڑے اور چوٹ آئی۔ بعد نماز عرض کی الٰہی اب میں بہت ضعیف ہوگیا بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں مجھے آزاد فرما۔انکی دعا قبول ہوئی مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنوں تھے کیونکہ جب تک عقل تکلیفی باقی ہے نماز معاف نہیں۔ سچے مجذوب بھی نماز نہیں چھوڑتے اگرچہ لوگ انہیں نماز پڑھتا نہ دیکھیں''۔

17۔**سوال**: مشائخ کرام شجرہ شریف عطا کرتے ہیں اور اسکے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔اس کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: شجرہ شریف میں سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ کے نام لکھے ہوتے ہیں اور مرید کے لئے وظائف وضروری ہدایات بھی۔شجرہ شریف پڑھنے کی تلقین اس لیے کی جاتی ہے کہ جب بندہ شجرہ شریف پڑھے گا تو بار بار پڑھنے سے اسے اپنے مشائخ کے نام بھی یاد ہوجائیں گے اور ہر بار انہیں ایصال ثواب کرنے سے ان کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی (یہ امر طے شدہ ہے کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اپنے چاہنے والوں اور ایصال ثواب کا تحفہ بھیجنے والوں کو نفع دیتے ہیں)۔ مزید یہ کہ ضروری ہدایات و وظائف پڑھنے سے مرید کو اپنا وہ عہد بھی یاد رہے گا جو اس نے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا تھا نیز اوراد و وظائف پڑھنے سے دین و دنیا کی برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوں گی۔حدیث شریف میں ہے کہ نیک لوگوں کا ذکر معصیت کو دھوتا ہے،ایک اور روایت میں ہے کہ'' صالحین کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے''۔

Marfat.com

عارف باللہ سید عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل میں فرماتے ہیں، ''سچے مریدوں کو اپنے مشائخ کا ذکر کرنے میں ایسے ہی ایمانی لذت حاصل ہوتی ہے جیسے انہیں رسول ﷺ کا ذکر کرنے میں لذت ملتی ہے، پیروں کا ذکر انکے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور ان کے واقعات اس کے ایمان پر تجلیاں ڈالتے ہیں''۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تذکرہ باعث رحمت وقرب الٰہی ہے کیونکہ عاشق کو اپنے محبوب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اور محبوب بھی عاشق کا ذکر کرنا پسند کرتا ہے ان بزرگوں کا تذکرہ ایسی عبادت ہے جسے ہر آدمی بغیر محنت کے ہر حال میں ادا کرسکتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب اسے نصیب ہوسکتا ہے''۔

18۔**سوال**: اوراد و وظائف پڑھنے کے لئے کسی شیخ سے اجازت لینے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ایسا وظیفہ جو ثواب کے لیے پڑھا جائے، جائز ہے اسکے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو وظیفہ کسی خاص عمل کے لیے ہو اس کے لیے شیخ سے اجازت ضروری ہے۔ چونکہ شیخ روحانی معاملات کو اچھی طرح جانتا ہے اس لیے وہ بتائے گا کہ یہ وظیفہ جلالی ہے یا جمالی، اس کے پڑھنے میں کن آداب وشرائط کا خیال رکھنا ہوگا، نیز شیخ اس وظیفے سے متعلق تمام ظاہری وباطنی امور کی تعلیم دینے کے علاوہ روحانی توجہ بھی دے گا اور یہ روحانی توجہ بعض وظائف میں کیمیا کا اثر کرتی ہے۔ بعض اوقات لوگوں نے بزرگوں سے پوچھا کہ فلاں مشکل درپیش ہے بزرگ نے الہام الٰہی سے بتایا، فلاں وظیفہ پڑھو کام ہو جائے گا۔ اس وظیفہ میں ساری برکت اسی بزرگ کی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بات یاد رہے کہ وظائف پڑھنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے جب وہ راضی ہوگا تو سب کام سنور جائیں گے۔ من کان للہ کان اللہ لہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کا ہو گیا۔

19۔**سوال**: تصور شیخ سے کیا مراد ہے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انتباہ

Marfat.com

فی سلاسل اولیاء اللہ میں، شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مکتوبات میں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ''الیاقوتۃ الواسطہ'' میں تصور شیخ اور رسول اللہ ﷺ کے تصور کو خدا تک پہنچنے کا راستہ قرار دیا ہے، تصوف میں ''تصور شیخ کے ذریعے روحانی تربیت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: قرآن پاک کی سورۂ یوسف علیہ السلام میں مذکورہ ہے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ کرلیا اور وہ یعنی یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے۔ اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تفسیر صاوی میں موجود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی صورت ظاہر ہوئی جسے اس آیت میں رب کی برہان کہا گیا ہے اور اسی کے باعث آپ علیہ السلام اس ارادے سے معصوم و محفوظ رہے۔ اس آیت سے اولیاء وصوفیہ رحمۃ اللہ علیہم نے تصور شیخ یا رابطہ کا ثبوت لیا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم ﷺ کا حلیہ مبارکہ پوچھا تا کہ وہ اپنے ذہن میں محفوظ کرسکیں۔ یہ حدیث بھی تصور شیخ کی دلیل ہے۔ متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث بیان کرتے وقت فرماتے، کانی انظر الیٰ رسول، ''گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں''۔ مواہب اللدنیہ اور کتب فقہ میں بھی اس بات کی تصریح موجود ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے وقت زائر کو چاہیے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ اقدس کا تصور کرے۔ ان تمام دلائل سے تصورِ شیخ کا ثبوت ملتا ہے۔

مزید گفتگو سے قبل ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ تصور شیخ عام لوگوں کے لئے نہیں ہوتا۔ مریدین پہلے تمام تربیتی مراحل پورے کرتے ہیں اس کے بعد شیخ ان میں سے صاحب استعداد مریدوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے یوں سمجھ لیجیے کہ آفیسرز ٹریننگ کے لئے بھرتی سینکڑوں ہوتے ہیں مگر پاسنگ آوٹ چند کی ہوتی ہے۔ آج تو شیخ ہے کل نہیں ہوگا

کچھ لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو اس سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکتوبات جلد سوم میں فرماتے ہیں، ''تصور شیخ بلا کسی تکلف کے حاصل ہو جانا پیر و مرید کے درمیان کامل نسبت کی علامت ہے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کا کوئی راستہ اس سے زیادہ قریب کا نہیں ہے۔ جسے طریقت کی بڑی دولت ملی ہو اسے یہ سعادت بھی عطا کی جاتی ہے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فقرات میں ارشاد فرمایا، ''پیر کا سایہ ذکر الٰہی سے بڑھ کر ہے''۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی القول الجمیل میں فرماتے ہیں، ''جب مرشد موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم سے خیال کرتا رہے پس اسکے تصور سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس کی صحبت سے پہنچتا ہے''۔ الیاقوتۃ الواسطہ میں اعلیٰ حضرت نے آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''ہماری صحبت (اور تصوف کی تعلیم) تو رسول اللہ ﷺ تک متصل ہے اگرچہ خاص یہ آداب واشغال ثابت نہیں''۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہ ملفوظات حصہ دوم میں فرماتے ہیں، ''خلوت میں صورتِ شیخ کا تصور کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو شیخ کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار دو عالم ﷺ سے فیوض وانوار شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں اس تصور کو قائم کرے یہاں تک کہ تکلف کی حاجت نہ رہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر اور در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی بلکہ کسی حال میں بھی جدا نہ ہو گی اور ہر کام میں مددگار ہو گی''۔

اس بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی کہیں تشریف لے جا رہے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسین عورت پر پڑ گئی پہلی نظر بلا ارادہ تھی دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ پہلو میں آپ کے مرشد حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں، ''احمد! عالم ہو کر

Marfat.com

یہ حرکت؟'' آپ فوراً تائب ہوئے۔

عارف کامل حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں ''اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ وہی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے وہی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لیے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے ہاں ہدایت علیمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کردی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔

برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علیمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کرے گا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو زبان حال و قال ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت جبروت و لاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کردے گی اور اسی صورت کے ذریعے ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہو گی یہاں تک کہ حضور سرور عالم ﷺ کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہو گی۔ ملکوت میں کوئی روح آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی۔ اور یہ صورت عالم مثال میں ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثل،

Marfat.com

عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عالم مثال میں ہر شخص کی ایک صورتِ جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ یہی صورتِ مثالی اور روحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورتِ مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے کام بنائے گی، مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی اصلی و کامل انسان کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے تو اسے غنیمت جانے کہ اسکی صحبت کے فیض و برکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آ جائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطی میں پڑے پڑے مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچادے آمین آمین۔

اس مسئلے پر ایک حکایت یاد آ گئی کہ ایک گڈریے نے کسی شیر کے بچے کی پرورش کی اور اسے بکریوں کی رکھوالی کی تربیت دی یہاںتک کہ وہ شیر کا بچہ اپنے آپ کو گڈریے کا کتا سمجھنے لگا۔ ایک روز جنگل کا شیر ادھر آ نکلا اس نے بکری کو لے جانا چاہا، شیر کے بچے نے اس شیر کا مقابلہ کیا جنگل کا شیر بولا بھائی کیا کرتے ہو ہم دونوں ایک ہی نسل سے ہیں اور یہ بکریاں ہماری خوراک ہیں یہ بولا نہیں نہیں میں شیر نہیں ہوں میں تو گڈریے کا کتا ہوں۔ شیر نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو دراصل یہاں کی پرورش اور تربیت سے تمہیں دھوکا ہوا ہے اس لئے تم شیر ہونے کے باوجود خود کو کتا سمجھتے ہو، آؤ میں تمہاری راہبری کروں اور تمہیں ہلاکت کے اس گڑھے سے نکال کر سلامتی کے کنارے پر پہنچاؤں۔ پھر جنگل کا شیر اسے دریا کے کنارے پر لے گیا اور اپنے برابر کھڑا کر کے کہا، پانی میں دیکھ! میری اور تیری شکل و صورت ایک سی ہے یا الگ الگ؟ جب اس نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ میں تو شیر ہوں اور یہ غیر

Marfat.com

جنس کی صحبت و تربیت کا اثر تھا کہ میں اپنے آپ کو کتا سمجھتا رہا پھر وہ دونوں واپس آئے اور بکریوں پر حملہ کر کے چیر اپھاڑا اور کھا گئے۔

گڈریا دیکھ کر چلایا تو کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا بس خاموش! تو نے مجھے میری اصلیت بھلا کر کتا بنا دیا تھا خدا کا شکر ہے کہ میرے ایک بھائی نے مجھے راستہ دکھایا اور میں ہلاکت سے بچ گیا۔ اس حکایت کو بیان کر کے عارف کامل فرماتے ہیں، میرے بھائی! اس حکایت پر غور کر، اور اپنے آپ کو پہلی تین صفتوں سے نکال کر اپنی اصلی صورت میں لا تا کہ تو کامل انسان بن جائے تو شیر ہے ارے کتوں میں کیوں پڑ گیا؟ اٹھ کسی شیر کے پیچھے لگ تا کہ وہ تجھے تیرا شیر ہونا بتلا دے اور تجھے کتے پن کی ذلت سے چھٹکارا دلائے۔

20,19۔**سوال**: آپ نے مکتوباتِ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرمایا کہ "پیر کا سایہ ذکر الٰہی سے بڑھ کر ہے" بظاہر یہ قول خلاف شرع معلوم ہوتا ہے، ازراہ کرم اس کی وضاحت فرما دیں؟۔

جواب: یہ قول شریعت کے عین مطابق ہے۔ دیکھئے ایک آدمی ذکر کرتا ہے اور دوسرا پیر کے زیر سایہ ذکر کرتا ہے۔ اول الذکر تو محض ذکر کا ثواب پائے گا جبکہ دوسرے کو پیر کی صحبت عالم بنا دے گی۔ پیر کامل نہ صرف ذکر کی تعلیم دے گا بلکہ ذکر کے آداب و مسائل اور طریقت کے نکات بھی سکھائے گا۔ پس ان دونوں میں وہی فرق ہوگا جو عالم اور عابد میں ہوتا ہے حدیث میں ارشاد ہے "عالم کی فضیلت عابد پر وہی ہے جو چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر" (ترمذی، ابوداؤد) دوسری حدیث میں ارشاد ہوا، ایک عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (مشکوٰۃ) اسی لیے مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

21,19۔**سوال**: مراقبہ ومحاسبہ سے کیا مراد ہے؟ قرآن وحدیث اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان فرمائیں؟۔

جواب: ولی کامل حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مراقبہ کے لغوی معنی نگرانی اور حفاظت کرنے کے ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کو ہر وقت اس بات کا شعور اور یقین رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے مراقبہ گردن جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک قلبی عمل ہے جو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات میں مراقبہ کی تعلیمات بیان ہوئی ہیں۔

1۔بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے (النساء:۱)

2۔اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (الاحزاب:۵۲)

3۔تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے (الرعد:۳۳)

4۔کیا یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے (العلق:۱۴)

5۔بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں (الفجر:۱۴)

6۔اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔(الحدید:۴)

7۔اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے (مومن:۱۹)

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سب کو دیکھ رہا ہے وہ آنکھوں کی چوری اور سینوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی جانتا ہے اور اس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر مستحکم یقین پیدا کرنے اور اس یقین کے ذریعے اصلاحِ احوال کرنے کا نام ہی مراقبہ ہے جو کہ صوفیہ کی تعلیمات کا اہم جزو ہے۔حدیث جبریل جو پہلے بیان کی جا چکی، اس میں احسان سے اکابر صوفیہ نے مراقبہ مراد لیا ہے۔سید عالم ﷺ نے فرمایا، ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔(بخاری، مسلم)

ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، تم اللہ تعالیٰ کے حق کی نگرانی کرو اور فکر کے ساتھ اسکی رضا طلب کرتے رہو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے، اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو (مسلم) ان احادیث سے بھی مراقبہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے، مراقبہ یہ ہے کہ ہمیشہ ایسے رہو گویا خدا کو دیکھ رہے ہو۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ بہترین اطاعت ہر وقت اللہ تعالیٰ کا مراقبہ ہے۔ جریری کا قول ہے کہ تصوف کی اصل دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کرلو دوم یہ کہ تمہارے ظاہری اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔

مراقبہ اس لئے ہوتا ہے کہ بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو ایسے یاد رکھے کہ خلاف شرع کوئی کام اس سے سرزد نہ ہو جبکہ محاسبہ اعمال سے قبل اور بعد میں بھی ان کا احتساب کرنے اور انہیں جانچنے کا نام ہے۔ ارشاد ربانی ہے، ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے'' (الحشر:۱۸) دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا، ''اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے'' (البقرۃ:۱۱۰) ایک اور جگہ فرمایا گیا، ''کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں'' (البقرہ:۴۴) ایک اور جگہ ارشاد ہوا، ''تو کیا تم غور نہیں کرتے'' (الانعام:۵۵)

ان آیاتِ مقدسہ میں گذشتہ وآئندہ اعمال کا محاسبہ کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا یعنی ''اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال تولو اس سے پہلے کہ ان کا وزن کیا جائے''۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کا انجام سوچ لے اگر انجام اچھا ہو تو وہ کام کر اور اگر انجام خراب ہو تو اس سے باز رہ (مشکوٰۃ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر رات کو اپنی ٹانگوں پر درہ لگاتے اور فرماتے اے نفس تو نے آج کیا کچھ کیا؟ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندہ متقین سے نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے نفس سے اس طرح حساب نہ کرے جیسے کاروباری شریک سے کیا کرتے ہیں۔ حضرت ذوالنون سے کسی

Marfat.com

نے پوچھا کہ بندہ جنت میں کن باتوں سے پہنچتا ہے؟ فرمایا، پانچ باتوں سے اول دین پر ایسی استقامت سے جس میں ٹیڑھاپن نہ ہو، دوم ایسے اجتہاد سے جس میں سہو نہ ہو، سوم ظاہر و باطن میں مراقبہ سے، چہارم موت کے بعد کے لیے تیاری کرنے سے پنجم نفس کا محاسبہ کرنے سے قبل اس کے کہ اسکا حساب شروع ہو۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر دن کے آخر میں سونے سے قبل ایک لمحہ ایسا ضرور ہونا چاہئے جس میں بندہ اپنے نفس کا محاسبہ اور باز پرس کرے اور اپنے آپ سے وہ حساب لے جو قیامت میں اس سے کوئی اور لے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ بندہ اگر ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک کنکر ڈال لیا کرے تو تھوڑے ہی دنوں میں اسکا گھر بھر جائے۔ بندہ باوجود کثیر گناہ کرنے کے انہیں بھول جاتا ہے مگر کراماً کاتبین کچھ نہیں بھولتے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں'' (المجادلہ:٦) اگر ہم روزانہ اپنا احتساب کرنے کی عادت ڈال لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے فضل و کرم سے روزانہ ہمارے گناہوں میں بتدریج کمی ہوتی جائے گی۔

سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''جس نے مخلوق کو توحید کے ذریعے، دنیا کو زہد کے ذریعے اور ماسوی اللہ کو بے رغبتی کے ذریعے فنا کر دیا اس نے پوری کامیابی حاصل کر لی اور دنیا و آخرت کی بھلائی کو پالیا، قبل اسکے کہ تمہیں موت آئے اپنے نفس، خواہشات اور شیاطین کو مار دو اور عام موت سے پہلے خاص موت کو اختیار کر لو یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دل سے نکال پھینکو''۔ (الفتح الربانی)

خانہ خالی نما تا منزل جاناں شوی
کایں ہوسنا کاں دل و جاں جائے دیگر می کنند

''دل کا گھر غیر سے خالی کر تا کہ یہ محبوب کی جلوہ گاہ بن جائے، اہل حرص وہوس کے دل و جاں غیروں کا ہی مسکن ہوتے ہیں''۔

22۔سوال: تزکیہ نفس یا مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟ قرآن و سنت اور اقوال صوفیہ کی روشنی

Marfat.com

میں اس کی اہمیت بیان فرمائیں؟۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ'' (المائدہ:۳۵) دوسری جگہ ارشاد ہوا، ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا'' (الحج:۷۸) ایک اور جگہ ارشاد ہوا، ''اور جنہوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے'' (العنکبوت:۶۹) بعض مفسرین نے ان آیات میں جہاد سے مجاہدہ مراد لیا ہے خصوصاً آخر الذکر آیت میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ نفس ہے (تفسیر صاوی) کیونکہ یہ آیت جہاد کفار کا حکم آنے سے پہلے نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک بھی مجاہدہ کی دلیل ہے کہ مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا (ترمذی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ'' سارا مجاہدہ ان آیات کریمہ میں جمع فرمادیا ہے کہ'' جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے'' (النازعات:۴۰، ۴۱) یہی جہاد اکبر ہے حدیث میں ہے کہ ایک غزوہ سے واپسی پر حضور علیہ السلام نے فرمایا،'' اب ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں''۔

ایک صاحب کو انار کھانے کی خواہش ہوئی۔ تیس سال گزر گئے مگر نہ کھایا اس کے بعد خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا، تیرے نفس کا بھی تجھ پر کچھ حق ہے۔ صبح اٹھے انار کھایا اب نفس نے دودھ کی خواہش کی۔ فرمایا، تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں اب یہی بہتر ہے کہ صبر کر۔ فوراً خواہش دور ہوگئی۔ اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی جسے پہچاننے کی دو علامات ہیں ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ فوراً کرلو جبکہ نفس ایسی جلدی نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے جب تک کہ وہ خواہش پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں جبکہ شیطانی خواہش کی پہچان یہ ہے کہ ایک خواہش پوری نہ ہوئی تو

دوسری ناجائز بات کی خواہش ہوگئی وہ نہ پوری ہوئی تو تیسری خواہش پیدا ہوگئی کیونکہ شیطان کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی کا مٹکا دھوپ میں رکھا ہے انہوں نے کہا کہ پانی گرم ہوگیا ہے آپ سائے میں رکھ لیتے۔فرمایا،صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی میں نے اللہ تعالیٰ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔(ملفوظات اول)

ممکن ہے کہ آپ یہ سوال کریں کہ انار کھانے یا ٹھنڈے پانی کی خواہش کرنا گناہ تو نہیں ہے۔بات دراصل یہ ہے کہ اولیاء کرام تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں کہ اگر انہیں کسی چیز کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ یہ نفس کا تقاضا ہے تو وہ اس سے گریز کرتے ہیں۔آپ دیکھئے کہ اول الذکر واقعہ میں یہی پرہیز اور تقویٰ حضور ﷺ کی زیارت کا سبب بنا۔یہی وجہ ہے کہ جب نفس کی اطاعت کے خوف سے وہ ایسی پاک اشیاء سے گریز کرتے ہیں تو حرام و ناجائز چیزوں سے یقیناً وہ بدرجہا نفرت کرتے ہیں۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا ہے کہ وصل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا،خواہشات ترک کر دینا۔

نبی کریم ﷺ کا عالیشان فرمان ہے کہ مومن کے ایمان کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔(ترمذی) اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ شیطان جب کسی کو گمراہ کرتا ہے تو پہلے اس سے مستحب چھڑواتا ہے پھر رفتہ رفتہ اسے سنتوں کا تارک بنا دیتا ہے یہانتک کہ وہ سنتوں کو ہلکا سمجھنے لگ جاتا ہے اور پھر وہ واجبات و فرائض میں بھی غفلت کرنے لگتا ہے اور آخرکار بدعقیدہ و گمراہ ہو جاتا ہے۔اس کے برعکس اہل اللہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے تزکیۂ نفس پر زور دیتے ہیں تاکہ نفس ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہے مگر مجھے قرآن پاک کی یہ آیت یاد آرہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خواہشات دنیا ہی میں پوری ہونے کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے ''تم اپنی

Marfat.com

پسندیدہ چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں لے چکے اور ان سے نفع حاصل کر چکے"۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کے بدلے کے طور پر یہ نعمتیں جلدی نہ دے دی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ پانی نہ پیا۔ (مشکوٰۃ) یہ مجاہدہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، "خواہشات کا غلام دنیا و آخرت میں عذاب میں مبتلا رہتا ہے دنیا میں انکے حصول کی وجہ سے اور آخرت میں انکے حساب و کتاب کے باعث۔ جس کی خوراک زیادہ ہوگی اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہوگا اور اسکی شہوات بھی زیادہ ہونگی اور آخر کار اس کے گناہ بھی زیادہ ہونگے۔ پس جس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کا دل سخت ہوگا اور جس کا دل سخت ہوگا وہ خوف خدا نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نافرمان ہوگا اور جہنم میں جائے گا"

پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ الفتح الربانی میں فرماتے ہیں، "تو اپنے باطن میں رب تعالیٰ کے ساتھ تنہائی اختیار کر اگرچہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہ، اپنے نفس کو حملہ کیلئے سر نہ اٹھانے دے اور اس پر سوار ہو جا ورنہ وہ تجھ پر سوار ہو جائے گا اور اسے زیر کر لے ورنہ وہ تجھے زیر کر لے گا اگر تیرا نفس اطاعت الٰہی میں تیرا فرمانبردار ہو جائے تو بہتر ورنہ اس کو بھوک و پیاس اور تذلیل و تنہائی سے سزا دے اور جب تک تو مطمئن نہ ہو جائے اور نفس ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے لگے اس وقت تک تو یہ کوڑا اس سے نہ اٹھا اور اسے ہمیشہ شکستہ و کمزور رکھ۔ ان سب امور پر تجھے جبھی مدد مل سکتی ہے کہ تو رضائے الٰہی کا طالب رہے اور گناہوں سے بچے، تیرا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے اور احکام الٰہی سے موافقت ہو نہ کہ مخالفت، اطاعت ہو نہ کہ معصیت، شکر ہو نہ کہ ناشکری، ذکر ہو نہ کہ نسیان اور خیر ہو نہ کہ شر"۔

امید ہے کہ ان دلائل سے تزکیہ و فلاح حقیقی کیلئے مجاہدات کی اہمیت واضح ہو گئی ہو گی۔

23۔**سوال**: قرآن پاک میں ہے نماز بے حیائی سے روکتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ نماز پڑھنے کے باوجود وی سی آر اور گانے بجانے کی بے حیائیوں میں مبتلا ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟

Marfat.com

جواب: اس کے دو اہم اسباب ہیں، اول یہ کہ ان کی نماز کامل نہیں ہوتی وہ نہ نماز کی ظاہری شرائط کا خیال کرتے ہیں نہ باطنی شرائط کا۔ بس وہ سر سے بوجھ اتارنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہوا، ''تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نمازوں سے بھولے بیٹھے ہیں''۔ (الماعون) یعنی نہ تو پابندی سے نمازیں ادا کرتے ہیں اور نہ نمازوں کو صحیح طریقے کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا، ''جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برے کاموں سے نہ روکے وہ درحقیقت نماز ہی نہیں''۔ (الدر المنثور) معلوم ہوا کہ جب تک پورے حقوق ادا نہ کیے جائیں نماز کامل نہیں ہوتی۔

دوم یہ کہ جب تک وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں کم از کم اتنی دیر تک تو یقیناً وہ بے حیائی اور برے کاموں سے بچے رہتے ہیں اور بے شک یہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ایک بڑا فائدہ ہے جو انہیں حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ نماز میں وسوسے اور دنیاوی خیالات بہت آتے ہیں اس لیے نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ تو یہ بات بھی شیطان ہی کا دھوکا ہے۔ وہ عبادت سے دور کرنے کے لئے وسوسے ڈالتا ہے اور عبادت کا اثر زائل کرنے کیلئے نماز کے فوراً بعد گناہ کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ لیکن ان وجوہ کی بنا پر نماز ہرگز نہیں چھوڑنی چاہیے۔ مثنوی مولانا روم میں ہے کہ ایک ذکرِ الٰہی کرنے والے کو شیطان نے بہکایا، تم نے اتنا ذکر کیا اس سے کیا فائدہ ہوا، اس وسوسہ کی وجہ سے اس نے ذکر و عبادت سب چھوڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کو وحی کی کہ اس ذاکر و عابد سے کہہ دو کہ جب بادشاہ کسی پر خفا ہوتا ہے تو اس کو اپنی بارگاہ میں نہیں آنے دیتا۔ بارگاہ میں حاضری کی سعادت دینا ہی اس کی رضا کی علامت ہے۔ اسی طرح میرا اپنے ذکر کی توفیق دینا ہی میری رضامندی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نماز پڑھتے ہیں تو اردگرد سے بے نیاز ہو کر سکون و اطمینان سے نماز ادا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز سکون سے پڑھتے ہیں۔ جامع صغیر میں

Marfat.com

ہے کہ نماز اس شخص کی طرح پڑھا کرو جسے یقین ہو کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔
حضرت حاتم بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا، جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو اچھی طرح وضو کر کے جائے نماز پر اطمینان سے کھڑا ہو جاتا ہوں اور یہ تصور کرتا ہوں کہ کعبہ میرے سامنے ہے جنت میرے دائیں طرف اور دوزخ میرے بائیں طرف ہے اور میں پل صراط پر کھڑا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے پھر میں نہایت عاجزی سے اللہ اکبر کہتا ہوں معانی کو ذہن میں رکھ کر تلاوت کرتا ہوں نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتا ہوں پھر اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے ناقص ہونے کی وجہ سے اس کے ٹھکرا دیئے جانے کا خوف کرتا ہوں اللہ اکبر یہ ہے اللہ والوں کی نماز باری تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین! خشوع وخضوع کے متعلق غیب بتانے والے آقا نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
(بخاری، مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصور ہمارے دلوں میں راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے (اور صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ خلوت وجلوت میں ہم یہ تصور رکھیں) تو ہم گناہ چھوڑ دیں گے اور ہماری زندگیوں میں روحانی انقلاب آجائے گا۔ اسی کو حدیث پاک میں احسان کی کیفیت سے تعبیر فرمایا گیا جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نماز میں احسان کی تکمیل اور حقیقی روحانیت کا حصول جبھی ممکن ہے کہ جان کائنات رحمت عالم ﷺ کی روحانی بارگاہ میں حاضری دی جائے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات جلد اول میں فرماتے ہیں، ''بعض اہل معرفت نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ہر ذرے اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہے پس

حضور ﷺ (روحانی طور پر) نمازیوں کی ذوات میں موجود اور حاضر ہیں۔نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور اس سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے روشن اور کامیاب ہو جائے''۔

24۔**سوال**: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نماز کی مسلسل پابندی کر لیں تو بڑائی کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے صوفیہ نے خود پسندی کو تکبر کی ایک قسم قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔اس مرض کا کیا علاج ہے؟

جواب:اس مرض کا علاج تو نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ میں موجود ہے جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا کہ سرکار ابد قرار ﷺ کا ارشاد ہے، ''جب تم میں سے کوئی اپنے سے اعلیٰ کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے سے ادنیٰ کو بھی دیکھ لے''۔اب اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ یوں سمجھئے کہ جب آدمی عبادات کی پابندی کرے تو ان محبوبان خدا کو یاد کرے جو ایک لحہ بھی یادِ خدا سے غافل نہ رہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر ادا فرمائی امام احمد بن حنبل دن بھر فقہی تعلیم و تدریس کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے امام ابو یوسف قاضی القضاۃ کی مصروفیات ہونے کے باوجود دو سو رکعات نفل پڑھتے۔حافظ حدیث حضرت ثابت بنانی نے پچاس برس شب بیداری کی۔حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے پچاس برس عشاء کے وضو سے فجر پڑھی امام اعظم رمضان میں 61 قرآن پاک تلاوت کرتے جبکہ حضرت سعید بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن پاک تلاوت فرماتے۔اور بارگاہ الٰہی میں ساری ساری رات رونے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔(رضی اللہ عنہم اجمعین)

اب جو شخص پانچ نمازوں کی پابندی کرے اور ساتھ ہی ان بزرگان دین کے واقعات بھی پڑھتا رہے تو بڑائی کا احساس پیدا نہیں ہو گا بلکہ نیکی کی طرف مزید ذوق و شوق اور رغبت پیدا ہو گی۔اور اسی طرح آدمی جب اپنے سے ادنیٰ کو دیکھے تو خدا کا شکر کرے، شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بارگاہ الٰہی میں آفاتِ روزگار کا شکوہ نہ کیا لیکن ایک بار تنگدستی کی

Marfat.com

وجہ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا میرے پاس جوتی خریدنے کی بھی استطاعت نہ تھی میں ننگے پاؤں جارہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھتا تھا کہ میری نظر ایسے شخص پر پڑی جس کے پاؤں ہی نہیں تھے میں نے فوراً خدا کا شکر ادا کیا کہ جوتی نہ سہی اللہ تعالیٰ نے مجھے پاؤں تو دیئے ہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو عبادات سے غافل ہوں ان کو حقیر نہ سمجھے بلکہ ان کی اصلاح کے لیے خلوص دل سے کوشش کرے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور بزرگان دین کے حالات زندگی پڑھے اس سے آدمی غرور و تکبر سے بھی بچے گا اور مزید نیک بننے کے لیے جستجو بھی کرے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ منہاج العابدین میں فرماتے ہیں، اپنے نیک اعمال کو عظیم اور بڑے سمجھنے کا نام خود پسندی یا عجب ہے۔ اس سے بچنا دو وجہ سے ضروری ہے اول یہ کہ اس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے محروم ہو جاتا ہے اور دوم یہ کہ اس سے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ اس سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اپنے اعمال کو حقیر جانے لوگوں کی تعریف و توصیف کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار رہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہماری برائیوں، ہمارے عیوب اور گناہوں کی گندگی کے باوجود اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت عطا فرمائی بلاشبہ اسے اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل جانے۔ اور پھر اپنے نیک اعمال کی قبولیت کے بارے میں فکر مند رہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ عطا سلمی علیہ الرحمۃ نے نہایت اچھا کپڑا بنا پھر اسے فروخت کیلئے بازار میں لے گئے اور بزاز کو دکھایا اس نے بہت کم قیمت لگائی اور اس کپڑے کے بہت سے عیب بتا دیئے، عطا رونے لگے، بزاز آپ سے معذرت کرنے لگا اور آپکی مانگی ہوئی قیمت دینے پر راضی ہو گیا آپ نے فرمایا، میں اس لیے نہیں رویا بلکہ میرے رونے کا اصل سبب یہ ہے کہ میں کپڑے کی صنعت جانتا ہوں میں نے مضبوط، عمدہ اور خوبصورت کپڑا بنانے کے لیے بہت محنت کی اور میرے نزدیک اس میں کوئی عیب نہیں تھا لیکن جب میں اس کے عیوب جاننے والے کے پاس لایا تو اس نے سارے عیوب ظاہر کر دیئے جن سے میں بے خبر رہا مجھے یہ فکر ہوئی کہ ہمارے ان اعمال کا کیا ہو گا جو کل اللہ تعالیٰ علام الغیوب

کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے تو معلوم نہیں کہ ان میں کتنے عیوب اور کتنی خامیاں ظاہر ہوں گی جن سے آج ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ پھر امام صاحب نے فرمایا، ایسے اخروٹوں کی کثرت کوئی نفع نہیں دیتی جن میں گری اور مغز نہ ہو ایسے مکانوں کی بلندی کوئی فائدہ نہیں دیتی جن کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں۔ لہٰذا ان حقائق کو ذہن نشین رکھنا چاہئے۔

25۔**سوال**: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غوث اعظم کہنا شرک ہے اس بارے میں ائمہ دین کے اقوال ارشاد فرمایئے نیز یہ بھی بتایئے کہ غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غوث اعظم کے معنی ہیں بڑا فریاد رس اور غوث الثقلین کے معنی ہیں جن و انس کے فریاد رس، جیسے مددگار و حاجت روا حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی دی ہوئی طاقت سے اس کے محبوب بندے بھی مددگار و حاجت روا ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا سے سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ غوث اعظم ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ میں حضور ﷺ کے دافع بلا و مشکل کشا ہونے کے ثبوت میں ۶۰ آیات اور ۳۰۰ احادیث پیش فرمائیں ہیں ان میں حدیث نمبر ۱۸۹ میں ہے کہ خلافت فاروقی میں جب قحط پڑا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر میں فرمان بھیجا اور اس میں یہ بار بار تحریر کیا، فَیَا غَوْثَاہُ ثُمَّ غَوْثَاہُ یعنی ارے فریاد کو پہنچو ارے فریاد رسی کرو۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غوث کا لفظ مخلوق کے لئے بولنا جائز ہے، اب ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ دین میں سے کن ائمہ نے یہ لفظ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کیلئے استعمال فرمایا۔

مرزا مظہر جانِ جاناں نے اپنے ملفوظات میں غوث الثقلین اور غوث اعظم کے لقب آپ کیلئے تحریر فرمائے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں متعدد بار غوث الثقلین کا لقب ارشاد فرمایا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ہمعات میں غوث اعظم لکھا جبکہ انفاس

Marfat.com

العارفین میں انکے والد اور نانا نے بھی غوث اعظم ہی کے لقب سے پیرانِ پیر کو یاد کیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں غوث اعظم تحریر فرمایا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی مکاشفات غیبیہ میں غوث الثقلین اور مکتوبات میں غوث اعظم کے لقب سے یاد فرمایا، شیخ نورالدین ابوالحسن علی نے بہجۃ الاسرار میں غوث الوریٰ کا لقب ارشاد فرمایا، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی نے غوث الثقلین فرمایا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں غوث اعظم اور غوث الثقلین فرمایا۔ ائمہ دین کے حوالے پیش کرنے کے بعد اب دیوبندی وہابی حضرات کے پیشوا اور امام مولوی اسماعیل دہلوی کا حوالہ پیش کرتا ہوں کہ۔

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

انکی کتاب صراط مستقیم (اردو) مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی ملاحظہ فرمایئے ص ۱۹۸ پر اور ص ۲۱۸ پر سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم کہا گیا ہے جبکہ ص ۲۴۲ پر غوث الثقلین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ ثابت ہوگیا کہ پیرانِ پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم یا غوث الثقلین کہنا ہرگز شرک یا ناجائز نہیں ہے۔

اب آپ کے دوسرے مسئلے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، سورۃ البینہ کی آخری آیت میں ارشاد ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابی رضی اللہ عنہ ہو یا غیر صحابی جو خشیت الٰہی رکھتا ہو اسکے لیے رضی اللہ عنہ کا اطلاق جائز ہے علامہ شامی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ ’’صحابہ کرام کیلئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ۔ اور اس کا الٹ یعنی صحابہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین اور انکے بعد کے علماء و اولیاء کے لئے رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے‘‘۔ امام قاضی عیاض مالکی کتاب الشفا میں فرماتے ہیں کہ ’’انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ علماء و اولیاء کو غفران و رضا سے یاد کیا جائے یعنی غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُمْ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کہا

Marfat.com

جائے‘‘۔(شرح شفا) اکابرین امت کا اسی پر عمل ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر کی جلد ۶ میں امام اعظم کو جبکہ محدث علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا میں امام اعظم، امام شافعی اور کئی اولیاء کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ج ا میں امام شافعی کو اور امام بخاری کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا ہے نیز اخبار الاخیار میں ۱۵ جگہ حضور غوث پاک کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے فقیہ اعظم علامہ شامی نے فتاویٰ شامی کی پہلی جلد میں امام اعظم ابوحنیفہ (تابعی) کو ۶ جگہ اور امام شافعی کو ۷ جگہ رضی اللہ عنہ تحریر فرمایا ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں حضرت غوث اعظم کے نام کے ساتھ کئی جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے نیز القول الجمیل میں بھی حضور غوث اعظم، خواجہ نقشبند اور خواجہ غریب نواز کے اسماء گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہم تحریر کیا ہے۔ اسی طرح کی بیشمار مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن سب سے اہم گواہی معترضین کے گھر سے ملاحظہ فرمائیں، تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۲۸ پر اکابرین دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے ناموں کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے، غیر مقلدوں کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب ’’الداء والدواء‘‘ کے صفحہ ۱۵۳ پر ختم خواجگان وختم مجدد کے ساتھ رضی اللہ عنہم جبکہ صفحہ ۱۵۴ پر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اسم گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ تحریر کیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا ہر مکتبہ فکر کے نزدیک جائز ہے۔

26۔ **سوال:** گیارہویں شریف کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فاتحہ پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں شریف تو اعلیٰ حضرت بریلوی نے شروع کی اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی، راہنمائی فرمائیے؟۔

جواب: حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی، ذکر واذکار اور فاتحہ ولنگر وغیرہ پر مشتمل محفل عموماً کسی بھی دن اور خصوصاً چاند کی ۱۱ تاریخ کو منعقد ہوتی ہے اسے گیارہویں شریف کہا جاتا ہے۔ اسکی اصل ایصالِ ثواب ہے

جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، ''عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے''۔ (الحشر:۱۰) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا دوسرے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرنا قرآن سے ثابت ہے اور ایصال ثواب بھی دراصل دعا ہی کی ایک صورت ہے۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! امِ سعد کا انتقال ہو گیا ہے اب ان کے ایصالِ ثواب کے لیے کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا، پانی۔ لہٰذا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا، ''یہ ام سعد کے لئے ہے''۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شے کو میت کی طرف منسوب کرنا نہ تو گناہ ہے اور نہ ہی اس طرح وہ شے حرام ہوتی ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنوئیں کو اپنی والدہ کی طرف منسوب کیا اسی طرح ہم گیارہویں شریف کو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث پاک بخاری ومسلم میں ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، تمہارے صدقہ خیرات کا انہیں ثواب پہنچے گا۔ ترمذی کی ایک حدیث میں ایک شخص کا اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے باغ کا صدقہ دینا بیان ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی ہم اپنے مردوں کے لیے دعائیں، صدقات وخیرات اور حج کرتے ہیں کیا یہ چیزیں انکو پہنچتی ہیں؟ فرمایا، ہاں ضرور پہنچتی ہیں اور وہ ان سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم ایک دوسرے کے ہدیے سے خوش ہوتے ہو۔ (مسند احمد) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے (ترمذی) نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی (مسلم، ابوداؤد، ترمذی) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب سنت سے ثابت ہے، نیز مالی وبدنی عبادات کا ایصال ثواب ارواح مسلمین کو ہوتا ہے اور وہ ایصال ثواب کا ہدیہ پا کر خوش

Marfat.com

ہوتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، ''حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد کی طرح سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہی سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ، درود، صدقات اور انکے نام کی تذریں مسلمانوں میں رائج ومعمول ہیں چنانچہ تمام اولیاء سے بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ (الامن والعلیٰ بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۹۶)

آپ اپنے فتاویٰ کی پہلی جلد میں فرماتے ہیں، ''نیاز کا وہ کھانا جس کا ثواب امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل اور درود پڑھا جائے تو وہ کھانا برکت والا ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے''۔ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھتے وقت سورہ فاتحہ، چاروں قل اور درود شریف پڑھا جاتا ہے اور اس سے طعام متبرک ہو جاتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں اسکی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں کہ'' تلاوت کرنے سے کھانے کے اجزاء ذکر کے انوار سے معمور ہو جاتے ہیں اور کھانے میں کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی اور ایسا طعام کھانے سے دل کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے''۔

کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا اور دعائے برکت کرنا متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ غزوۂ تبوک کے دن حضور ﷺ نے کھانے پر برکت کی دعا فرمائی، بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا اور دعا فرمائی۔ بخاری و مسلم ہی کی ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا حلوہ پر دعائے برکت فرمانا مذکور ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر تلاوت کرنا اور دعا مانگنا بلاشبہ جائز ہے۔ بلکہ مسلم شریف میں ہے کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے شیطان اسے اپنے لیے حلال سمجھتا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا چاہیے سورۃ الانعام آیت ۱۱۸ میں ارشاد ہوا، ''تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو''۔ آپ بتایئے کہ فاتحہ میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ کیا چاروں قل اور سورہ

Marfat.com

فاتحہ پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے؟ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان اس کھانے کو حلال نہیں سمجھتا اور قرآن سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان اس کھانے کو حلال نہیں سمجھتا اور قرآن سے معلوم ہوا کہ جس طعام پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وہ کافر نہیں کھاتے۔ سچ ہے کہ پاک چیزیں پاک لوگوں کے لیے اور اکابرین دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسلہ ص ۲۳ پر لکھتے ہیں، ''ثواب پہنچانے کی جو شکل اس زمانے میں رائج ہے کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارھویں، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی برسی وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شب برات کا حلوہ اور ایصال ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر مبنی ہیں''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، ''بیشک ہمارے شہروں میں غوث اعظم کی گیارھویں شریف مشہور ہے اور یہی تاریخ اہل ہند میں سے آپکی اولاد ومشائخ میں متعارف ہے''۔(ماثبت بالسنہ) شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ماہ ربیع الاخر کی گیارہ تاریخ کو غوث الثقلین کا عرس کیا کرتے تھے (اخبار الاخیار) امام عارف کامل شیخ عبدالوہاب متقی مکی قدس سرہ بھی غوث الثقلین کا عرس کیا کرتے تھے (ماثبت بالسنۃ) محدث دہلوی قدس سرہ اسی کتاب میں عرس کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''بعض متاخرین مشائخ مغرب نے فرمایا ہے کہ جس دن اولیاء کرام وصال فرما کر بارگاہ قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر وبرکت اور نورانیت کی امید ہے اور یہ متاخرین ہی کے بتائے ہوئے مستحسن اعمال میں سے ہے''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارھویں تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر وغیرہ جمع ہوتے، نماز عصر تا مغرب تلاوت قرآن کرتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف میں قصائد اور منقبت پڑھتے بعد مغرب سجادہ نشین مریدین وحاضرین کے درمیان بیٹھ کر انہیں ذکر بالجہر کراتے

Marfat.com

اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی پھر طعام وشیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء ادا کر کے لوگ رخصت ہوتے۔ (ملفوظات عزیزی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اپنی کتاب کلمات طیبات میں جمع فرمائے ہیں اس کا فارسی نسخہ مطبوعہ دہلی ص ۷۷ ملاحظہ ہو، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک وسیع چبوترے پر بہت سے اولیاء کرام حلقہ کی صورت میں مراقبہ میں ہیں جن میں خواجہ نقشبند اور حضرت جنید بغدادی بھی تشریف فرما ہیں، پھر یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے استقبال کو چل دیئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ چادر اوڑھے برہنہ پاؤں ایک صاحب بھی تھے جن کا ہاتھ تعظیم سے آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ایک صاف وشفاف حجرہ مبارک ظاہر ہوا جس پر نور کی بارش ہو رہی تھی یہ تمام بزرگ اس میں داخل ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس یعنی گیارہویں شریف ہے اور یہ تمام بزرگ اس عرس کی تقریب میں تشریف لے گئے ہیں"۔

اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب متقی مکی، شیخ امان اللہ پانی پتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرزا مظہر جانجاناں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ نہ صرف گیارھویں شریف کے جواز کے قائل تھے بلکہ خود گیارھویں شریف کیا کرتے تھے اور یہ سب اعلیٰ حضرت سے پہلے زمانے کے بزرگ ہیں بلکہ ماثبت بالسنۃ کی عبارت سے تو یہ ثابت ہوا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے زمانے یعنی ۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ میں گیارہویں شریف تمام شہروں میں مشہور ہو چکی تھی۔ جبکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف اور اعراس اولیاء کرام رحمہم اللہ امت مسلمہ کا صدیوں سے معمول رہے ہیں۔

Marfat.com

اس سلسلے میں ایک بنیادی اصول حدیث پاک کے حوالے سے سن لیجئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) یعنی کوئی جائز کام جو نیا ہو اور مسلمانوں میں رائج ہو جائے تو اسے ناجائز یا گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بدعت سیئہ بھی ہوتی ہے اور حسنہ بھی۔ فتاویٰ عزیزی جلد اول سے زیر بحث موضوع پر ایک عبارت پیش کیے دیتا ہوں، فرماتے ہیں ''صورت مروجہ جس میں بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن پاک ختم کرتے ہیں پھر طعام و شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کی جاتی ہے یہ صورت حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں معمول نہ تھی لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طریقے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں دونوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے''۔

27۔**سوال**: اولیاء اللہ کے لیے نذر ماننا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے شرک گردانتے ہیں اس مسئلہ کی بھی وضاحت فرما دیجئے؟۔

جواب: قرآن پاک کی سورہ دھر آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا، ''(وہ) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی برائی پھیلی ہوئی ہے''۔ (کنز الایمان) سورۂ حج آیت ۲۹ میں ارشاد ہوا، ''پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں''۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین اپنی منتوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔

نذر کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ایسی عبادت اپنے اوپر واجب کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب نہ کی ہو جیسے کوئی یہ منت مانے کہ فلاں کام ہونے پر سو رکعات نفل پڑھوں گا۔ یہ نفل اس نے نذر کے ذریعہ اپنے اوپر واجب کر لیے۔ عرف میں نذر کا مفہوم ہے کسی بزرگ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا مثال کے طور پر کوئی یہ نذر مانے کہ فلاں کام ہو جانے پر دربار پر کھانا تقسیم کروں گا یا گیارھویں شریف کروں گا وغیرہ۔ اس نذر کا مقصد اس بزرگ کو ایصال

Marfat.com

ثواب کرنا ہوتا ہے یہ نذر بلاشبہ جائز ہے اور ایصال ثواب کے مسنون ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے نذر کی دو قسمیں ارشاد فرمائیں، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسے پورا کرنا چاہیے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو وہ شیطان کیلئے ہے اسے پورا نہیں کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے نذر کی دو قسمیں نذر فی طاعۃ اللہ اور نذر فی معصیۃ اللہ معلوم ہوئیں۔

نذر فی طاعۃ اللہ کی مزید دو قسمیں ہیں: ۱۔ نذر مجازی ۲۔ نذر حقیقی

نذر مجازی یہ ہے کہ لغوی معنوں میں یا عرف میں کوئی شے بطور ہدیہ و نذرانہ کسی کی خدمت میں پیش کی جائے یا کسی ولی کے ایصال ثواب کے لیے کوئی جانور نامزد کر دیا جائے اور اس نذر کا مقصد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ثواب عطا فرمائے تو یہ نذر بالکل جائز اور باعث خیر و برکت ہے جبکہ نذر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نور مجسم ﷺ سے دریافت کیا کہ انکی والدہ نے ایک نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے قبل ہی انتقال کر گئیں حضور ﷺ نے فرمایا، تم اپنی والدہ کی طرف سے نذر کو پورا کرو۔ ابوداؤد کے حوالے سے مشکوۃ میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے مقام بوانہ پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تھی انہوں نے رسول معظم ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا، کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جسکی پوجا کی جاتی ہو؟ عرض کی نہیں پھر فرمایا، کیا وہاں مشرکوں کا کوئی میلا لگتا ہے؟ عرض کی نہیں تو سید عالم ﷺ نے فرمایا، تم اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ کسی ولی کے مزار پر یا کسی خاص جگہ جا کر بھی کوئی منت پوری کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہاں بتوں کی پوجا نہ ہوتی ہو، مشرکوں کا میلہ نہ لگتا ہو اور وہ منت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منت مانتے

Marfat.com

تھے اور نبی کریم ﷺ ان منتوں کو پورا کرنے کی تعلیم ارشاد فرماتے تھے۔ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں، جو نذر اولیاء اللہ کے لیے مانی جاتی ہے اور اسے مریض کے شفا حاصل کرنے اور غائب کے آنے پر معلق کیا جاتا ہے وہ نذر مجازی ہے اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اولیاء کے مزارات پر خادمین کے لئے صدقہ کیا جائے''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمایئے وہ فرماتے ہیں،'' اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جائے اور یہ مسنون ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ام سعد رضی اللہ عنہ کا حال بخاری و مسلم میں مذکور ہوا، مقصد یہ ہے کہ نذر کا ثواب کسی ولی کی روح کو پہنچایا جائے اور ولی کا ذکر جس عمل کی نذر مانی ہے اسکے لیے ہے نہ کہ مصرف کے لئے، اور طعام و مال کا مصرف اس ولی کے عزیز و اقارب، اسکے خدام اور اسکے متوسلین ہیں بلاشبہ ان نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اسکا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ شرعاً یہ معتبر اور باعث قربِ الٰہی ہے''۔ (فتاویٰ عزیزی (فارسی) جلد ا ص ۱۲۱)

نذر پورا کرنے سے متعلق ایک واقعہ یاد آیا ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں تحریر کیا ہے اسکا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کیونکہ شاہ ولی اللہ وہ ہستی ہیں کہ جنہیں دیوبندی اور اہلحدیث حضرات بھی اپنا پیشوا کہتے ہیں جبکہ وہ خالص اہلسنّت عقائد رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل پیش آئی اس نے نذر مانی کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر میری مشکل حل ہوگئی تو اتنے روپے ان حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ مشکل حل ہوگئی اور وہ شخص نذر دینا بھول گیا کچھ دنوں بعد اسکا گھوڑا شدید بیمار ہوگیا اور مرنے کے قریب تھا کہ ہمیں علم ہوا تو ایک خادم کے ذریعہ اسے پیغام بھیجا کہ یہ پریشانی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہے اگر اپنا گھوڑا سلامت چاہتے ہو تو جو نذر تم نے فلاں جگہ مانی تھی وہ بھیج دو، فرہاد بیگ نے وہ نذر بھیج دی اسی وقت اس کا گھوڑا صحت یاب ہوگیا۔

Marfat.com

باب ہفتم

ترک دنیا اور تصوف

28۔**سوال**: موجودہ دور میں جبکہ برائیاں تیزی سے رگ وپے میں سرایت کرتی جارہی ہیں اور ہر شخص دنیا کی محبت اور زیادہ سے زیادہ مال کمانے کی فکر میں مبتلا ہے فلاح اور روحانیت عملی طور پر کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے (قیامت کے دن) مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے اور جتنے زمین میں ہیں سب، پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی، بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور (حق سے) منہ پھیرا اور جوڑ کر (مال کو) محفوظ کرلیا۔ (المعارج :۱۱۔۱۸، کنزالایمان) ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن منکرین حق کو پیش آنے والی حالت بیان فرمادی ہے تاکہ مسلمان دنیا کی محبت میں آخرت کو فراموش نہ کردیں اور اخروی زندگی کے لئے نیکیوں کو جمع کرتے رہیں۔

یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ دنیا عمل کی جگہ ہے اس پر یقین کامل کرکے پہلے علم دین حاصل کیجئے کہ علم بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور پھر تمام حرام کاموں سے بچئے خصوصاً حرام کمائی سے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، دنیا سے بے رغبت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا، حلال کمائی اور چھوٹی امیدیں (مشکوٰۃ)

حلال مال کمانا کوئی بری بات نہیں ہے بس یہ حلال مال راہ خدا میں دل کھول کر خرچ کریں خوب خیرات کریں آپ دیکھیں گے کہ مال کی محبت دل سے نکل جائے گی۔ یہاں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے آپ نے فرمایا، گذشتہ زمانے میں مال جمع کرنا ناپسندیدہ کام تھا لیکن آج مال مومن کیلئے ڈھال ہے یعنی

Marfat.com

بہت سے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اگر یہ مال نہ ہوتا تو حاکم وامراء ہمیں رومال بنا لیتے یعنی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے پس جس کے پاس کچھ مال ہو اسے چاہے کہ اسکی حفاظت کرے اور بڑھائے کیونکہ اس پر فتن دور میں اگر کوئی محتاج ہو جائے تو عجب نہیں کہ وہ جو چیز پہلے خرچ کرے وہ اس کا دین ہو لہٰذا حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔

(مشکوٰۃ)

آپ غور فرمائیں کہ رہائش، لباس اور طعام یہ ضروریات زندگی ہیں جس کے پاس اتنا مال بھی نہ ہو وہ بقدر ضرورت مال ضرور جمع کرے البتہ جسے اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا ہو اور وہ اپنا مال وی سی آر اور ڈش انٹینا خریدنے میں لگائے اور ایسی ہی دیگر عیاشیوں کے لیے مزید کمانے کی فکر میں رہے تو وہ یقیناً دنیا کا بندہ اور نفس کا غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے تو جو کچھ مال و اولاد ان کے پاس ہو سب کو اللہ تعالی ہی کی امانت سمجھتے ہیں۔ ایک صحابی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بچے کا انتقال ہو گیا رات جب وہ گھر آئے تو بیوی نے نہ بتایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، صحبت بھی کی پھر بیوی نے کہا اگر کوئی امانت رکھوائے اور پھر واپس لے لے تو ہمیں شکوہ اور افسوس کرنا چاہیے یا نہیں انہوں نے فرمایا، نہیں۔ اب انہوں نے بچے کے انتقال کا بتا دیا۔ صبح جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے تو آپ نے فرمایا رات جو صحبت کی تھی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں لڑکا عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ

جب بندہ سب کچھ اپنا سمجھنے لگ جائے تو پھر کاروبار میں نقصان پر بھی پریشانی ہو گی راہ خدا میں دینے پر بھی پریشانی ہو گی ٹھوکر لگنے پر بھی پریشانی ہو گی اور اگر وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا سمجھنے لگ جائے تو پھر بندہ ہر مصیبت و نقصان پر یہی کہے گا، بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہمارے مال اولاد بھی، جو گیا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس طرح غم محسوس نہ کرے گا لیکن یہ جذبہ بتدریج آئے گا اس جذبہ کی ترقی کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے۔ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔ اس سے دنیا کی محبت دل سے نکلتی ہے اور روحانیت سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ دنیا کا غم

Marfat.com

دل میں تاریکیاں لاتا ہے جبکہ آخرت کی فکر اور اس کے لئے کوشش کرنا دل میں نورانیت پیدا کرتا ہے"۔ (المنبہات) اس کے ساتھ ساتھ فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی کرے، تمام حرام کاموں سے بچے اور اپنے پیر ومرشد سے مجاہدہ اور ذکر وفکر کیلئے راہنمائی لے پھر روزانہ اپنا محاسبہ بھی کرے اور کوشش کرے کہ لہو ولعب اور شیطانی تفریحات سے دور رہے کہ یہ چیزیں غفلت کا باعث بنتی ہیں۔

صوفیہ فرماتے ہیں، "جو گناہوں کو چھوڑ دے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور جو حرام سے بچے اور حلال رزق کھائے اس کی فکر میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے"۔ یہ بات فراموش نہ کرے کہ دین کے راستے میں مشکلات اور آزمائشیں آیا کرتی ہیں تکلیف دہ باتیں بھی سنی پڑتی ہیں خصوصاً داڑھی رکھنے پر مغرب پرست لوگوں کے طعنے اس معاشرے میں عام سی بات ہوگئی ہے۔ بہرحال جتنی آزمائش زیادہ ہوگی اس میں صبر کرنے کا اجر بھی اتنا زیادہ ہوگا۔ بس مومن کو چاہیے کہ اعترافِ شکست نہ کرے اور رحمت الٰہی سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستوں میں رہ کر بھی توحید کا درس دیتے رہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ بھی ہمارے لیے روشن مثال ہے۔

ایک ایمان افروز حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض گذار ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرمایا، سوچ لے تو کیا کہہ رہا ہے اس نے عرض کی اللہ تعالیٰ کی قسم میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں یہ بات تین بار کہی۔ آپ نے فرمایا، اگر تو سچا ہے تو فقیری کے مقابلے کے لئے اچھی طرح تیار ہو جا یقیناً مجھ سے محبت کرنیوالے کی طرف فقیری سیلاب کے بہنے سے بھی زیادہ تیز دوڑتی ہے۔ (ترمذی) یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ مصائب وآفات سے محبت کرتے تھے امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں سیدنا ضحاک علیہ الرحمۃ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ "جس نے ہر چالیس راتوں میں ایک بار بھی کوئی مصیبت اور پریشانی نہ دیکھی اسکے لیے رب تعالیٰ

Marfat.com

کے ہاں کوئی بھلائی نہیں"۔ بلکہ بخاری شریف میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے مصائب میں مبتلا فرماتا ہے"۔ تاکہ یہ مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں اور صبر کرنے پر اسے بیش بہا اجر وثواب عطا کیا جائے۔

جب بندہ خود نیک ہو جائے تو اپنے گھر والوں کو دین کی تعلیمات سکھائے اور پھر اپنے احباب کو دین کی طرف راغب کرے۔ سورۂ عصر میں دنیا وآخرت کی فلاح حاصل کرنے کی یہی چار شرائط بیان ہوئی ہیں۔ ارشاد ہوا، "اس زمانۂ محبوب (ﷺ) کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق (بات) کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (ان تکلیفوں اور مشقتوں پر جو دین کی راہ میں پیش آئیں)"۔ (کنز الایمان)

کامیابی کا فلسفہ ایک حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ تمام تعلیمات تصوف کا خلاصہ سامنے آجاتا ہے مختار کل ختم الرسل ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، "وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کر دیا، اس کی زبان کو سچائی اور دل کو سکون عطا فرمایا، اسکے مزاج کو سیدھا اور درست رکھا، اس کے کانوں کو حق سننے والا اور آنکھوں کو حق دیکھنے والا بنایا، ان دونوں کے ذریعے سے ہی ہدایت دل میں اترتی ہے اور پھر دل اس کی حفاظت کرتا ہے پس جس نے اپنے دل کو ہدایت کی حفاظت کرنے والا بنایا بیشک وہ کامیاب ہو گیا"۔ (مسند احمد، بیہقی) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن و صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

29۔سوال: صوفیاء کرام دنیا کی بہت مذمت کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ حدیث

Marfat.com

شریف میں ارشاد ہے، ''دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے'' اس حدیث کی شرح بھی بیان فرما دیجیے۔

جواب: دنیا کے معنی ہی حقیر اور ادنیٰ چیز کے ہیں۔ دنیا کو حقیر جاننا اور اس کی بے ثباتی پر یقین رکھنا تصوف کی روح ہے اور دراصل یہ قرآن حکیم ہی کی تعلیم ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۳۲ میں ارشاد ہے، ''اور دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود، اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تمہیں سمجھ نہیں''۔ (کنزالایمان)

سورۂ حدید آیت ۲۰ میں فرمایا گیا، ''جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (بھوسہ) ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال''۔ (کنزالایمان)

پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا اشیاء کا نام نہیں دنیا مال و دولت کا نام نہیں بلکہ خدا کی یاد سے غفلت کا نام دنیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ فرزند و زن

یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے وہ دنیا ہے اور یہ یقیناً قابل نفرت و مذمت ہونی چاہیے۔ قرآن مجید کی ان آیات میں دنیا کی زندگی کو کھیل کو داس لیے فرمایا گیا کہ جیسے بچے کچھ دیر کے لیے کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں اور اسکے بعد ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں یہی حال اہل دنیا کا ہے اور دنیا کی زندگی کو دھوکا اس لیے قرار دیا گیا کہ سانس کا سلسلہ کس وقت منقطع ہو جائے گا کوئی نہیں جانتا۔ بقول شاعر سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں، لہٰذا دنیا کی رنگینیوں اور آسائشوں کو ہی مقصد حیات بنا کر آخرت سے غافل رہنا بہت بڑی نادانی ہے۔

ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ فرماتے ہیں، ''اے عزیز یاد رکھ کہ تیری

Marfat.com

پیدائش کے وقت سب خوش تھے مگر تو رو رہا تھا ایسا جینا جی کہ تیری موت کے وقت سب رو رہے ہوں مگر تو خوشی محسوس کرے۔ تو اگر اخلاص سے یاد الٰہی میں گریہ وزاری کرتا ہے، ہجر حبیب وفراق محبوب میں دل تپاں، سینہ بریاں، گریہ کناں رہے تو ضرور وقت انتقال وصال محبوب پا کر تو شاد وفرحاں ہوگا اور تیرے فراق پر مخلوق نالاں و پریشان ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے بچالیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار (یعنی استقا کی بیماری والے) کو پانی سے بچاتا ہے (احمد، ترمذی) آپ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے اس دنیا کی کم سے کم چیزوں کو استعمال فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مجھے میرے رب نے اختیار دیا کہ میں چاہوں تو احد پہاڑ سونا بن جائے مگر میں نے یہ پسند کیا کہ ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں (ترمذی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر چٹائی پر سونے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا ہم نے عرض کی آپ ہمیں اجازت دیتے کہ ہم بستر بچھادیتے آپ نے فرمایا، مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ بس میرا تعلق دنیا سے ایسا ہے کہ جیسے کوئی سوار درخت کے سائے میں کھڑا ہوا اور پھر درخت کو چھوڑ کر چلا جائے (ترمذی، ابن ماجہ)

اب ہم سوال میں مذکور حدیث پاک پر گفتگو کرتے ہیں، محسن انسانیت سید عالم ﷺ نے فرمایا، "دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے"۔ یہ بات قابل غور ہے کہ کوا بھی مردار کھاتا ہے لیکن اس حدیث پاک میں دنیا دار کو کوے سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ دنیا کو مردار سے اور اس کے طلبگاروں کو کتوں سے تشبیہ دی گئی دنیا پرستوں میں بھی وہی صفات موجود ہوتی ہیں جو مردار کھانے والے کتوں میں پائی جاتی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کتا مردار اکیلے ہی کھاتا ہے خواہ وہ مردار گائے وغیرہ بڑا جانور ہی کیوں نہ ہو بلکہ جب کوئی اور کتا اس کے ساتھ شریک ہونا چاہے گا تو وہ فوراً اس پر غرانا بھونکنا شروع کردے گا۔ یہی حال دنیا دار کا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی اور اسکی دنیا میں شریک وحصہ دار بنے جبکہ کوا مردار دیکھ کر کائیں

Marfat.com

کائیں کر کے اپنی برادری جمع کر لیتا ہے دوسری بات یہ کہ کتا مردار رات دن کھاتا ہے جبکہ کوے کی خصلت یہ ہے کہ وہ دن ہی میں کھاتا ہے رات میں نہیں۔ آپ دیکھ لیجیے مال و دولت کمانے کی ہوس دنیادار پر ایسی سوار ہوتی ہے کہ رات دن کماتا ہے نہ دن کو سکون اور نہ ہی رات کو آرام، ہر وقت دنیا جمع کرنے کی فکر اس پر مسلط رہتی ہے۔ تیسری بات یہ کہ کتا مرے ہوئے کتے کو بھی کھالیتا ہے یعنی اپنے مردار بھائی کو بھی نہیں چھوڑتا جبکہ کوا مردہ کو انہیں کھاتا۔ دنیادار کا حال دیکھ لیں وہ بھی اپنے بھائی سے حسد کرتا ہے دنیا کمانے کی خاطر وہ مسلمان بھائیوں کو تو عموماً اور بعض اوقات سگے بھائیوں کو بھی دھوکا دینے سے باز نہیں رہتا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ارشاد ہے، ''دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے''۔ یہاں دنیا کو قید خانہ سے تعبیر کیا گیا ہے آپ دیکھئے کہ جب تک کوئی آدمی جیل سے باہر ہے وہ اپنی آزادی سے گھوم پھر سکتا ہے جب چاہے کھا پی سکتا ہے جب چاہے سو سکتا ہے لیکن جو آدمی جیل میں ہو وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اسے وہاں کے نظام الاوقات کے مطابق عمل کرنا ہوگا، فلاں وقت کھانا ہے فلاں چیز کھانے کو ملے گی فلاں وقت سونا ہے فلاں وقت فلاں کام کرنا ہے وغیرہ۔ مومن کے لیے دینا کی مثال ایسی ہی ہے۔ مومن کی اپنی مرضی نہیں چلے گی اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول معظم ﷺ کی مرضی اور احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہوگی۔ جب انکا حکم ہوگا نیند سے بیدار ہونا ہوگا جب انکا حکم ہوگا نماز پڑھنی ہوگی جب ان کا حکم ہوگا روزے رکھنا ہوں گے جو چیزیں وہ حرام قرار دیں گے ان سے بچنا ہوگا جن امور کی وہ اجازت دیں گے وہی کام کرنے کا اختیار ہوگا۔ گویا مخصوص حدود میں رہتے ہوئے زندگی گزارنا ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ ان حدود کو پامال کریں گے، دینی تعلیمات کا مذاق اڑائیں گے اور آزادی چاہیں گے اور دنیا کو کافروں کی جنت کی طرح اپنی ''جنت'' بنانا چاہیں گے انکا آخرت میں وہی ٹھکانا ہوگا جو کہ کافروں کا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

مجدد دین وملت مصلح امت امام احمد رضا قادری بریلوی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے فرماتے ہیں، اے مسلمان! گمراہی کی ظلمتیں، شیاطین جن وانس کی مکاریاں،

Marfat.com

بدمذہبوں کی فریب کاریاں اورنفس کا گناہوں کی طرف مائل ہوناوغیرہ اپنے سارے خطرات کے ہوتے ہوئے تو اپنی دولت ایمان سے بے فکر نہ رہ بلکہ اس کی حفاظت کر اور خواب غفلت سے بیدار ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں،

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
آنکھیں ملنا، جھنجلا پڑنا لاکھوں جمائی انگڑائی
نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے اٹھنا بھی کچھ گالی ہے
وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید عالم ﷺ کا وسیلہ پکڑنے اور ان سے مدد مانگنے کی تعلیم دیتے ہیں جو کہ تصوف کا اہم جزو ہے۔ فرماتے ہیں۔

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر سب نے کیسی آفت ڈالی ہے
مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

30۔**سوال:** دنیا کی مذمت کے بارے میں آپ کی ایمان افروز باتیں تو دل قبول

Marfat.com

کرتا ہے لیکن عرض یہ ہے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی کیسے اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ''دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا''؟۔

جواب: اس حدیث پاک میں بھی دنیاداری سے مراد وہ دنیاداری ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل اور نور مجسم ﷺ کی اطاعت سے غافل رکھے۔ ایک حدیث پاک میں یہ ارشاد ہے کہ ''دنیا لذتوں اور خواہشوں سے گھری ہوئی ہے پس دنیا کی لذتیں اور خواہشیں تم کو آخرت سے غافل نہ کردیں'' (طبرانی) ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے'' (مشکوٰۃ) گویا ہر برائی کا آغاز دنیا کی محبت سے ہوتا ہے اور دنیا نام ہے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں کا، بقول اکبر الہ آبادی

اسے ہم آخرت کہتے ہیں جو مشغول حق رکھے
خدا سے جو کرے غافل اسے دنیا سمجھتے ہیں

پس دنیا سے بے رغبت ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جائز طریقے سے دنیا کی نعمتیں استعمال کریں لیکن دل میں دنیا کی محبت نہ آنے دیں۔ یعنی وہ محبت ہرگز نہ آنے دیں جو یاد الٰہی سے اور اطاعت رسول ﷺ سے غفلت کا سبب بنے۔ اسی لیے قرآن کریم میں مال و اولاد کو آزمائش بتایا گیا ہے اور یہ نصیحت کی گئی ہے کہ ''اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں، اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا''۔ (المنافقون: ۹۔۱۰، کنزالایمان)

صوفیہ فرماتے ہیں، دنیا رحمت ہے جب تک اسکی محبت دل سے باہر ہو جیسے سمندر میں کشتی چلے اور پانی کشتی سے باہر رہے تو رحمت ہے ورنہ تباہی و بربادی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو دنیا سے بے رغبت ہو جائے دنیا اس کی طرف دوڑتی ہے۔ آپ دنیا کو سائے کی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر آپ سائے کی مخالف سمت چلیں گے تو وہ آپ کے پیچھے آئے گا اور اگر آپ

سائے کی طرف دوڑنے لگ جائیں تو ہرگز سائے کو قابو نہ کر پائیں گے اور وہ آپ سے بہر صورت آگے ہی رہے گا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو عمدہ زیورات اور خوبصورت لباس سے آراستہ و پیراستہ تھی جو اسکے قریب سے ہو کر گزرتا وہ اس پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کر دیتی۔ وہ عورت جب سامنے آتی تو نہایت مکروہ اور خبیث و بدصورت بڑھیا لگتی مگر جب منہ پھیرتی تو پیچھے سے بہت حسین و جمیل اور جوان نظر آتی۔ اس شخص نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے تجھ سے محفوظ رکھے وہ بڑھیا بولی اللہ تعالیٰ تجھے مجھ سے صرف اسی صورت میں بچائے گا جب کہ تو مال و دولت سے بغض رکھے اس نے سوال کیا آخر تو ہے کون؟ بڑھیا نے جواب دیا، میں دنیا ہوں۔

(روض الریاحین)

اعلیٰ حضرت دنیا کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں۔

دینا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود کثرت مال کے زہد تقویٰ کا پیکر بنے رہے اور کبھی بھی انہوں نے دنیا کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اسی طرح ائمہ و اولیاء کرام نے بھی تجارت کی اور مال کمایا جو دین کے لیے خرچ کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہم عمدہ لباس پہنتے لیکن اخلاص اور للّٰہیت انکے پیش نظر رہتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی فتح کے وقت تشریف لے گئے تو آپ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے تھے کسی نے عرض کی آج کوئی عمدہ سی پوشاک زیب تن فرمایئے تا کہ کافر مرعوب ہوں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ہمیں عزت عمدہ پوشاک اور گھوڑوں سے نہیں دی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وغلامی کی وجہ سے عزت سے نوازا ہے پس ہم جب بھی اسلام کے سوا کسی اور ذریعہ سے عزت چاہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا کر دے گا۔ (ترغیب وترہیب)

قرآن کریم میں ایسے ہی مخلص مومنوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے، "وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت، اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں"۔

(النور: ۳۷، کنز الایمان)

پس ہمیں چاہیے کہ نہ اتنی پر آسائش زندگی گزاریں کہ نفس مغرور اور غافل ہو جائے اور نہ اتنی غربت وتنگی کے ساتھ زندگی گزاریں کہ شیطان ہمیں تقویٰ کا جھانسہ دے بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق درمیانی راہ اختیار کریں۔

ایک ایمان افروز نصیحت

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو آواز سے ہنستے دیکھا تو فرمایا، کیا تو پل صراط سے گذر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں، پھر پوچھا کیا تجھے علم ہے تو جنتی ہے یا جہنمی؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، جب تجھے اپنا انجام معلوم نہیں تو پھر یہ ہنسی کیسی ہے؟ پھر وہ زندگی بھر نہیں ہنسا۔ (احیاء العلوم)

Marfat.com

باب ہشتم

وسیلہ اور زیارتِ قبور

31۔**سوال**: وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ دعا میں وسیلہ اختیار کرنا کیسا ہے؟

جواب: لغوی طور پر کسی شے کو مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا توسل ہے جبکہ شرعاً توسل یہ ہے کہ کسی ایسی شے کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی اس آیت کریمہ کے بارے میں ہم نے گفتگو کی، ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو'' اس آیت میں وسیلہ اختیار کرنے کا حکم موجود ہے، علماء فرماتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ کی اطاعت میں، بعد وصال اور قیامت کے دن وسیلہ بنانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل ایمان کا طریقہ ہے جو کہ مضبوط دلائل و براہین سے ثابت ہے اسی طرح محبوبان خدا کو وسیلہ بنانا بھی امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔

بعض لوگ اعمالِ صالحہ ہی کو وسیلہ قرار دیتے ہیں حالانکہ کوئی شخص ہرگز یہ نہیں جانتا کہ اس کے اعمال بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں یا نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم ﷺ کے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے میں کسی مومن کو شبہ نہیں ہوسکتا تو جب ان اعمال صالحہ کو جو کہ مخلوق ہیں اور جن کی مقبولیت مشکوک ہے، وسیلہ بنایا جاسکتا ہے تو سب سے بہتر مخلوق نبی کریم ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے وسیلے سے اپنے لیے دعا کی، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اے آدم (علیہ السلام) تو نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا، عرض کی اے رب تعالیٰ جب تو نے مجھ میں روح پھونکی تو میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا پایا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس ہستی کے نام کو ملایا ہے وہ یقیناً تجھے

Marfat.com

سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ارشاد ہوا" تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے سب مخلوق میں زیادہ محبوب ہیں، مجھے انکے وسیلے سے پکارو میں بخش دوں گا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا"۔اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اور امام سبکی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شفاء السقام میں بیان کیا اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔

اہل کتاب کا حضور ﷺ کی اس دنیا میں آمد سے قبل آپ کو وسیلہ بنانا قرآن سے ثابت ہے،ارشاد ہوا" اور اس سے پہلے وہ اس نبی ﷺ کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے"۔(بقرہ:۸۹) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی حاجات اور مشکلات میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتے اور آپ ﷺ ان کی مشکل کشائی فرماتے۔اس بارے میں فقیر کی کتاب" ضیاء الحدیث کا پہلا باب ایمانیات ملاحظہ فرمائیں کہ صحاح کے حوالے سے متعدد احادیث وہاں ملیں گی۔بعد از وصال حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے سے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف حدیث جس میں روضہ مطہرہ کی چھت میں سوراخ کر کے بارش کے لیے توسل کیا گیا اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں انہوں نے سرکار ابدقرار ﷺ کے اسم گرامی کا وسیلہ پیش کیا، یہ دونوں احادیث بھی وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اب ہم حضور ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کو وسیلہ بنانے کے متعلق ایک اہم حدیث بیان کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت کے لیے بار بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتا لیکن آپ توجہ نہ فرماتے اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس نے شکایت کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرو پھر یہ دعا مانگو، اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو کہ نبی رحمت ﷺ ہیں۔یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کے دربار میں اس لیے متوجہ ہوا ہوں کہ میری یہ حاجت پوری ہوجائے، یااللہ! حضور ﷺ کی شفاعت

Marfat.com

میرے حق میں قبول فرما (پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا)۔

چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کی خدمت میں لے گیا آپ نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اسکی حاجت پوچھی اس نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا آپ نے اسے پورا کر دیا پھر فرمایا، جب بھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آجانا۔ وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزادے اگر آپ امیر المومنین سے میرے بارے میں بات نہ کرتے تو وہ کبھی میری طرف متوجہ نہ ہوتے اور میری حاجت پوری نہ کرتے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا ایک نابینا شخص خدمت اقدس میں آیا اور اپنی بینائی کے لیے دعا کی درخواست کی حضور ﷺ نے اسے یہی طریقہ اور یہی دعا تعلیم فرمائی (جو کہ مذکور ہو چکی) اور خدا کی قسم ابھی ہم مجلس سے جدا نہ ہوئے تھے کہ وہ نابینا شخص ایسے ہمارے پاس آ گیا کہ گویا وہ نابینا ہی نہ تھا۔

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ امام طبرانی نے اسے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الترغیب والترہیب) جبکہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ نابینا صحابی والی حدیث ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے بھی روایت فرمائی ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ جب اس شخص نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شاید اسکی حاجت کے سلسلے میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سے کوئی بات کی ہے، تو صحابی رسول ﷺ نے اس کے خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے فوراً وہ حدیث بیان فرمائی جس میں انکے سامنے ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو آنکھیں مل گئی تھیں تاکہ اس پر واضح ہو جائے کہ اس کی حاجت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے، انکو پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کی وجہ سے پوری ہوئی ہے الحمد للہ، اہلسنت کا عقیدہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدے کے عین مطابق ہے۔

اب رہا تبرکات انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل کرنا تو اس بارے میں متعدد احادیث

Marfat.com

ضیاء الحدیث کے ایمانیات کے باب میں بیان کردی ہیں ایک دلیل قرآن کریم سے سن لیجیے، ارشاد ہوا ''اوران سے نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون علیہما السلام کے ترکے کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے''۔ (البقرہ: ۲۴۸) تفاسیر میں ہے کہ اس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، آپ کے کپڑے، نعلین پاک اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور دیگر تبرکات تھے۔ اس صندوق کو بنی اسرائیل جنگ کے موقع پر آگے رکھتے اور اس کی برکت سے فتح پاتے (تفسیر خزائن العرفان) اس آیت سے واضح ہے کہ اس تبرکات والے صندوق کا وسیلہ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی رضا تھی اسی لیے انہیں فتح حاصل ہوتی ہیں اور حاجات روا ہوتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ بخاری شریف میں رسول مکرم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ''تمہارے کمزور لوگوں کی برکت سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے''۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کے تبرکات تھے آپ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ مجھے کفن میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا کرتا اور آپ کا تہبند پہنا کر حضور کی چادر میں لپیٹ دیا جائے میرے گلے، منہ اور اعضائے سجدہ پر سرکار ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کے تراشے رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردیا جائے۔

ایک ایمان افروز بات یہ بھی عرض کردوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے جیسا کہ آپ کے جبہ سے شفا حاصل کرنا (مسلم)، روضہ مطہرہ سے توسل کرنا (مشکوٰۃ)، ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا کفن کیلئے آپ کی چادر مانگنا (بخاری)، وضو کے پانی سے توسل کرنا (بخاری وغیرہ) مگر خاص بات یہ ہے کہ حضور ﷺ خود اپنی برکتیں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے خود برکت کے لیے آٹے میں لعاب دہن ڈالا، برتن میں انگلیاں ڈال دیں ان سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، آپ

خود اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر میں لیٹے اور یہ دعا فرمائی ''اے اللہ تعالیٰ میری چچی کو بخش دے، اسے اسکی دلیل سکھا دے، اپنے نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق کے سبب اسکی قبر کشادہ فرما دے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے''۔ اس دعا سے بھی ثابت ہوا کہ زندہ کے علاوہ وصال کیے ہوئے لوگوں کا توسل بھی جائز ہے۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق سے توسل مذکور ہوا اور بھی بے شمار دلائل ہیں جن کی اس مختصر وقت میں گنجائش نہیں۔

32۔ **سوال:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کا وسیلہ جائز ہے مگر مردہ کا جائز نہیں اسکی دلیل کے طور پر بخاری شریف کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کرنے کا ذکر ہے؟ اس مسئلہ کی بھی وضاحت فرما دیجیے۔

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام سے بعد انکے وصال کے توسل کرنا اس حدیث مبارک سے بھی ثابت ہے جسے فقیر نے ابھی بیان کیا۔ اس حدیث پاک کو طبرانی نے اوسط کبیر میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، ابن عبد البر، دیلمی اور ابو نعیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، نور الدین ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اسی حدیث کے حوالے سے جذب القلوب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں، ''اس حدیث سے زندگی اور بعد وصال دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہنے کا ثبوت ملتا ہے جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے بعد وصال توسل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے توسل بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا بلکہ اسی حدیث کی رو سے اولیاء سے انکی وفات کے بعد وسیلہ چاہنے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعد وصال کے انبیاء کرام علیہم السلام کی تخصیص نہیں اگر یہ انہیں کی خصوصیت ہو تو پھر اسکی دلیل کہاں ہے؟''۔

بعد وصال نبی کریم ﷺ کو پکارنا اور مدد چاہنا، اس بارے میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح حدیث ابھی بیان کی گئی۔ اس حدیث کو اعلیٰ حضرت

Marfat.com

امام اہلسنت مزید دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں، امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی اور امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا، کسی نے کہا، انہیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں حضرت نے با آواز بلند کہا یا محمداہ (ﷺ)! فوراً پاؤں صحیح ہو گیا، امام نووی شارح مسلم نے کتاب الاذکار میں ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے۔ دور فاروقی ۱۸ھ میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے انکی قوم بنی مزنیہ نے بکری ذبح کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا، بکریوں میں کچھ نہیں رہا بہت اصرار کیا تو بکری ذبح کی جب کھال اتاری تو نیچے سے سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ عنہ نے فریاد کی یا محمداہ ﷺ رات کو خواب میں نبی کریم ﷺ نے زندگی کی بشارت دی (تاریخ کامل ابن اثیر) یہ واقعہ حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ ج ۷ میں بیان کیا ہے۔ ان احادیث سے ندائے یارسول اللہ ﷺ کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اب ہم بخاری کی اس حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا فرماتے اور عرض کرتے، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے محبوب نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو بارش عطا فرما، پس بارش ہو جاتی (بخاری ج ۱)

اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ بارگاہ الٰہی میں صرف نیک اعمال ہی نہیں بلکہ صالحین سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ امتی کا وسیلہ بھی جائز ہے۔

۳۔ صالح امتی کا وسیلہ پیش کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ثابت ہو گیا کیونکہ کسی نے اعتراض نہ کیا۔ بلکہ طبقات ابن سعد کی ساتویں جلد میں یہ واقعہ موجود ہے کہ امیر

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جب قحط پڑا تو حضرت یزید بن الاسود الجرشی رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور دعا کی تو فوراً بارش شروع ہوگئی۔ اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے۔ اس سے بھی محبوبان خدا کا وسیلہ پیش کرنے پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہی وسیلہ بنایا کسی اور صحابی کو وسیلہ نہ بنایا کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں مزید یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بطور وسیلہ ذکر نہ کیا بلکہ فرمایا بِعَمِّ نَبِیِّنَا یعنی تیرے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، ثابت ہوا کہ یہ وسیلہ دراصل نور مجسم ﷺ ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا گیا تو آپ نے یہ دعا کی، اے اللہ تعالیٰ! بلا گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور توبہ سے ہی دور ہوتی ہے یہ لوگ میرے وسیلے سے اس لئے تیری بارگاہ میں متوجہ ہوئے ہیں کیونکہ میرا تیرے نبی ﷺ سے تعلق ہے"۔ اسی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے مکۃ المکرمہ کے مشہور محقق ڈاکٹر علامہ محمد علوی مالکی مدظلہ اپنی کتاب "مفاہیم یجب ان تصحح" میں فرماتے ہیں، "جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ سمجھے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا اور حضور ﷺ سے توسل نہ کیا کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور رسول ﷺ کا وصال ہو چکا تھا، اس شخص کی عقل مر چکی ہے اس پر وہم غالب آچکا ہے اور اس نے اپنے بارے میں کوئی اچھا تاثر نہیں دیا کیونکہ وہ سخت تعصب میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل صرف اسی لیے تھا کہ انہیں نبی کریم ﷺ سے قرب حاصل ہے"۔ امید ہے کہ ان دلائل سے اہل باطل کے فریب کی حقیقت واضح ہوگئی ہوگی۔

33۔**سوال:** نبی کریم ﷺ کو دنیا میں تشریف آوری سے قبل وسیلہ بنایا گیا، ظاہری حیات میں بھی اور وصال ظاہری کے بعد بھی، جیسا کہ آپ نے دلائل پیش فرمائے، اب

Marfat.com

عرض یہ ہے کہ مزارات پر جانا اور وہاں جا کر دعا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: بیہقی، ابن خزیمہ اور دار قطنی نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عالیشان روایت کیا ہے کہ ”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی“۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے، جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی (مشکوٰۃ) اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت سب سے افضل سنتوں سے ہے (جذب القلوب) اب عام مسلمانوں کی قبور پر حاضری کے بارے میں حدیث شریف سنئے، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، ”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ انکی زیارت کرو کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے“۔ (ابن ماجہ) ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے (شامی باب زیارۃ القبور)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کی قبور کی زیارت مستحب و مسنون ہے اور محبوبان خدا کے مزارات کی زیارت تو اہتمام سے کرنی چاہئے جیسا کہ رسول معظم ﷺ کا معمول تھا، علامہ عبدالغنی نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں کہ ”حضور ﷺ جنت البقیع میں قبروں کی زیارت فرماتے اور انکے پاس کھڑے ہو کر دعا فرماتے یہ بھی بعد وصال کرامت کا ثبوت ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام نہ جانتے کہ مومنوں کی قبروں کے پاس دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے تو ان قبروں کے پاس یہ دعا نہ مانگتے کہ اَسْئَلُ اللّٰهَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ یعنی ”میں اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتا ہوں۔“ مومنوں کی قبروں کی برکت سے دعا کا قبول ہونا بعد از وصال کرامات سے ہے یہ عام مومنوں کی قبروں کے بارے میں ہے خواص، مقربین و محبوبان خدا کی شان تو بہت بلند ہے“۔

قاضی عیاض مالکی کتاب الشفا میں فرماتے ہیں کہ عباسی خلیفہ منصور جب روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو وہاں امام مالک رضی اللہ عنہ موجود تھے خلیفہ نے

Marfat.com

پوچھا، میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا مواجہ اقدس کی طرف رخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا، ''تو اپنا چہرہ رحمت عالم ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے حالانکہ حضور اکرم ﷺ بارگاہ خدا میں تیرا اور تیرے جدامجد آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں اس لیے حضور علیہ السلام ہی کی طرف رخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا''۔

ایک مرتبہ خلیفہ مروان روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوا تو ایک صاحب کو قبر اطہر پر منہ رکھے ہوئے دیکھا خلیفہ نے اسکی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ صاحب جب مڑے تو خلیفہ نے دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا اور میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دین پر اس وقت نہ رونا جب اس کا والی اہل ہو لیکن اس وقت ضرور رونا جب اس کا والی نااہل بن جائے۔ (مستدرک للحاکم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بیان کیا ہے اور تفسیر مدارک التنزیل میں بھی یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور یوں عرض گذار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اللہ تعالیٰ کا جو کلام ہمیں سنایا ہے اس میں یہ بھی ہے (پھر سورہ نساء کی آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ بھی انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں''۔ یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہ کیے ہیں اب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ ﷺ میرے لیے مغفرت فرمائیں، قبر انور سے آواز آئی ''قَدْ غُفِرَ لَكَ'' تحقیق تیرے گناہ بخش دیے گئے۔ سبحان اللہ، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،

Marfat.com

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہوں کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

امام ابن ہمام قدس سرہ (م ۸۶۱ھ) فتح القدیر ج ۳ باب زیارۃ النبی ﷺ میں لکھتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے بارے میں اسکے نبی ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگے پھر نبی ﷺ سے عرض کرے یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں''۔ ان دلائل سے صریحاً یہ بات ثابت ہے کہ مزار پر جاکر اللہ تعالیٰ سے صاحب مزار کے وسیلے سے بھی دعا مانگنا جائز ہے اور صاحب مزار کو مخاطب کر کے اسے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا بھی جائز ہے۔ اور ہر دو امور پر محبوبانِ خدا کا عمل رہا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الحاوی للفتاویٰ میں سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ ۵۵۵ھ حج کے بعد زیارت کے لئے مدینہ شریف حاضر ہوئے تو روضہ انور کے سامنے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے ''میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارکہ چوما کرتی تھی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے آپ ﷺ اپنا دست اقدس عطا فرمائیں تاکہ میرے ہونٹ اسے بوسہ دیں'' اس عرض پر نبی کریم ﷺ نے روضہ مطہرہ سے اپنا دست اقدس باہر نکالا جسے سید احمد رفاعی علیہ الرحمۃ نے بوسہ دیا۔ یہ واقعہ دیوبندی فرقے کے مولوی زکریا صاحب نے بھی فضائل حج میں نقل کیا اور لکھا کہ اس وقت مسجد نبوی ﷺ میں نوے ہزار کا مجمع تھا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا (اور حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی) ان میں محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

جذب القلوب سے ایک اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں سیدنا ابن جلاء فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ میں فاقے کی حالت میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی، حضور ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے آدھی روٹی کھائی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب الٰی دیار المحبوب میں ایسے کئی واقعات بیان فرمائے اب چند باتیں اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے مزارات سے متعلق عرض کرتا ہوں۔ امام ترمذی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا انہیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ انہوں نے قبر میں کسی کو سورۃ ملک تلاوت کرتے سنا تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا، یہ سورت عذاب کو روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اسی طرح ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے کہ حضرت ثابت بنانی کی قبر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آتی تھی۔ علامہ عبدالغنی نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں کہ ابونصر نیشاپوری جو متقی گورکن تھا، سے روایت ہے کہ میں نے ایک قبر کھودی تو اسکے پہلوں میں دوسری قبر کھل گئی میں نے اس قبر میں ایک بہترین لباس اور عمدہ خوشبو والے خوبصورت نوجوان کو دیکھا کہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے، اس نوجوان نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی میں نے کہا نہیں اس نے کہا اینٹ اسی جگہ رکھ دو تو میں نے اینٹ اسی جگہ رکھ دی۔ اس طرح کے کئی واقعات بیان کر کے علامہ نابلسی فرماتے ہیں، ایمان والوں کے لیے اولیاء کرام کی قبروں کا احترام، انکی تعظیم اور زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا کس طرح نامناسب ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انکی ارواح مقدسہ ان کے طیب وطاہر اجسام سے متعلق ہیں اگرچہ بظاہر وہ مٹی ہو چکے ہوں جیسے کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

بعض گمراہ فرقوں کا مذہب یہ ہے کہ وصال کے بعد اولیاء کرام مٹی ہو کر خاک میں مل جاتے ہیں، انکی روحیں چلی جاتی ہیں اس لیے انکے مزارات کی عزت نہیں کرنی چاہیے اور

اسی وجہ سے وہ مزارات کی توہین وتحقیر کرتے ہیں انکی زیارت کرنے والوں اوران سے برکت حاصل کرنے والوں پرانکار کرتے ہیں۔ میں نے خود ایک دن اپنے کانوں سے سنا جبکہ میں شیخ ارسلان دمشقی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کیلئے جارہا تھا کہ ایک شخص نے کہا،تم مٹی کی زیارت کیوں کرتے ہو یہ تو بیوقوفی ہے مجھے انتہائی تعجب ہوااور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کسی مسلمان کا قول نہیں ہوسکتا"۔

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں،"اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص انکی زیارت کے لیے جاتا ہےان کی برکت سے اسے روحانی امداد حاصل ہوتی ہے اور اکثر مشکلات وپیچیدگیاں بارگاہ الٰہی میں انکی حرمت کے وسیلہ سے دور ہو جاتی ہیں"۔(تفسیر روح المعانی) محبوبان خدا کے مزارات پر حاضری سے متعلق آخری بات عرض کرتا ہوں،امام ابن حجر شافعی نے الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں اور علامہ خطیب بغدادی نے بھی تاریخ خطیب بغدادی میں ایسا ہی بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں، ہمیشہ سے علماء واہل حاجت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اوراپنی حاجات پوری ہونے کے لیے بارگاہ الٰہی میں انہیں وسیلہ بناتے ہیں اورانکی مرادیں جلد پوری ہوتی ہیں۔امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ"میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کران کی قبر پر آتا ہوں اوران کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں سوال کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہوتی ہے"۔

ان دلائل وبراہین سے واضح ہوگیا کہ محبوبان خدا کے مزارات پر حاضری دینا،اپنی حاجت روائی کے لیے انہیں وسیلہ بنانا،ان سے دعا کی درخواست کرنا اوران کے وسیلے سے دعا کرنا یہ سب امور بالکل جائز ومستحب ہیں اورامت مسلمہ کا ہر دور میں ان پر عمل رہا ہے۔

34۔**سوال**:کسی ولی کے مزار پر جاکر دعا کیسے مانگنی چاہیے؟

جواب:پہلے بھی یہ بات عرض کی گئی کہ صاحب مزار کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے یا صاحب مزار سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی درخواست کی جائے دونوں طرح

Marfat.com

جائز ہے۔ اس بارے میں امام ابن ہمام کا قول فتح القدیر کے حوالے سے پیش کیا جاچکا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بدگمانی حرام ہے۔ اگر مسلمان یہ کہے کہ بارش نے سبزہ اگایا تو اسے مجازی معنی میں لیا جائے گا کیونکہ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ سبزہ اگانے کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے بارش تو محض ذریعہ ووسیلہ ہے لیکن جب یہی بات کافر کہے گا تو اسے حقیقی معنی میں سمجھا جائے گا کہ وہ خدا کے وجود کا منکر ہے۔ اسی طرح جب مسلمان یہ کہتا ہے کہ داتا دربار میں دعا مانگنے سے اولاد ہوگئی تو اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ داتا صاحب قدس سرہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمادی۔ بلکہ یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں۔

سورۂ مریم آیت ۱۹ میں ارشاد ہے ''بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں''۔ اسی طرح قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ملک الموت وفات دیتے ہیں، سورۂ السجدہ آیت ۱۱ میں ارشاد ہوا ''تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ''۔ جبکہ سورہ زمر آیت ۴۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے انکی موت کے وقت'' قرآن مجید تو شرک کی تعلیم دے نہیں سکتا پس ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اسکے محبوب بندے بھی تصرف واختیار رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد برحق قدس سرہ ''الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا'' میں یہ دلائل تحریر کر کے فرماتے ہیں، ''اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر وتصرف واستمداد واستعانت ودافع البلاوحاجت رواومشکل کشاوعلم غیب ونداوغیرہا سب کافور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور بندے منصور نظر آئیں گے''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''مدد مانگنے کی صرف یہی صورت ہے کہ حاجتمند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ومکرم ہے اور یوں کہے کہ اے رب! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت واکرام فرمایا ہے

Marfat.com

میری حاجت پوری فرما۔ یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے اللہ کے ولی اے خدا کے مقرب بندے! میرے لیے شفاعت کیجیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ ان دونوں صورتوں میں بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ حقیقی قدرت والا اور دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ بھی نہیں ہے جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد یہی بات کیوں ناجائز ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وصال کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں اور زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے''۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۰۲)

یہی شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، اولیاء اللہ بعد وصال تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسیان اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور حاجتمند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں''۔

(الامن والعلیٰ)

اب آپ اشعۃ اللمعات سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دلائل ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں، ''آخر مانگنے والے استمداد سے کون سا ایسا معنی مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے ہمارے نزدیک تو یہی ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور مقرب بندے کو وسیلہ بناتا ہے یا اس مقرب بندے کو پکارتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے ولی! میرے لیے شفاعت کیجیے اور خدا سے دعا کیجیے کہ میری مراد پوری ہو اور میرا مطلوب مل جائے۔ اگر یہ معنی شرک ہے جیسا کہ گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی میں بھی خدا کے دوستوں سے توسل اور دعا مانگنا منع ہو جبکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں رائج ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں اہل کشف سے جو واقعات مروی ہیں وہ

Marfat.com

گنتی سے باہر ہیں، ان کے رسائل ان کی کتابوں میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں، یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں شاید متعصب منکر کے لیے ان کے کلمات مفید بھی نہ ہوں خدا ہمیں اس سے عافیت میں رکھے۔ ہم نے اس جگہ طویل کلام کیا منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کیونکہ ہمارے زمانے میں چند لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور اولیاء اللہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتے ہیں اور جو منہ میں آئے بک دیتے ہیں"۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد وصال محبوبان خدا سے مدد مانگنے کے منکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے زمانے میں پیدا ہوئے ورنہ امت مسلمہ میں کبھی اس کا انکار نہیں پایا گیا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی، امام غزالی اور امام رازی رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں، "اس لیے کہا گیا کہ جب تم اپنے کاموں میں متحیّر ہو جاؤ تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا اور اس لیے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے"۔ (الامن والعلیٰ) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اکابرین امت بھی مزارات اولیاء سے توسل واستمداد کے منکرین کو ملحد و بے دین سمجھتے تھے۔

مولانا روم مثنوی شریف ج ۵ میں فرماتے ہیں،

"مرد خدا سے اسکی قبر کی مٹی بھی شرف پالیتی ہے یہانتک کہ اس کی قبر پر دل منہ اور ہاتھ رکھ دیتا ہے،

اے مخاطب! بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں،

وہ سایہ تھا اور اس کی مٹی بھی سایہ دار ہو گئی لاکھوں زندے اب بھی اس کے سائے میں ہیں"۔

باب نہم

استمداد و استعانت

35۔**سوال**: رجال الغیب کون ہیں؟ اور ان سے مدد مانگنے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: رجال الغیب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں جو لوگوں سے مخفی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔ رجال الغیب کا اطلاق اقطاب، ابدال، اخیار اور اوتاد وغیرہ پر کیا جاتا ہے جن میں ابدال کی جماعت زیادہ مشہور ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے جامع صغیر میں یہ حدیث شریف روایت کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت روائی و مشکل کشائی کا منصب عطا فرمایا ہے لوگ اپنی حاجات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔'' علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے حسن کا درجہ دیا ہے۔ محدث عبدالرؤف مناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق میں اپنی نیابت عطا فرمائی ہے اور ان کو اپنی دینی اور دنیاوی نعمتوں کے خزانے کا مالک بنا دیا ہے تاکہ وہ ان خزانوں کو محتاجوں پر خرچ کریں''۔ (فیض القدیر ج ۲)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الامن والعلیٰ میں تفسیر بیضاوی کے حوالے سے سورۃ النازعات کی ابتدائی آیات کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام رحمہم اللہ کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے مبارک جسموں سے انتقال فرماتی ہیں تو جسم سے بقوتِ تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں غوطہ زنی کرتی ہوئی بارگاہ قدس کے مخصوص مقامات (حظائر القدس) تک جلد رسائی پاتی ہیں اور پھر وہ اپنی بزرگی اور طاقت کے باعث کاروبارِ عالم کی تدبیر کرنے والوں میں سے ہو جاتی ہیں۔

تین احادیث پیش خدمت ہیں جن میں رجال الغیب سے مدد مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

۱۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، محافظ فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور فرشتے بھی مقرر فرمائے ہیں اگر درخت کا پتہ بھی گرے تو وہ لکھتے ہیں تو جب تمہیں کسی سفر میں کوئی تکلیف پہنچے تو تمہیں پکارنا چاہیے'' اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''۔

۲۔حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا اسے مدد کی ضرورت ہو اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ساتھ نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ کہے اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے وہ اس کی مدد کریں گے۔

۳۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا، جب کسی کا جانور جنگل وغیرہ میں بھاگ جائے تو وہ پکارے اے اللہ کے بندو! اسے روک دو اے اللہ کے بندو! اسے روک دو، تحقیق اللہ تعالیٰ کے بندے زمین میں موجود ہوتے ہیں جو اسے روک دیں گے۔

یہ تینوں احادیث جلیل القدر ائمہ حدیث نے روایت کیں ملاحظہ فرمائیں، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰، ابی حصن حصین، الحرز الثمین اور برکات الامداد لاھل الاستمداد وغیرہ۔ پہلی حدیث کے تحت امام ہیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں کہ'' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں''۔ تیسری حدیث کی شرح میں محدث علی قاری الحرز الثمین میں فرماتے ہیں'' یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس کی بہت حاجت ہے اور مشائخ کرام سے مروی ہے کہ یہ مجرب ہے اس سے حاجت روا ہوتی ہے''۔

36۔**سوال**: بدمذہب کہتے ہیں، انبیاء واولیاء کو بعد وصال پکارنا شرک ہے؟ نیز یہ کہ اولیاء کرام بعد وصال کوئی فائدہ نہیں دے سکتے اور نہ ہی مشکل کشائی کر سکتے ہیں، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ اس اعتراض پر روشنی ڈالیے تا کہ حق واضح ہو جائے؟۔

Marfat.com

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے، اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور ان کی جو تم میں حکم والے ہیں (یعنی علماء حق کی) (النساء: ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آج سے قیامت تک جو معاملہ کسی کو درپیش ہو وہ قرآن کے مطابق اس کا فیصلہ کرے اگر قرآن میں اسکا فیصلہ نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کا فیصلہ کرے اور ان دونوں میں اسکا فیصلہ نہ ملے تو پھر صالحین کے مطابق اس معاملے کا فیصلہ کرے۔ (دارمی)

یہ تو اصولی باتیں تھیں جو ذہن میں رکھنی چاہیں۔ اب پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ دعا کیا ہے؟ کیونکہ بدمذہب قرآنی آیات کے الفاظ دعا، یدعو، تدعون وغیرہ کے من گھڑت معانی بتا کر اہلسنّت کو دھوکا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں مذکورہ الفاظ چھ معنوں میں وارد ہوئے ہیں۔

اول: عبادت (القصص: ۸۸) دوم: استعانت (البقرہ: ۲۳) سوم: مانگنا (المومن: ۶۰) چہارم: کلام (یونس: ۱۰) پنجم: ندا کرنا (بنی اسرائیل: ۷۱) ششم: پکارنا (النور: ۶۳) اب اگر تدعون کا ترجمہ "تم پکارتے ہو" کیا جائے تو پھر بتایئے کون مسلمان رہے گا؟ ہم صبح و شام ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ نے بھی لوگوں کو پکارا اور دین کے لیے بلایا۔ بلکہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے حبیب ﷺ فرما دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (الاعراف: ۱۵۸) یقیناً حضور علیہ السلام نے تمام انسانوں کو پکارا۔ ابراہیم علیہ السلام کو تمام مسلمانوں کو پکارنے کا حکم دیا گیا "انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو"۔ (الاحزاب: ۵) ان آیات میں صرف پکارنے کا ذکر ہے جبکہ متعدد آیات ایسی ہیں جن میں مطلقاً مدد کے لیے پکارنا مذکور ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو مدد کیلئے پکارا (الصف: ۱۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس منگوانے کے لیے درباریوں سے مدد مانگی (النمل: ۳۸) حضرت سکندر ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے خلاف دیوار بناتے وقت لوگوں سے مدد مانگی (الکہف:

Marfat.com

۹۵)اسی طرح بیشمار مثالیں دی جاسکتی ہیں مختصر یہ کہ تمام اکابر مفسرین کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن بعنوان'' کنزالایمان'' میں تحریر فرمایا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ مزید عرض کرتا ہوں جسے امام رازی نے تفسیر کبیر کی پانچویں جلد میں بیان کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ حضور علیہ السلام کے حجرہ اقدس کے دروازے پر لے جاکر عرض کرنا، یارسول اللہ ﷺ! آپ کا غلام ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں تو دروازہ خودبخود کھل گیا اور روضۂ انور سے آواز آئی اُدْخُلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ، حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ دیکھئے یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ اور حضور ﷺ کا تصرف واختیار۔ یہ وسوسہ دل میں نہ آنے دیجیے گا کہ روضۂ مطہرہ پر تو مانگنے والے کو ملتا ہے مگر دور والوں کی حضور علیہ السلام کو خبر نہیں ہوتی۔امام قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں،

'' ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں، وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں ارادوں اور دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور یہ سب امور آپ پر بالکل ظاہر ہیں اور اس میں کوئی شے مخفی نہیں''۔ (مواہب اللدنیہ ج ۲) الحمدللہ یہی اہلسنّت کا عقیدہ ہے۔امام سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ ابن ثابت کا روح پرور واقعہ بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ لگاتار ساٹھ سال تک ہر سال صرف نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضری دیتے رہے ایک سال کسی عارضہ کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے ایک دن اپنے حجرہ میں کچھ غنودگی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نور مجسم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابن ثابت تم ہماری زیارت کو نہ آسکے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔ سبحان اللہ

Marfat.com

آہیں دل اسیر سے لب تک نہ آئیں تھیں
اور آپ دوڑے آئے گرفتار کی طرف

آپ نے محبوبان خدا کو مددگار و مشکل کشا سمجھنے سے متعلق بھی پوچھا ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم سے چند آیات اسی سوال کے جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہوا، بیشک تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں (المائدہ:۵۵) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اولیاء صالحین کو مسلمانوں کا مددگار قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مددگار سے ہی مدد مانگی جاتی ہے سورہ تحریم آیت ۴ میں ارشاد ہوا، ''بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اسکے بعد فرشتے مدد پر ہیں''۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور جبریل علیہ السلام و ملائکہ اور اولیاء و صالحین بھی۔ فرق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار و مشکل کشا ہے اور اسکی صفات ازلی، ابدی اور لامحدود و لامتناہی ہیں جبکہ بندوں کا مددگار و مشکل کشا اور داتا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور بندوں کی صفات حادث، فانی اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اہلسنّت کے پیشوا جنہیں دیوبندی حضرات بھی اپنا مقتدا مانتے ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''یہ سمجھنا چاہئے کہ غیر سے ایسی استعانت حرام ہے جس میں غیر پر ہی اعتماد ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور غیر کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے غیر سے ظاہری طور پر مدد مانگے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور یہ استعانت شریعت میں جائز ہے اسی قسم کی استعانت انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رحمہم اللہ نے غیر سے کی ہے اور درحقیقت یہ استعانت غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت''۔ (تفسیر عزیزی)

Marfat.com

اس مسئلہ پر غیر مقلدوں کے پیشوا نواب وحید الزماں نے لکھا ہے، ''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ از خود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست لانے کا سبب بننا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن اور ارادے سے ہے تو وہ توحید پرست ہے۔ مشرک نہیں''۔ آگے چل کر مزارات اولیاء رحمہم اللہ پر دعا مانگنے کے متعلق لکھا ''زیارت کرنے والے کے لئے میت کو دعا کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ حالانکہ سوال مردوں سے نہیں ہے بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں بلکہ ان کا احساس و ادراک باقی رہتا ہے۔ (ہدیۃ المہدی) تعصب سے بالاتر ہو کر اگر اہلحدیث حضرات اس کتاب کا مطالعہ کریں جو کہ ان کے معروف پیشوا کی لکھی ہوئی ہے تو اختلافات ختم کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

علامہ نابلسی کشف النور عن اصحاب القبور میں اولیاء کے تصرفات کے متعلق فرماتے ہیں، ''یہ لوگ فریب میں مبتلا ہیں جنہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کے ذریعے وہ تمام امور پیدا فرماتا ہے جو مقدر ہو چکے کہ اولیاء کرام ان کا ارادہ کریں گے بشرطیکہ وہ امور خلاف شرع نہ ہوں اور ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ غیر معمولی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کا ارادہ اولیاء کرام کی روحیں کرتی ہیں''۔ مزید فرماتے ہیں، ''یہ غافل لوگ تو کہتے ہیں کہ فلاں دوا جلاب لاتی ہے فلاں چیز قبض کرتی ہے فلاں مرض میں فلاں دوا فائدہ دیتی ہے یہ کہتے ہوئے انہیں توحید و شرک کی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر تاثیر اور استمداد کی نسبت اولیاء کرام و صالحین کی طرف کر دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر دوا سے افضل ہیں تو انہیں تنقید بھی یاد آجاتی ہے اور پرہیز بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے غافل لوگوں کا نور بصیرت بجھ چکا ہے اور حق دیکھنے والی بصارت ختم ہو چکی ہے''۔

محدث علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں، ''اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں یعنی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں اس لیے ان کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ

Marfat.com

ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں''۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں فرماتے ہیں،''اولیاء کرام اپنے دوستوں اور معتقدین کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں''۔

علامہ نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں''حضرت معروف کرخی فرمایا کرتے تھے کہ اگر بارگاہ خدا میں تمہاری کوئی حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کو میری قسم دو اسکی ذات کی قسم نہ دو، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتے اس لیے وہ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا، اگر اسکی معرفت انہیں حاصل ہو جائے تو ان کی دعائیں قبول ہوں۔ اسی طرح سیدی محمد حنفی شاذلی سے منقول ہے، وہ ایک جماعت کے ساتھ مصر سے روضہ کی طرف پانی پر چلتے ہوئے جا رہے تھے اور انہیں فرماتے تھے کہ یا حنفی کہتے ہوئے میرے پیچھے چلتے رہو اور تم یا اللہ نہ کہنا ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ ان میں سے ایک شخص نے ان کی نصیحت نہ مانی اور یا اللہ کہا تو وہ حلق تک پانی میں چلا گیا، شیخ نے اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹے تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کہ تو اس کا نام لے کر پانی پر چل سکے، اب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرتا ہوں یہ فرما کر تمام حجابات اس کے سامنے سے اٹھا دیئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہو سکے تو زندہ شیخ ورنہ وصال شدہ بزرگ کا دامن پکڑنا بہتر ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو انشاء اللہ ہدایت پاؤ گے اور معترض نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے''۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے رسالے برکات الامداد لاھل الاستمداد میں فرماتے ہیں،''اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے یعنی قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا، ان معنوں میں ہی اگر بیماری کے علاج میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا فقیری کی حاجت میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو یقیناً تمام وہابی حضرات روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے سب قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی

Marfat.com

قدرت ہے تو صریح کفر وشرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر، واسطہ، وسیلہ اور سبب جان کر تو انہی معنوں میں انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام سے مدد مانگنا شرک کیونکر ہوگا؟''۔

اس موضوع پر برکات الامداد، اعلیٰ حضرت کا ایک جامع رسالہ (ا) ہے جس میں اس اعتراض کے جواب میں کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز اور مردوں سے ناجائز، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، ''جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہوگا اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہوسکتا۔ کیا اللہ کے شریک مردے نہیں ہوسکتے زندے ہوسکتے ہیں؟ دور کے نہیں ہوسکتے پاس کے ہوسکتے ہیں؟ انبیاء نہیں ہوسکتے حکیم ہوسکتے ہیں؟ انسان نہیں ہوسکتے فرشتے ہوسکتے ہیں؟ حاشا للہ! اللہ عزوجل کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں، ''امام شافعی فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔ امام غزالی کا ارشاد ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔ ان بزرگوں میں شیخ معروف کرخی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو اولیاء رحمہم اللہ دوسرے ہیں''۔

اب آپ معترضین ومنکرین کے گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیے، اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کے مسلمہ پیشوا مولوی اسماعیل قتیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں، ''اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقام ولایت قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور ان ہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔'' (ص ۸۹، مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی،

Marfat.com

مترجم حبیب الرحمٰن صدیقی دیوبندی)

دیکھئے کتنے صاف لفظوں میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت، آپ کے روحانی تصرفات اور قیامت تک آپ کا نفع پہنچانا بیان کیا گیا ہے جو کہ تبصرہ کا محتاج نہیں۔

چالیس ابدال اور گرد آلود بالوں والے محبوبان خدا سے متعلق احادیث مسند احمد اور مسلم و ترمذی کے حوالے سے اولیاء اللہ کے تعارف میں بیان کی جاچکی ہیں۔ اب صحیح بخاری کی حدیث بھی سنئے، حضور ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت رکھے میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے اور میرے کسی بندے کا فرائض کے مقابلے میں دوسری عبادتوں کے ذریعے میرے قریب ہونا مجھے پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اس وقت عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیتا ہوں"۔

اس حدیث کی شرح میں امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں، "جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال بندے کی سماعت بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہ نور اس کی بصارت ہو جاتا ہے تو بندہ قریب اور دور سے یکساں دیکھتا ہے اور جب یہی نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی و تری میں، دور و نزدیک میں یکساں تصرف کر سکتا ہے۔"

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو تصرف و قدرت و اختیار عطا فرمایا ہے۔

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ دعا کے معنی عبادت کے بھی ہیں اور پکارنے کے بھی۔

۲۔ محبوبان خدا کو مشکل کشا اور مددگار سمجھنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

۳۔ حضور ﷺ جب چاہتے ہیں اور جس کی چاہتے ہیں حاجت روائی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

۴۔ محبوبان خدا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مدد فرماتے ہیں۔

۵۔ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وصال بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام رحمہم اللہ کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کا منصب عطا فرمایا ہے اور اسکی طاقت بھی عطا کی ہے۔

اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی پیاری باتیں

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تصوف کا علم قیل وقال کے ذریعے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر کے اور بھوکے رہ کر اس کی تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت ابو محمد مروزی فرماتے ہیں، ابلیس پانچ باتوں کی وجہ سے ملعون ہوا، اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، اس پر نادم نہ ہوا، اپنے نفس کو ملامت نہ کی، گناہ سے توبہ نہ کی اور رحمت الٰہی سے مایوس ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ ہے جو طاعت الٰہی میں بھرپور کوشش کرے اور تعریف و مذمت کی پرواہ نہ کرے۔

Marfat.com

باب دہم

روحانی تصرفات بعد از وصال

37۔**سوال**: اولیاء کرام سے بعد وصال استعانت وتوسل کے بارے میں بیشمار دلائل آپ نے ارشاد فرمائے اسی موضوع پر مزید ایک عرض یہ ہے کہ اولیاء کرام رحمھم اللہ کی توجہ و روحانی تصرفات اور فیوض وبرکات بعد از وصال کے متعلق بھی کتب معتبرہ کے حوالے سے راہنمائی فرمایئے۔

جواب: اس بارے میں اکابر ائمہ دین نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اس میں سے چند نکات عرض کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں فرماتے ہیں، ''مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزار کی زیارت کے لیے جائے اور ان سے جذب کی بھیک مانگے''۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب کوئی شخص قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات وفیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا صاحب مزار کی، بعض محققین نے صاحب مزار کی امداد کو قوی قرار دیا ہے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ شیخ اجل شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ کتاب وسنت اور اقوال سلف میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس کے مخالف ومنافی ہو اور اس بات کو رد کرے''۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲، ص ۱۰۲)

معلوم ہوا کہ کسی ولی کے مزار پر حاضری دینے سے بھی روحانی توجہ حاصل ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں ایسے بیشمار واقعات واحوال بیان کیے ہیں ان کے والد شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ نے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کے مزار پر خواجہ بختیار کا کی اور خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما کی روحوں کی ملاقات کا واقعہ بیان کیا ہے پھر

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ جب میں دوسری باران کے مزار کی زیارت کے لیے گیا تو ان کی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا، تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہو گا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا چونکہ میری بیوی سنِ ایاس کے قریب تھی اس لیے میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد پوتا ہے وہ اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا، میری مراد پوتا نہیں بلکہ بیٹا ہے۔ ایک مدت بعد دوسری شادی کی تو شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے اس وقت وہ واقعہ یاد نہیں تھا جب یاد آیا تو دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (انفاس العارفین)

غور فرمائیں کہ یہ واقعہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ صاحب نے لکھا ہے جو کہ دیوبندی حضرات کے دعوے کے مطابق ان کے پیشوا ہیں۔ اسی کتاب میں شاہ صاحب ایک صاحب مزار کا تصرف یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد ماجد مخدوم شیخ اللہ دیہ کے مزار کی زیارت کے لیے ڈاسنہ گئے رات ہوگئی مخدوم صاحب نے مزار میں سے فرمایا کچھ کھا کر جایئے گا والد صاحب مع احباب رک گئے۔ جب لوگوں کی آمدورفت ختم ہوگئی تو احباب پر ملال طاری ہوا اچانک ایک عورت میٹھے چاولوں کا تھال لے کر آئی اور بولی میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند گھر آئے گا میں اسی وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیہ کی درگاہ میں فقراء میں تقسیم کروں گی ابھی شوہر پہنچا ہے تو میں اپنی منت پوری کرنے آئی ہوں۔ یہ ہے اولیاء کرام کا تصرف۔ اور یہ روحانی تصرف ہی تھا جس نے سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار مبارک کے پاس مراقبہ کرنے والے خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا،

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

واقف اسرارِ حقیقت، محرمِ رازِ معرفت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں تصرفات اور فیوض اولیاء بعد الوصال کے بارے میں کثیر دلائل دیئے ہیں انہی میں سے چند پیش خدمت ہیں، شاہ ولی اللہ فیض الحرمین میں لکھتے ہیں ''جس

کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا سے گم ہو گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار وقوی ہو گیا"۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں، "جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اسکے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے"۔ آپ ہمعات میں لکھتے ہیں، "اولیاء امت اور اصحاب طریقت میں کامل وہ شخص ہوتا ہے جو راہ سلوک کو کامل طریقہ پر طے کرے اور کامل طور پر اس راہ کو طے کرنے والے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اور دیگر اولیاء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرفات کرتے ہیں"۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں، اولیاء کرام میں سے بعض خواص بنی نوع انسانی کی تکمیل حالت برزخ میں یعنی قبروں میں رہ کر بھی کرتے رہتے ہیں اور دنیا میں بھی ان کا تصرف جاری رہتا ہے اگرچہ وہ متوجہ الی اللہ ہونے میں مستغرق بھی ہوتے ہیں لیکن کامل وسعت وادراک کی وجہ سے دنیا میں تصرفات سے ان کے لیے کوئی مانع نہیں پایا جاتا، مرزا مظہر جانِ جاناں اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں،، حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں انکا کوئی مرید ایسا نہیں ملا جس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو"۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ہمعات میں فرماتے ہیں، "آج اگر کسی شخص کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ اکثر اوقات اس سے فیضان حاصل کرے تو یہ اس سے باہر نہیں کہ وہ فیضان حاصل کر رہا ہے اس بزرگ کے ذریعے نبی کریم ﷺ سے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔ بس یہی مناسبت تمام ارواح میں ہے جو ان خصوصی اسباب سے جاری رہتی ہے ایک شخص کو کسی صاحب مزار سے زیادہ محبت ہو اور وہ ان کی قبر پر اکثر جاتا رہے تو وہ ان کی توجہ کا مرکز بن جائے گا کیونکہ اس بزرگ کو یہ قوی ہمت برزخ میں بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے ساتھ نسبت

رکھنے والوں کی تربیت کرے اور یہ ہمت و طاقت اس کی روح کو حاصل رہتی ہے دراصل یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہی اسے حاصل رہتا ہے"۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں کہ تقریباً دو سال وہ بغداد میں سیدی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی قبر کی طرف متوجہ رہے اور یہ ذوق (ولایت) ان کو وہیں سے حاصل ہوا"۔ اسی کتاب میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے اس جگہ مجھے بڑے بڑے اسرار تعلیم فرمائے۔ القول الجمیل میں شاہ صاحب نے لکھا" ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث الاعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں"۔

مرزا جانِ جاناں صاحب فرماتے ہیں،" شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو قسم کے طریقے حاصل کیے گئے ایک طریقہ قادریہ اور دوسرا نقشبندیہ۔ آپ نے فرمایا، جس نے مجھ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا اسے اپنے ساتھ مرید کے طور پر لے جانے کیلئے حضرت غوث الاعظم کی روح خود تشریف لائی جو اسے مثالی صورت میں اپنے ساتھ لے گئی اور جس نے مجھ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے خواجہ نقشبند کی روح خود تشریف لائی اور اسے مثالی صورت میں ساتھ لے گئی"۔

مولوی اسماعیل قتیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا، کہ" جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضہ کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے

واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی"۔ مزید لکھا ہے، "ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے اسی اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اس توجہ کے سبب سے ابتدا حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہوگیا"۔ (مذکورہ دونوں اردو عبارات حبیب الرحمٰن صدیقی دیوبندی کے ترجمہ صفحہ ۲۴۲ سے لی گئی ہیں جسے سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کیا ہے)

پھر اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اولیاء کرام سے استمداد والتجا اور ان کو پکارنے کے بارے میں دلائل تحریر کیے ہیں، فرماتے ہیں، شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا، "ان کی قبر کی زیارت کے لیے جاتے وہاں سے ہی آپ نے فیضان حاصل کیا۔" آپ اور مولوی خرم علی نے بھی یوں لکھا کہ، "میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح"۔ تفسیر عزیزی میں ہے، "مزارات میں مدفون اولیاء سے فائدہ حاصل ہوتا ہے"۔ شاہ عبدالعزیز سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ان کا ارشاد ہے "تو اگر کسی مصیبت و پریشانی میں ہو تو یا زروق پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا"۔ شاہ ولی اللہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ "اس فقیر نے حضرت شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ ولایت حاصل کیا اور آپ ہی نے اس عمل کی اجازت عطا فرمائی" جس کا ذکر جواہر خمسہ میں ہے"۔ شاہ صاحب خود بھی اس عمل کی دوسروں کو اجازت دیا کرتے تھے۔ اسی جواہر خمسہ میں دعائے سیفی کی ترکیب ملاحظہ فرمائیے: "نادِ علی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھنی چاہیے اور وہ یہ ہے "علی رضی اللہ عنہ کو پکار کہ وہ عجائبات کے مظہر ہیں تو انہیں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی اور غم آپ کی ولایت کے صدقے فوراً دور ہو جاتا ہے یا علی یا علی یا علی"۔

Marfat.com

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں، اگر مولیٰ علی کرم اللہ وجھہ الکریم کو مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگام غم و تکلیف میں اس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ اًباللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیث نبی ﷺ کی سندیں ان سے لیتے، مدتوں ان کی خدمت گاری و کفش برداری کی داد دیتے، انہیں شیخ ثقہ عادل بتاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ، حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اپنے مشرکین ان میں داخل۔ کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (حیات الموات ص ۱۶۳ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

38۔ **سوال:** جب کوئی مشکل یا پریشانی پیش آئے تو اولیاء کرام کو پکارنے سے ہی ان کو خبر ہوتی ہے یا انہیں بغیر ہمارے عرض کے بھی علم ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام ہی کے اقوال سے وضاحت فرمایئے۔

جواب: فقیر کے پیر و مرشد عالم اسلام کے مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نور اللہ مرقدہ کے قصیدہ ''الاستمداد علیٰ اجیاد الارتداد'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''امام سیدنا عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا ہے کہ بیشک سب ائمہ و اولیاء و علماء اپنے پیروکاروں اور مریدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مرید کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے قبر میں سوال کرتے ہیں، جب حشر میں اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اس کے اعمال تولے جاتے ہیں، جب وہ پل صراط پر چلتا ہے ان تمام مراحل میں وہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں اور کسی جگہ غافل نہیں ہوتے''۔ صحیح بخاری کی حدیث قدسی اس سے قبل بیان کی گئی جس میں اولیاء کاملین کا صفات الٰہی کا مظہر ہونا مذکور ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا، ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ (ترمذی)

Marfat.com

سیدی محمد حنفی قدس سرہ کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار الانتباہ میں امام شعرانی کے حوالے سے فرمایا کہ سیدی محمد حنفی اپنے حجرہ میں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک ایک کھڑاؤں (جوتی) ہوا میں پھینکی اور وہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرہ میں سے باہر جانے کی کوئی راہ نہ تھی دوسری کھڑاؤں خادم کو عطا فرمادی کہ پہلی واپس آنے تک اسے اپنے پاس رکھے۔ ایک مدت کے بعد ایک شخص ملک شام سے وہ کھڑاؤں تحائف کے ساتھ لایا اور عرض کی جزاک اللہ تعالیٰ جب چور میرے سینہ پر بیٹھا اور مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے اپنے دل میں کہا "یا سیدی محمد حنفی" اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اسکے سینے پر لگی اور وہ بیہوش ہوکر گرگیا اور مجھے آپ کی برکت سے اللہ عزوجل نے نجات بخشی"۔ آپ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا، "جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہوکر حاجت مانگے میں پوری کروں گا کہ مجھ میں اور تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کس بات کا؟ (طبقات الکبریٰ)

اعلیٰ حضرت انوار الانتباہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دور ہوگی، اور جو کسی مصیبت یا سختی میں میرا نام پکارے وہ مصیبت دور کی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے اس کی حاجت پوری کی جائے گی۔ اور جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے سلام کے بعد حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجے پھر عراق کی طرف ااقدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی حاجت بیان کرے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی حاجت پوری کردی جائے گی، امام اجل سیدی ابوالحسن نورالدین علی بن جریر شطنونی نے بہجۃ الاسرار میں، امام یافعی مکی نے خلاصۃ المفاخر میں، محدث علی قاری نے نزہۃ الخاطر میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زبدۃ الآثار اور اخبار الاخیار میں ان کلماتِ رحمت کو روایت فرمایا۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کی تصانیف انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ ﷺ اور انہار الانوار من

صلوٰۃ الاسرار ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے پکارنے اور توسل اختیار کرنے اور نماز غوثیہ پڑھنے کی تعلیم دی جبکہ بہجۃ الاسرار میں آپ کا ارشاد موجود ہے کہ ''اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بھی میں اس کی ستر پوشی کرتا ہوں''۔ مزید فرمایا ''میں ہر خوف والی چیز سے اپنے مرید کی حفاظت کرتا ہوں اور ہر قسم کے شر اور فتنہ سے اس کی نگہبانی کرتا ہوں''۔ مرزا مظہر جانجاناں فرماتے ہیں، ''حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں ان کا کوئی مرید ایسا نہیں ملا جسکی طرف آپ کی توجہ نہ ہو'' (حیات الموات)

حضور غوث اعظم کا ارشاد ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھے سلام نہ کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے تو مجھے سلام کر کے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا دن جو آتا ہے مجھے سلام کر کے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں لوح محفوظ میری نظروں کے سامنے ہے، میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں میں رسول اللہ ﷺ کا نائب اور زمین میں حضور ﷺ کا وارث ہوں''۔

(الامن والعلیٰ)

تفسیر عزیزی میں سورۂ جن کے تحت مرقوم ہے، ''لوح محفوظ پر مطلع ہونا اور جو کچھ وہاں لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بعض اولیاء کرام سے تواتر سے ثابت ہے''۔ امام شعرانی فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو غیب پر مطلع فرماتا ہے یہانتک کہ جو درخت اگتا ہے اور جو پتا بھی سرسبز ہوتا ہے اسکی آنکھ کے سامنے ہوتا ہے''۔ (طبقات الکبریٰ) مولانا روم مثنوی شریف جلد ۴ میں فرماتے ہیں، تم قرآن میں پڑھ لو کہ شیطان اور اس کا قبیلہ انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر جان لیتا ہے، جب شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود ہمارے باطن میں پوشیدہ

راستہ رکھتے ہیں تو پھر روشن و نورانی نفوس قدسیہ کیونکر ہمارے پوشیدہ حال سے بے خبر ہونگے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، کیا شیطانوں سے سرایت کرنے میں وہ روحیں کم تر ہیں جن کا مقام آسمان پر ہے، اے منکر! اگر تو لنجا، لنگڑا، اندھا اور بہرا ہے تو بزرگ روحوں پر ہرگز ایسا گمان نہ کر کہ وہ تیری ہی طرح ہوں۔

ان ارشادات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عطائے الٰہی سے اولیاء کرام رحمہم اللہ بغیر ہمارے فریاد کیے بھی ہمارے احوال سے واقف ہوتے ہیں جبکہ ہمارا پکارنا ان کی توجہ اور نظر کرم کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ مجدد برحق اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ مرزا مظہر جانجاناں کے ملفوظات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میری حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور مجھے جب کوئی پریشانی یا جسمانی بیماری درپیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہو جاتی ہے"۔ (الامن والعلیٰ)

روحانی توجہ کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ انفاس العارفین میں لکھتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا، میں اکبر آباد میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا اور بڑے ذوق سے شیخ سعدی کی ایک رباعی پڑھ رہا تھا،

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق
علم یہ کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

"دوست کی یاد کے سوا جو کچھ کرے سب بیکار ہے، عشق کے اسرار کے سوا جو کچھ پڑھے بیکار ہے، سعدی! غیر حق کو دل کی تختی سے دھودے جو علم اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے"۔

تین مصرعے پڑھے لیکن چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے نکل گیا کوشش کے باوجود یاد نہ

Marfat.com

آیا تو دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا اچانک ایک نورانی صورت بزرگ ظاہر ہوئے اور چوتھا مصرعہ بتا دیا میں نے شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مجھے پریشانی اور اضطراب سے نجات دی پھر پان پیش کیا انہوں نے مسکرا کر فرمایا، کیا یہ یاد دلانے کی اجرت ہے عرض کیا نہیں یہ ہدیہ ہے فرمایا میں پان نہیں کھاتا پھر فرمایا مجھے جلدی جانا چاہیے پھر قدم اٹھا کر راستے کے آخر میں رکھا تو میں سمجھ گیا کہ کوئی مجسم روح ہے میں نے آواز دی حضرت اپنا نام تو بتا دیجیے تا کہ فاتحہ پڑھ سکوں فرمایا، فقیر کو شیخ سعدی کہتے ہیں۔ غور فرمائیے جب سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمت و رفعت کا کیا عالم ہوگا؟

تفسیر عزیزی میں ہے کہ "حضور ﷺ اپنے نورِ نبوت سے ہر دیندار کے درجے کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اسکی ترقی میں رکاوٹ ہے پس حضور ﷺ تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو اچھی طرح جانتے ہیں اسی لیے ان کی گواہی امت کے حق میں شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے"۔

برکات الامداد لاھل الاستمداد سے اقتباس

"مخالفین ناحق مسلمانوں پر بہتان لگاتے ہیں کہ وہ انبیاء و اولیاء کو قادر بالذات و مالک مستقل جان کر ان سے استعانت کرتے ہیں۔ مخالفین صریح جھوٹے ہیں اگر آپ ان کے سامنے یوں کہیے "یارسول اللہ ﷺ نظر رحمت فرمایئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری مدد و اعانت فرمایئے" اب ان لفظوں میں تو واضح طور پر ذاتی قدرت کا انکار اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مدد کرنے کا اقرار ہے ان میں تو شرک کے ناپاک گمان کی بو بھی نہیں آسکتی، یہ کہتے جائیں اور ان کے چہروں کو بغور دیکھتے جائیں اگر بکشادہ پیشانی سنیں اور آثار کراہت ظاہر نہ ہوں جب تو خیر اور اگر دیکھیں کہ صورت بگڑی، ناک بھوں سمٹی، منہ پر دھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی تو جان لیجیے کہ دل کی آگ اپنا رنگ لائی"۔

Marfat.com

باب یازدہم

اسرار تصوف و طریقت

39۔**سوال:** سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک کون سے ہیں؟ ان روحانی مقامات کی علامات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے؟

جواب: سلسلہ قادریہ میں مقامات سلوک پانچ ہیں اول: ناسوت، دوم: ملکوت، سوم: جبروت، چہارم: لاہوت، پنجم: یاہوت۔

ناسوت کو عالم اجسام، عالم خلق اور عالم شہادت بھی کہا جاتا ہے، ملکوت کو عالم ارواح، عالم امر، عالم ملائکہ اور عالم آخرت بھی کہا جاتا ہے۔ جبروت کو عالم اسماء صفات باری تعالیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ لاہوت اور ہاہوت سے عالم ہویت اور عالم ذات بحت باری تعالیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ صوفیاء کرام نے سالک کے لیے ان تمام عالموں کی سیر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ہمارے مشائخ میں سے عارف کامل حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں اس موضوع پر نہایت جامع گفتگو فرمائی ہے۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور اسکے سوا جو کچھ بھی ہے وہ عالم کبیر ہے۔ اس عالم صغیر میں عالم کبیر کے تمام اجزاء شامل ہیں چنانچہ جو کچھ قلم میں مجمل ہے وہ انسان کی روح میں مجمل ہے جو لوح میں مفصل ہے وہ اسکے دل میں مفصل ہے جو کچھ عرش پر ہے وہ انسانی جسم میں ہے اور جو کچھ کرسی میں ہے وہ انسان کے نفس میں ہے اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنے وجود کے بارے میں ہی غور فکر کرلے تو یہ اسکے لیے کافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے"(بنی اسرائیل:۱۴) پس جو اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ تمام آنے والی اور گزری ہوئی باتوں کو جان لیتا ہے اور جو اسے پورا نہ پڑھ سکے تو اسے جتنا ملے اتنا ہی پڑھ لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، ''ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے (یعنی نفسوں) میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے'' (حم سجدہ: ۵۳) اور ارشاد فرمایا، ''اور خود تم میں (نشانیاں ہیں) تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں''

(الذاریات: ۲۱)

مختصر یہ کہ جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ عالم صغیر میں پایا جاتا ہے مثلاً عالم کبیر میں ایک شہنشاہ ہے جسکا حکم سارے جہان میں نافذ ہے یعنی اللہ تعالیٰ، عالم صغیر میں روح شہنشاہ ہے کیونکہ یہ عالم امر ہے اور بدن کے ملک میں اس کا اختیار ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ کا ایک نائب کل اور خلیفہ مطلق ہوتا ہے اور وہ نبی ﷺ کی بے مثل ذات پاک ہے۔ عالم صغیر میں عقل ہے جو حقیقت محمدیہ ﷺ کے عکسوں میں سے ایک عکس اور انہیں کا پرتو ہے۔ وہاں شہنشاہ حقیقی کا عرش عظیم ہے کہ اسے باری تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور یہاں دل ہے کہ روح کا مقام خاص ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت والی بلند کرسی ہے اور یہاں دماغ کا درجہ عظیم اور بلند ہے۔ وہاں لوح محفوظ ہے جس میں ماضی حال مستقبل کا علم درج ہے یہاں قوت خیالی ہے کہ تمام صورتیں، شکلیں اور رنگتیں اور حواس خمسہ سے محسوس کی جانے والی ہر شے اس میں محفوظ ہے وہاں باری تعالیٰ کی قدیم حقیقت کا معلوم کر لینا ناممکن اور محال ہے یہاں روح کی حقیقت سمجھنا ناممکن ہے وہاں تمام کائنات میں باری تعالیٰ غالب وقادر ہے اور اپنے علم وقدرت سے ہر جگہ موجود ہے اور زمان ومکان کی قیود سے مبرا اور پاک ہے یہاں روح تدبیر وتصرف کے ساتھ بدن میں ہر جگہ موجود ہے لیکن کسی خاص عضو میں مقید نہیں۔

وہاں باری تعالیٰ جب زید کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو ارادہ فرماتا ہے اور اسکے نتیجے میں اس ہیئت وشکل اور رنگ وروپ میں زید کی پیدائش لوح محفوظ میں ظاہر ہو جاتی ہے وہاں سے فرشتوں کو خبر ہوتی ہے اور وہ زید کے ماں باپ کے جسموں کی طاقتوں کو حرکت دے کر دونوں کو اکٹھا کرتے ہیں پھر زید کی وہ صورت جو ارادۂ الٰہی کے مطابق لوح محفوظ میں نقش ہے ماں کے رحم میں قرار پکڑتی ہے اور چونکہ اس حکم کو ٹالنے والا کوئی نہیں لہٰذا زید پیدا ہو جاتا

Marfat.com

ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک نہیں پہنچانا چاہتا، تو حمل گر جاتا ہے یا کوئی اور نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عالم صغیر کو سمجھنا چاہیے مثلاً اگر تو بسم اللہ لکھنا چاہے تو پہلے ارادہ پیدا ہوگا پھر اس کی صورت تیرے دماغ کی تختی پر نقش ہوگی کہ میں اس طرح لکھوں گا اس کے بعد ارواح حیوانیہ اور پٹھوں اور پھر انگلیوں اور پوروں میں حرکت ہوگی اور بسم اللہ لکھنے کا عمل پورا ہو جائے گا بشرطیکہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی اور اگر لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ اسے ادھورا لکھوں یا کسی اور طرح لکھوں تو تجھے اس پر بھی اختیار ہے۔ عالم کبیرہ میں قیامت ہے جو ساری مملکت کو فنا کردے گی اور ذات باری تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا عالم غیر میں موت ہے جو بدن کی مملکت کو فنا کردے گی اور سوائے روح کے کچھ باقی نہ رہے گا ان باتوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو اپنے نفس کو جان لیتا ہے اسے معرفت الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر نوری میاں قدس سرہ اسی طرح کی بہت ساری مثالیں دے کر فرماتے ہیں کہ "یہی عالم ناسوت کی سیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنی قوت کے مطابق ناسوتی سیر ضروری ہے کہ اسی سے آدمی کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ جاہلوں سے بھی برا سمجھا جاتا ہے"۔

اتباع شریعت کے ساتھ معرفت الٰہی کو پالینا سالک کو عالم ملکوت تک رسائی عطا کرتا ہے۔ اس مقام کو بعض صوفیہ کرام "فناء فی الشیخ" کے مرتبے سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ سالک اس مقام پر پہنچ کر کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتا اور فرشتوں کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اسکے بعد عالم جبروت کی سیر شروع ہوتی ہے سالک اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں کی سیر کرتا ہے اور عین الیقین کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے بعض صوفیہ اسے "فنافی الرسول" کے مرتبہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس عالم کی سیر کے بعد عالم لاہوت کی سیر کا آغاز ہوتا ہے یہاں سالک تجلیات ربانی کا مشاہدہ کر کے حق الیقین کی دولت حاصل کرتا ہے اور سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سیر) ختم ہو جاتی ہے اس طرح سالک کو

Marfat.com

''فنافی اللہ'' کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور پھر ذات بحت یا عالم ہاہوت کی سیر شروع ہوتی ہے جسے سیر فی اللہ (اللہ تعالیٰ میں سیر) بھی کہا جاتا ہے۔

عارف کامل نوری میاں قدس سرہ فرماتے ہیں ''سیدنا غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے الہام ہوا کہ اگر سالک نے ملکوت اور جبروت کی سیر تو کی لیکن عالم لاہوت کی سیر کو چھوڑ دیا یعنی ذات بحت میں سیر نہ کی جبروت کی سیر پر ہی مطمئن ہو گیا تو وہ بارگاہِ الٰہی کے قرب سے محروم رہے گا ایسے سالک کو مکمل تو کیا کامل بھی نہیں کہہ سکتے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ملکوت یا ناسوت پر ہی ہمت ہار کر بیٹھ جائے وہ بڑا کم نصیب ہے۔ پس ضروری ہے کہ اول الذکر تین مقامات میں سے کسی مقام کو بھی اپنی منزل نہ جانے بلکہ ان سے جلدی گزر جائے اور اللہ تعالیٰ نے اذن سے لاہوت کی سیر کرے تو اسے درجہ کمال حاصل ہوگا اور وہ ولی کہلائے جانے کا مستحق ہوگا اس سے پہلے تو ولایت کی خوشبو بھی اسے نہیں پہنچے گی افسوس ان لوگوں پر جو سیر ناسوتی سے بھی واقف نہیں اور خود کو اولیاء میں شمار کراتے ہیں''۔

مزید فرماتے ہیں، ''اسی سیر فی اللہ کی وجہ سے اولیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے نہ کہ سیر الی اللہ کے اعتبار سے، کیونکہ قرب الٰہی اور درجات میں ترقی سیر فی اللہ کی زیادتی سے نصیب ہوتی ہے جسکی سیر زیادہ ہے اس کو قرب بھی زیادہ نصیب ہوتا ہے۔ پس جب کوئی اللہ تعالیٰ کا محبوب اس مقام میں زیادہ سیر کرتا ہے تو وہ زیادہ مقرب و بلند درجہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ سیر کہیں ختم نہیں ہوتی ورنہ ذات بحت محدود قرار پائے گی جو کہ شان الوہیت کے خلاف ہے۔ مَاعَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا کہ تجھے پہچاننے کا حق تھا) سے اسی بات کا پتا چلتا ہے اور یہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، تواضع اور انکساری میں وارد نہیں ہے جیسا کہ اس زمانے کے بعض جاہل صوفی بننے والوں کا خیال ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے (آمین)''۔

عارف ربانی حضرت سید شاہ برکات اللہ قادری قدس سرہ اپنی تصنیف ''چہار انواع'' میں فرماتے ہیں، ہاہوت ایسا خلوت خانہ ہے کہ اس میں خود آگہی بلکہ بے خبری کی آگہی کی

Marfat.com

بھی گنجائش نہیں۔ لاہوت ایسی جگہ ہے کہ اس میں سالک اپنی خودی کی وجہ سے مصیبت میں پھنسا ہوتا ہے اور دعویٰ الوہیت کی جانب مائل ہوتا ہے جبروت وہ مقام ہے جہاں اسے اپنے وجود کے اجزاء کی شناسائی ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ سے ملاقات کرتا ہے۔ ملکوت وہ جگہ ہے کہ جہاں مدح وثنا خود تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں جب کہ ناسوت ایسا ہنگامہ ہے کہ جہاں کثرت کے ساتھ مختلف لباس اور مختلف رنگوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں "یہ مقامات اور منزلیں نہ نیچے ہیں نہ اوپر نہ بائیں طرف ہیں نہ دائیں طرف۔ یہ سب میرے وجود کے طریقے ہیں جس وقت میں لذتوں کی طرف دوڑ لگاتا ہوں تو میرا طریقہ ناسوتی ہوتا ہے اور جب میں مدح وثنا کی طرف مائل ہوتا ہوں تو میرا شیوہ ملکوتی ہوتا ہے اور جب میں اپنی ذات کی شناسائی حاصل کر رہا ہوتا ہوں تو میرا جلوہ جبروتی ہوتا ہے اور جس وقت میں "اَنَا دَانٍ" (میں قریب ہوں) کے جذب وکیف میں شور کرتا ہوں تو یہ میرا لاہوتی شور ہوتا ہے اور جب میں ان تمام کیفیات سے آگے نکل جاتا ہوں تو وہ خواب ہاہوتی ہے۔ یہ ایسا عظیم معاملہ ہے جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ حدیث قدسی ہے، اَوْلِیَائِی تَحْتَ رِدَائِی لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِی "میرے دوست میری (قدرت کی) چادر کے نیچے ہیں ان (کے مقامات باطنی و درجات) کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا"۔

40۔ **سوال**: بعض لوگ یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اہلسنّت اولیاء کا درجہ انبیائے کرام علیہم السلام کے برابر بتاتے ہیں، اس الزام کی وضاحت فرمائیے؟۔

جواب: یہ الزام سراسر لغو ہے۔ آقا اور غلام کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ علماء فرماتے ہیں، عام انسانوں اور آقا و مولیٰ ﷺ میں شریعت کی رو سے ۲۷ درجے کا ظاہری فرق ہے باطنی درجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس تفصیل سے آپ کو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے درجات کا فرق بھی معلوم ہو جائے گا۔ سب سے پہلا درجہ بشر کا ہے اس کے اوپر مومن کا، پھر ابرار کا، پھر اخیار کا، پھر مخلصین کا، پھر صالحین، پھر شہدا، پھر متقین، پھر مقربین، پھر اولیاء، پھر اوتاد، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر نقباء، پھر قطب، پھر غوث، پھر تبع

Marfat.com

تابعی، پھر تابعی، پھر صحابی، پھر اصحاب بدر، پھر خلفائے راشدین، پھر صدیق اکبر، پھر نبی، پھر رسول، پھر اولوالعزم، پھر اصطفیٰ اور پھر رحمۃ للعالمین۔ (ملفوظات امیر ملت)

اب آپ غور فرمایئے کہ ولایت کا اعلیٰ درجہ غوث ہے اور جب کوئی بھی ولی تبع تابعی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا تو نبوت کا مقام تو بہت بلند و بالا ہے اور پھر مقام مصطفیٰ ﷺ کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ امام نبہانی فرماتے ہیں، ''حضور ﷺ کی حقیقت کو کما حقہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا''۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

41۔**سوال**: تصوف کی اصطلاح میں ترقی و تنزل سے کیا مراد ہے یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ تنزل ناسوتی تنزل ملکوتی سے کیوں بہتر ہے؟

جواب: جب سالک سیر الی اللہ کے بعد اپنے وجود اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو فراموش کر کے سیر فی اللہ میں فنا ہو جاتا ہے تو اسے ترقی کہتے ہیں اور اس طرح کے سالک کو ''کامل'' کہا جاتا ہے ایسے سالک دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ سراج العوارف میں فرماتے ہیں، ''اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سالک کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس سے دیگر مخلوق بھی فیضیاب ہو تو پھر وہ ترقی سے تنزلی کی طرف آتا ہے تاکہ وہ دوسروں کو پستی سے بلندی کی طرف لے جائے اس لیے سالک کو پھر ماسوی اللہ کا شعور اور اس کے وجود کا شعور عطا کیا جاتا ہے اور اسے مقام لاہوت سے ناسوت میں پہنچا دیا جاتا ہے لیکن اس تنزلی کی وجہ سے اس کی سابقہ ترقی میں کوئی فرق نہیں آتا وہ بدستور قائم و برقرار رہتی ہے ایسے سالک کو ''مکمل'' کہا جاتا ہے اور یہی ان کے لیے تنزلی ہے کہ وہ پھر وحدت میں کثرت دیکھتے ہیں (جبکہ ترقی میں وہ کثرت میں وحدت دیکھتے ہیں) چونکہ ان سالکین کی نسبت متعدی ہوتی ہے اس لیے یہ دوسروں کو نفع پہنچانے میں معذور نہیں ہوتے۔

تنزل ناسوتی تنزل ملکوتی سے بہتر ہے کیونکہ اصل مقصد کرامات وخرق عادات کا حصول نہیں جو کہ تنزل ملکوتی میں سالک پالیتا ہے اصل مقصد تو ناقصوں کی تکمیل کرنا ہے جو کہ تنزل ناسوتی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ہدایت کے محتاج ناسوتی ہوتے ہیں ملکوتی نہیں

تنزل ناسوتی بہتر ہے۔

42۔سوال: فنافی الشیخ، فنافی الرسول ﷺ اور فنافی اللہ تعالیٰ کے مقامات کیا ہیں آسان لفظوں میں بیان فرما دیجیے؟

جواب: سچی بات تو یہ ہے کہ تصوف کے اسرار و رموز نہ تو ہر شخص کی سمجھ میں آتے ہیں اور نہ ہی یہ ہر شخص کے لیے ہوتے ہیں۔ایک حدیث شریف میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔آپ کے سوال کا جواب نہایت آسان انداز میں شہباز طریقت حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے آداب السالکین میں ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں کہ فنا کا حصول دل کو سکون دیتا ہے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے جس حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی فنا سے ہی حاصل ہوتا ہے۔فنا کی تین قسمیں ہیں، پہلا درجہ فنافی الشیخ ہے یعنی سالک اپنے آپ کو مرشد کے خیال میں ایسا گم کر دے کہ خود کو بھول جائے اور اپنے آپ کو مرشد سے الگ نہ سمجھے بلکہ خیال کرے کہ میرے جسم کی حرکت اور سکون میرے مرشد کے اختیار میں ہے اور میرا شیخ ہی مجھے سمجھ سکتا ہے اپنے طور طریقوں سے یہ ظاہر کرے کہ اپنے وجود پر اس کا کوئی اختیار نہیں ہے اور اپنے طرز عمل میں ریا و خود پسندی سے بالکل دور رہے۔

دوسرا درجہ فنافی الرسول ﷺ ہے راہ سلوک میں سالک کو جو معرفت و قرب کی نعمتیں نصیب ہوں اور مشاہدات و کیفیات حاصل ہوں ان سب کو وہ رسول معظم ﷺ کا کرم سمجھے یہ ہرگز نہ سمجھے کہ میرے مراتب و درجات بڑھ گئے ہیں اس لیے یہ فیض حاصل ہو رہا ہے۔ پہلے سالک فنافی الشیخ ہوتا ہے اور چونکہ شیخ فنافی الرسول ﷺ ہوتا ہے اسی لیے سالک کو بھی یہ مرتبہ شیخ کے وسیلے سے باآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔تیسرا درجہ فنافی اللہ ہے اور جب سالک فنافی اللہ کے آخر درجہ پر پہنچتا ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔

سراج العوارف میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی نفحات الانس کے حوالے سے مذکور ہے کہ عام ولایت تو تمام ایمان والوں کو حاصل ہے مگر خاص ولایت اہل سلوک میں ان لوگوں

Marfat.com

کے لیے مخصوص ہے جو فنافی اللہ ہو گئے اور انہوں نے بقا باللہ کو حاصل کر لیا۔ تو ولی فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے جبکہ فنا کے معنی ہیں سیر الی اللہ کی انتہا اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔ کیونکہ سیر الی اللہ اس وقت پوری ہوتی ہے جب سالک اپنے وجود کے صحرا کو سچائی کے قدموں سے ایک دم طے کرے اور سیر فی اللہ اسی وقت کامل ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ بندے کو فنا کے بعد تمام ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک کر دے۔ قطب الاقطاب حضرت غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، ''جب بندہ مخلوق، خواہشات، نفس، ارادوں اور دنیا و آخرت کی تمام آرزوؤں سے فنا ہو جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کچھ نہیں چاہتا اور دیگر سب چیزیں اس کے دل سے باہر ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اس کو مقبول بناتا ہے اور اس کے دل سے مخلوق کی محبت نکال کر اسے فنا کا مقام عطا فرماتا ہے اور پھر وہ بندہ اپنے فقر و غنا کو نہیں دیکھتا''۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی ایک رباعی کا ترجمہ یہ ہے، ''اے دل! عشق الٰہی کی شراب پی کر بے خود ہو جانے والوں کی محفل میں آ تا کہ تجھے بھی اسی شراب بقا کا ایک گھونٹ مل جائے۔ اور اگر تو بقا چاہتا ہے تو فنا کے راستے سے گزر کیونکہ جب تک فنا طاری نہ ہو بقا نصیب نہیں ہوتی''۔

43۔**سوال**: تصوف میں سکر اور صحو سے کیا مراد ہے؟ بعض اکابر اولیاء کرام علیہم الرحمۃ نے ایسے جملے ارشاد فرمائے جو بظاہر خلاف شرع ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس بارے میں کتب تصوف میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن میں پھر عارف ربانی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کی کتاب سراج العوارف کے حوالے سے جواب عرض کرتا ہوں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب نہایت جامع دلائل پر مشتمل ہے ولی کامل عارف باللہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے نہ صرف اس کتاب پر شاندار تقریظ لکھی بلکہ آپ کا یہ شعر مصنف موصوف ہی کے روحانی کمالات پر گواہ ہے،

Marfat.com

اے رضا یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سراج العوارف میں اس کی خاصی تفصیل مذکور ہے میں خلاصہ عرض کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ جب سالک سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے درجات میں ترقی پاتا ہے تو بعض اس مقام کی تجلیات کے باعث خاموش ہو جاتے ہیں اور پہاڑوں سے بڑے بڑے اسرار ورموز کو بھی ضبط کر لیتے ہیں بعض ضبط نہیں کر پاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِی (میں پاک ہوں اور میری شان کتنی بلند ہے) اور لَیْسَ فِی جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ (میرے جبہ میں خدا کے سوا کچھ نہیں) اس طرح کی باتوں سے ان پر کوئی گناہ اور وبال نہیں آتا کیونکہ وہ معذور و مجبور ہیں کہ ضبط کی قدرت نہیں رکھتے۔ یوں سمجھئے کہ جب جن انسان کے بدن میں حلول کر جائے تو بظاہر انسان کی زبان بولتی ہے دراصل جن کلام کرتا ہے اس کے ہاتھوں سے کام کرتا ہے اس کے پیروں سے چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے، میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی بچی پر آسیب آ گیا وہ ایک وقت میں نو سیر پکا ہوا کھانا کھا لیتی تھی میں نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چھوٹی بچی جو آدھا پاؤ سے زیادہ نہیں کھا سکتی ایک وقت میں نو سیر کھا کر ہضم کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ جن اس بچی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ بچی کھا رہی ہے۔ آسیبی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ بلاتشبیہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے کلام کا مظہر بنا دے اور اسکی زبان سے کلام فرمائے تو کیا تعجب ہے تم نے اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ سنا دراصل یہ وہی کہتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے حالانکہ تم نے یہ بات حسین منصور اور بایزید بسطامی رحمہ اللہ کی زبان سے سنی۔

اس سے زیادہ روشن وہ واقعہ ہے (جو سورہ القصص آیت ۳۰ میں بیان ہوا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے آواز سنی کہ ''اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا

پروردگار"۔ تو کیا! اس درخت نے یہ کہا تھا؟ اللہ کی قسم یہ درخت نے نہیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگرچہ درخت سے سنا گیا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ انسانی گلے سے جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے کلام فرمائے اور لوگوں کو ان کے منہ سے وہ آواز سنائی دے تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ان بزرگوں کا کہا ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے اس ظاہری متکلم یعنی بزرگ نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے کہلانے سے وہ بات کہی اس میں نفس کے فریب کو یا ان کی خودی کو ہرگز دخل نہیں ہے جبکہ فرعون کا اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) کہنا اپنی خودی سے تھا اسی لیے فرعون مردود ہوا جبکہ اولیاء مقبول ہوئے کیونکہ اولیاء کا کلام اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد صادر ہوا۔

جب اولیاء اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ خود پہ قابو نہیں رکھ پاتے تو یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اسے حالت سکر کہتے ہیں۔ اگر سالک کا شعور تجلیات الٰہی وارد ہوتے وقت برقرار رہے تو یہ حالت صحو ہے بصورت دیگر سکر ہے۔ حالت سکر کا نہ تو اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہل سکر سے باز پرس ہوتی ہے بلکہ اہل صحو پر اس کا دور کرنا لازمی ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "منصور کے زمانے میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا یعنی اپنے باطن سے انہیں ضبط کی طاقت عطا کرتا"۔ حالت سکر میں جو کلمات ادا ہوتے ہیں انہیں شطحیات کہتے ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اس بارے میں داراشکوہ نے ایک مفصل رسالہ لکھا ہے۔

بعض لوگ ساری عمر اپنے احوال ضبط کرتے ہیں جیسے خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہم اور بعض ساری عمر اس سکر میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے حسین منصور قدس سرہ اور بعض کبھی ضبط کی طاقت نہ پاکر راز ظاہر کرتے ہیں پھر افاقہ ہوتے ہی توبہ و رجوع کرتے ہیں۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان رازوں کے اظہار پر راضی نہیں اور انکے اپنی طرف نسبت کیے جانے کو حق نہیں جانتے ورنہ توبہ و رجوع کیوں کرتے؟ حضرت بایزید بسطامی سے کہا گیا آپ بعض اوقات کیسی عجیب باتیں کہتے ہیں آپ نے

Marfat.com

فرمایا، بایزید ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کی بخدا آپ نے ایسے کہا۔ فرمایا، اگر تم اب یہ کلمے سنو تو مجھے خنجر سے ختم کردینا۔ پھر جب وہ حالت طاری ہوئی اور آپ نے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق خنجر چلائے۔ جو آپ کو خنجر مارتا اس کا زخم خود اس کے جسم پر اسی جگہ لگ جاتا اور آپ کے جسم پر کوئی نشان نہ پڑا۔ جب یہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا، میں نہ کہتا تھا کہ وہ جملے بایزید نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہے جس کی شان کے لائق ہے۔

اگر کوئی شخص حالت صحو اور اپنے حواس کی سلامتی کے وقت اس قسم کے کلمے کہے تو وہ زندیق، مرتد اور واجب القتل ہے اسی لیے توحید وجودی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ جو فرق مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے یعنی اگر تنزل کے مرتبوں کا خیال نہ کرے اور زید کو اسی شکل وصورت میں خدا سمجھ لے تو یہ توحید وجودی کہاں رہی کہ ممکن کو واجب سمجھنا شرک ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ گفتگو قال نہیں حال ہے اور جب تک حال وارد نہ ہو کچھ نہیں ہے، اس مسئلے میں جب تک آدمی وہاں نہ پہنچے کلام نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اسکی سمجھ سے ماورا اور عقل سے دور ہے۔

44۔ **سوال:** صوفیاء کرام میں دو نظریات معروف ہیں وحدت الوجود اور وحدت الشہود۔ ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کا اس بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب: سراج العوارف میں ہے کہ وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وجودی دوسری شہودی۔ وجودی کے معنی یہ ہے کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا شعور ختم ہوجائے اور اسکی نظر وعلم میں اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہ جائے، یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہوجاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر وسلوک قادریہ میں یہ چوتھا مقام ہے اس کے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات بحت باری تعالیٰ میں (جس کی کوئی حد نہیں) ترقی حاصل کرنا ہے اور حدیث شریف

Marfat.com

"مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" (ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا تجھے نہ پہچانا) اسی سیر کی خبر دیتی ہے۔ قادریہ، چشتیہ وسہروردیہ وغیرہم تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک قلیل تعداد وحدتِ شہودی کی طرف گئی ہے اور اس کو سالک کا ابتدائی مقام جانتے ہیں۔

وحدتِ شہودی کے بھی یہی معنی ہیں لیکن اس میں موجودات کا انکار صرف سالک کی نظر سے ہوتا ہے اسکے علم سے نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات اس کے علم میں تو باقی رہتے ہیں صرف نظر سے ختم ہو جاتے ہیں۔ نظر میں صرف ذات باری باقی رہتی ہے باقی سب نظر سے ہلاک اور فانی ہو جاتے ہیں مگر سالک کے علم میں باقی رہتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر ستارے، کہ سب ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں نظر کے سامنے صرف سورج ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے ستاروں کا وجود ویسے ہی باقی ہے بس نظر سے چھپ گیا ہے۔ لامحالہ اس میں توحید میں نقص باقی رہتا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ سالک کے علم میں موجودات باقی رہ جاتے ہیں یہ بات فنائے مطلق کے منافی ہے۔

ایک قلیل گروہ توحید شہودی کا قائل ہے حضرات صوفیاء کرام میں سے جیسے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور شیخ روزبہان بقلی وغیرہ اور بعد والوں میں شیخ احمد صاحب سرہندی (مجدد الف ثانی) اور انکے ماننے والے جو نقشبندی مجددی ہوتے ہیں وحدتِ شہودی کی طرف گئے ہیں ان حضرات میں سے کچھ وحدتِ وجودی کے قائل ہیں جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہ نقشبندی مجددی ہونے کے باوجود چند مکتوب اسی مسئلہ سے متعلق شائع کیے جو شیخ احمد سرہندی نے وحدت شہود کے سلسلے میں اپنے مکاتیب میں لکھے تھے شاہ ولی اللہ صاحب نے شیخ احمد سرہندی کے کلام کی تاویلات کیں شاہ ولی اللہ کے مکاتیب کا رد مولوی غلام یحیٰ نقشبندی مجددی نے کیا جو مرزا مظہر جانجاناں کے مرید تھے ان کے رد کا رد مولوی رفیع الدین ولد شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب "دفع الباطل" میں شائع کیا۔ انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کسے ترجیح ہے صوفیہ کرام کے مقالات سے توحید وجودی ہی ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

45۔**سوال**: روحانی لطائف سے کیا مراد ہے؟ ان لطائف کو طاقتور بنانے اور انہیں جاری کرنے کی کیا علامات ہیں؟ اقوال صوفیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: اصطلاح تصوف میں لطیفہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جو لفظوں سے ظاہر نہ ہو سکے لیکن اس کا ادراک کیا جا سکے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک لطائف انسانی جسم کے وہ پاکیزہ مقامات ہیں جن کے ذریعے سالک پر معرفت ربانی اور تجلیات الٰہی کے راز منکشف ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف: ۵۴) ''سن لو اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا''۔ اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں ہے، ''صوفیہ فرماتے ہیں کہ عالم خلق سے مراد عالمِ جسمانیات ہے یعنی عرش اور اس کے نیچے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور عالمِ امر سے مراد عالمِ مجردات یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ وغیرہ یہ وہ اشیاء ہیں جنہیں کسی مادہ کے بغیر محض امر کن سے پیدا کیا گیا ہے''۔

عالمِ خلق کے لطائف نفس، ہوا، پانی، آگ اور خاک ہیں صوفیہ کے نزدیک عالم خلق کے یہ لطائف خمسہ عالمِ امر کے مذکورہ پانچ لطائف کا عکس اور ظل ہیں۔ قلب کا مقام سینے میں بائیں جانب ہے اور روح کا مقام دائیں جانب جبکہ سر، خفی اور اخفیٰ کا مقام انکے درمیان میں ہے نفس کا مقام حواس سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے وسط پیشانی میں ہے زبدۃ الاولیاء حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری قدس سرہ سلوک مجددیہ میں فرماتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خمسہ تجلیات ربانی کے ظلال ہیں۔ قلب کا فعل ذکر الٰہی ہے روح کا فعل حضوری، سر کا فعل مکاشفۂ ملکوت، خفی کا فعل مشاہدہ (توجہ الی الصفات) اور اخفیٰ کا فعل معائنہ (توجہ الی الذات) وحق الیقین کا حصول ہے۔ صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ بعض لطائف اس قدر زبردست ہیں کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر انسان اس حقیقت سے بے خبر ہے اور وہ اپنے ان لطائف کی طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا بدن ذرا سا ہے حالانکہ اس کے اندر ایک عظیم جہان چھپا ہوا ہے۔

عارف باللہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں، ''دل کے اندر

Marfat.com

ایک سوراخ ہے جو عالم ملکوت کی جانب کھلا ہوا ہے جیسے کہ دل کے پانچ دروازے (حواس خمسہ) عالم محسوسات کی طرف کھلے ہوئے ہیں دل ایک آئینہ کی مثل ہے اور لوح محفوظ ایک اور آئینہ کی مثل ہے جس میں تمام موجودات کی صورتیں موجود ہیں جس طرح ایک آئینہ کو دوسرے آئینہ کے مقابل رکھنے سے ایک کی صورت دوسرے میں نظر آجاتی ہے اسی طرح لوح محفوظ سے تمام صورتیں دل میں صاف نظر آتی ہیں بشرطیکہ وہ صاف وشفاف اور محسوسات سے فارغ ہو اور اس سے مناسبت پیدا کرلے کیونکہ جب تک دل محسوسات میں گھرا رہتا ہے عالم ملکوت سے نسبت حجاب میں رہتی ہے۔ اگر کوئی ریاضت کرے اور دل کو غضب، شہوت اور بری عادات کے جال سے آزاد کرالے، حواس کو بیکار سا کردے اور دل کو عالم ملکوت کی طرف مائل کردے تو دل کا سوراخ زیادہ ہوجاتا ہے اور پھر دوسرے لوگ جو چیزیں خواب میں دیکھتے ہیں وہ بیداری میں دیکھ لیتا ہے۔ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے انبیاء علیہم السلام کا دیدار کرتا ہے اور ان سے نفع ومدد حاصل کرتا ہے آسمان اور زمین کی مملکت اسے دکھادی جاتی ہے جس کے لیے یہ راہ کھل جاتی ہے اس کے بہت سے کام سنور جاتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے علوم کی یہی راہیں ہیں نہ کہ حواس"۔

مزید فرمایا، "اگر تو پانچوں حواس کو انکے کام سے بے نیاز و بے بہرہ کردے تو تیرے دل کا راستہ کھل جائے گا پھر تو جس صورت پر بھی نظر ڈالے گا تجھے معنی کا راز حاصل ہوجائے گا"۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں، "طریقت میں آغاز ہی سے مکاشفات ومشاہدات شروع ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ اہل طریقت عین حالت بیداری میں ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ کی زیارت کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔

سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، "تو اپنے آپ کو ہر طرف سے اندھا بنالے کسی شے کی طرف نہ دیکھ جب تک تو چیزوں کی طرف دیکھتا رہے گا اللہ تعالیٰ

Marfat.com

جل جلالہ کے فضل وقرب کی راہ تجھے دکھائی نہیں دے گی۔ توحید کے ذریعے اور اپنے نفس، فنا، محو اور علم کے مٹا دینے کے ساتھ سب جہتوں کو بند کر دے پھر تیرے دل کی آنکھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کی جہت کھل جائے گی اور تو اس جہت کو اپنے سر کی آنکھ سے قلب وایمان ویقین کے نور کی روشنی میں دیکھ لے گا پھر اس شمع کے نور کی طرح جو اندھیری رات میں کسی تاریک گھر کے سوراخوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جس کے اندر کی روشنی سے باہر کا گھر روشن ہو جاتا ہے، وہ نور تیرے اندر سے تیرے باہر کی طرف پیدا ہوگا پھر تیرے نفس واعضاء غیر کی عطا اور وعدے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور وعدے سے آرام پائیں گے"۔ اسی مقالے میں مزید فرمایا، "پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار کرتا ہے اور ارادۂ الٰہی کے ساتھ ارادہ کرتا ہے اور اس کی تدبیر کے ساتھ تدبیر کرتا ہے اور اس کی مشیت سے چاہتا ہے اور اس کی رضا پر راضی رہتا ہے اور غیر کے حکم کی بجائے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کی اطاعت کرتا ہے"۔

ان ارشادات عالیہ کی روح یہی ہے کہ حواسِ خمسہ کی بجائے عالم امر کے لطائف خمسہ کی پوشیدہ قوتوں کو بیدار کیا جائے اور ماسوی اللہ کی محبت کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے فیضیاب کیا جائے تب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکا قرب نصیب ہوگا۔ روحانی لطائف طاقتور بنانے کے لیے اکابر صوفیہ کرام نے اذکار و اشغال اور مراقبات و مجاہدات کی تعلیم دی ہے جن میں مرشد کامل کی توجہات کو خاص اہمیت حاصل ہے صوفیہ فرماتے ہیں کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ نفس بیک وقت دو جانب توجہ نہیں کر سکتا اس لیے نفس کو اذکار و مراقبات میں یکسوئی حاصل کرنے کے لیے ایسی طرف لگانا چاہیے کہ وسوسے اور خطرات پریشان نہ کریں، چونکہ پیر کامل کی شخصیت دیکھی ہوئی ہوتی ہے اور محبوب بھی، اس لیے ذراسی کوشش سے ان کا تصور جم جاتا ہے اس طرح محبت زیادہ اور نسبت قوی ہوتی ہے یہی تصور شیخ ہے۔

قلب عالم خلق اور عالم امر کے درمیان ایک برزخ ہے۔ لطیفۂ قلب کی روحانیت

Marfat.com

اجاگر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تنہائی میں آنکھیں بند کر کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے صورتِ مرشد کو روبرو خیال کر کے بغیر زبان ہلائے قلب کی زبان سے اللہ اللہ ذکر کر کے۔ اس طریقہ کو مراقبہ قلب بھی کہتے ہیں اس لطیفہ کے نور کا رنگ زرد ہے۔ زبدۃ الاولیاء حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری فرماتے ہیں ”جب سالک لطیفہ قلب سے ذکر کرتا ہے تو قلب کی صفائی ہو کر اس پر روحانی کیفیت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ عالم ناسوت سے عالم ملکوت میں قدم رکھتا ہے روح اور جسم کے درمیان ”مثال“ ایک لطیف شے ہے اور یہ انسان کی ایک پوشیدہ حقیقت تامہ ہے جس کو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں اسی مثال کی بدولت سالک اپنے تمام مدارجِ عروج طے کر کے ذکر کے ثمرات حاصل کرتا ہے۔ اس مقام میں ذات الٰہی کے مرتبہ مقدسہ سے بواسطہ حضرت پیر و مرشد اکتساب فیض کیا جاتا ہے جس کا موردِ فیض قلب ہے“۔

جب سالک لطیفۂ قلب کی روحانی کیفیات کو محسوس کرنا شروع کر دے تو پھر لطیفۂ روح سے ذکر کرے، دو حصہ روح سے اور ایک حصہ قلب سے ذکر کیا جائے۔ لطیفۂ روح، روح مصطفیٰ ﷺ کا فیضان ہے یہ وہ حقیقت ہے جو مثال انسانی کو حرکت میں لاتی ہے اسی کو عالم جبروت کی سیر کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ یہ روحانی کیفیت سالک پر بعض دفعہ مادی و مثالی جسم کے بغیر طاری ہوتی ہے اور وہ اسماء و صفات باری تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

لطیفۂ روح کے بعد لطیفۂ سر سے ذکر کیا جائے لطیفۂ سر روح انسانی کے راز کو کہا جاتا ہے جسے عالم لاہوت بھی کہتے ہیں۔ اکابر صوفیہ اسے حقیقت روح مصطفیٰ ﷺ سے تعبیر کرتے ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد سوم میں فرماتے ہیں کہ ”حقیقت محمدی ﷺ ظہور اول اور تمام حقائق کی اصل حقیقت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ جس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے اور تمام مومنوں کو

Marfat.com

میرے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس آپ ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور تمام حقائق کے درمیان ایک واسطہ ہے کوئی شخص آپ ﷺ کے وسیلے کے بغیر اپنے مطلوب کو نہیں پاسکتا''۔ اس روحانی کیفیت میں وسیلۂ مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سالک کو معرفت ربانی حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفہ کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

لطیفۂ سر کے بعد لطیفۂ خفی سے ذکر کرنا چاہیے۔ لطیفۂ خفی سے مراد نور محمدی ﷺ ہے اسے عالم ہاہوت کی سیر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سالک اس روحانی کیفیت میں نور مصطفیٰ ﷺ کے جلووں میں غوطہ زن ہو کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کرتا ہے اور واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ لطائف کی روحانیت کے ادراک کے بعد لطیفۂ اخفیٰ سے ذکر کرنا چاہیے۔ اس مقام پر پہنچ کر سالک ذات باری تعالیٰ کے سوا سب کچھ فراموش کر دیتا ہے اور فنا و بقا کی کیفیت سے آشنا ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ سبز ہے۔ اس کے بعد صوفیہ کرام لطیفۂ نفسی اور لطیفہ قالب کے ذکر کی بھی تلقین فرماتے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں ان کی تفصیلی بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لطائف جاری ہونے اور ان کے پاک وصاف ہونے کی علامات کے متعلق محدث اعظم حیدر آباد دکن، مصنف الزجاجہ علامہ سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری قدس سرہ سلوک مجددیہ میں فرماتے ہیں، تین بڑی علامات یہ ہیں:

اول: اطاعت وعبادت کے لیے سالک سستی اور کاہلی محسوس نہ کرے، گناہوں کی رغبت اس کے دل سے مٹ جائے اور معرفت ربانی وقرب الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق دل میں بڑھ جائے۔

دوم: بلاقصد وارادہ سالک کے لطائف ذکر کرتے رہیں اور ان میں سالک کو نور الٰہی کا مشاہدہ بھی ہو اور وہ عبادات میں بے مثل لذت محسوس کرنے لگے۔

سوم: سالک کو اپنے لطائف سے ذکر الٰہی کی آواز سنائی دے، قلب وسوسوں سے پاک ہو کر عبادات میں مشغول رہے اور محبت الٰہی واطاعت رسول ﷺ اچھی طرح غالب

Marfat.com

ہو جائے۔

جب یہ روحانی لطائف جاری ہو جاتے ہیں تو سالک کی غفلت ہمیشہ کے لیے دور ہو جاتی ہے اور وہ اللہ عزوجل ورسول ﷺ کی اطاعت کی جانب زیادہ راغب ہو جاتا ہے۔

46۔سوال: ذکر وشغل سے کیا مراد ہے؟ سلسلہ قادریہ رضویہ میں ذکر الٰہی کرنے کا طریقہ اور اس کے آداب بیان فرما دیجیے؟۔

جواب: ذکر سے مراد زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے جب کہ شغل سے مراد قلب سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے سورۂ رعد آیت ۲۸ میں ارشاد ہوا، ''سن لو اللہ تعالیٰ کی یاد ہی میں دلوں کا چین وسکون ہے'' سورۃ الاحزاب آیت ۴۱ میں فرمایا گیا، ''اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو'' سورۃ بقرہ آیت ۱۵۲ میں ارشاد ہوا ''پس میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا''۔
حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا'' تم اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھیں'' (طبرانی) ایک اور روایت میں ذکر الٰہی کو دلوں کی صفائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔
ہمارے مشائخ قادریہ فرماتے ہیں کہ انسانی جسم میں کچھ حصے ذکر الٰہی کی ضربوں کے لیے مخصوص ہیں جن سے روحانیت پیدا ہوتی ہے، ان میں سے پہلا قلب صنوبری ہے جو کہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو سینے کے بائیں جانب ہوتا ہے یہ لطیفۂ قلب کا مقام ہے دوسرا قلب مدوری ہے جو کہ دماغ ہے تیسرا نیلوفری ہے جو کہ ناف ہے اکثر ذکر کی ابتدا لطیفۂ قلب سے یعنی سینے کے بائیں طرف سے کی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الوظیفۃ الکریمہ میں فرماتے ہیں ذکر جہر چہار ضربی کے لیے چار زانو بیٹھے بائیں زانو کی رگ کے قریب کی جلد دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان دبا لے پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے سامنے لائے اور لا کا لام یہاں سے شروع کر کے دائیں گھٹنے کے قریب تک کھینچتا ہوا لے جائے جو کہ لطیفہ روح کا مقام ہے اب یہاں سے الٰہ کا ہمزہ شروع کر کے لام کو کھینچتا ہوا دائیں شانے تک لے جائے اور ''ہ'' دائیں طرف منہ پھیر کر کہے پھر وہاں سے الا اللہ کی ضرب شدت کے ساتھ دل پر لگائے۔ ۱۰۰ بار یا

Marfat.com

حسب قوت کم تعداد سے شروع کرے اور پھر بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے۔ اسے ذکر نفی واثبات بھی کہتے ہیں۔

دوسرا ذکر الا اللہ کا ہے اس کے لیے پہلا ہمزہ پڑھتے ہوئے ناف سے سر اٹھا کر ''الا ال'' دماغ تک لے جائے اور وہاں سے ''لاہ'' کی ضرب ناف پر یا دل پر لگائے۔ تیسرا ذکر اللہ ھو کا ہے اس ذکر میں بھی پہلا ہمزہ ناف سے شروع کر کے اللہ کا ذکر دماغ تک لے جائے اور پھر دل پر ھو کی ضرب لگائے۔ چوتھا ذکر اسم ذات واسم اعظم ''اللہ'' کا ہے یہ ذکر بھی ناف سے شروع کیا جائے یعنی پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر دماغ تک لام پہنچائے اور پھر ''لاہ'' کی ضرب دل پر لگائے۔ ان اذکار کو بھی سو بار سے شروع کر کے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔ ہر سو بار ذکر کے بعد ایک بار محمد رسول ﷺ کہہ لے، سکون پائے گا۔ ذکر تنہائی میں کرے اگر محفل میں کرے تو آنکھیں بند کر کے لوگوں کا خیال دل سے نکال کر کرے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے ذکر خفی کیلئے فرمایا کہ دوزانو بیٹھ کر، آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر تا کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی سنائی نہ دے ذکر کیا جائے۔ تین طریقے وہی ہیں جو بھی دوسرے ذکر سے چوتھے ذکر تک بتائے گئے ذکرِ نفی واثبات کا ذکرِ خفی کیلئے طریقہ یہ بیان فرمایا کہ سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا الہ کی ہ دماغ تک لے جائے اور پھر الا اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب ناف یا دل پر لگائے اور یہ ذکر محض تصور ہی سے کیا جائے۔ انہی اذکار کو یا ان میں سے کسی ایک ذکر کو ہر سانس کی آمد ورفت میں کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اسکی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے تو سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔ اسے ''پاس انفاس'' کہا جاتا ہے۔

سبع سنابل میں تحریر ہے کہ ''یہ ضروری ہے کہ ذکر کی حالت میں پیرومرشد کی روحانیت

کو اپنی مدد پر مائل جانے اور ان کا مشاہدہ اپنے تصور سے ہرگز جدا نہ کرے"۔ اپنے ذکر کو مقبول بارگاہ بنانے کے لیے ذکر کے اول و آخر ۱۱ بار درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔

بقول امام اہلسنت،

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو

واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں، "حضور ﷺ کا ذکر کرو اور ان پر درود پڑھو اور ذکر کی حالت میں ایسے رہو کہ حضور ﷺ زندگی کی حالت میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب، اجلال، تعظیم، ہیبت اور حیا سے رہو اور یقین جانو کہ حضور ﷺ تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشیں ہوں"۔

Marfat.com

47۔ **سوال**: ایک شخص راہ سلوک میں قدم رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے ابتدائی ہدایات ارشاد فرمایئے، یہ بھی فرمایئے کہ راہ سلوک میں کن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

جواب: سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، "ہر مومن پر لازم ہے کہ پہلے فرائض ادا کرے پھر سنتوں پر عمل پیرا ہو اور پھر نوافل اور مستحب کام اختیار کرے"۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں، "بندے کے نوافل و مستحباب قبول نہیں ہوتے جب تک وہ فرائض ادا نہ کرلے"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴)

عارف کامل سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ نے سراج العوارف میں سالکین کے لیے چار واجبات تحریر فرمائے ہیں، اول: سالک کو چاہیے کہ اہلسنت و جماعت کے مذہب مہذب کے مطابق اپنے عقائد صحیح کرے کہ یہی جنتی گروہ ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک تمام اولیاء کرام اسی مذہب پر ہوئے ہیں اور آئندہ بھی اسی پر ہوں گے۔ دوم: شریعت مطہرہ کے تمام احکامات پر عمل کرے یعنی فرائض و واجبات و سنن کو

اپنائے اور تمام حرام کاموں سے بچے۔ سوم: باطن کو بری عادتوں سے پاک کر کے اخلاق حسنہ سے مزین کرے یعنی ہلاک کرنے والے رذائل سے بچے اور نجات دینے والے فضائل اپنائے۔ ان دونوں اقسام کی تفصیل فقیر کی کتاب "ضیاء الحدیث" میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۶۰۰ احادیث کریمہ کا ایمان افروز مجموعہ ہے۔ سالکین کو وہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ چہارم: غیر خدا سے دل کو پاک کرے (تا کہ معرفت الٰہی حاصل ہو)، تزکیۂ باطن اور معرفت ربانی کے حصول کے لیے ایک راہ مقرر کی گئی ہے جسے سلوک کہا جاتا ہے۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ سالک پر عقائد کی درستگی کے بعد فرائض و واجبات پر عمل کرنا اور تمام حرام کاموں سے بچنا لازم ہے۔ خصوصاً حرام رزق سے کیونکہ حرام کھانے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور دوزخ سے قریب ہو جاتا ہے۔ سورۃ المؤمنون آیت ۵۱ میں ارشاد ہوا "پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو" یہاں رزق حلال کا حکم نیک اعمال سے پہلے دیا گیا جس سے اسکی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرے پھر فرائض و واجبات کے بعد سنتوں کو اپنائے خصوصاً اپنی صورت نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ داڑھی سے مزین کرے جو فقہی طور پر ایک مشت رکھنا واجب ہے۔

احکام شریعت کو اپنانے کے دوران "مرتبہ احسان" حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کے لیے بیعت مرشد ضروری ہے۔ اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔ مرشد کامل کی صحبت اختیار کرنے والا شیخ کے علم اور روحانیت سے اس طرح فیضیاب ہوتا ہے جیسے خوشبو دماغ کو معطر کرتی ہے پھر ہر نماز کو اس کے ظاہری و باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرے، اس کے متعلق بھی گفتگو کی جا چکی ہے۔ مرشد کی ہدایات کے مطابق ذکر الٰہی اور درود و سلام کی کثرت کرے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "اذکار و اشغال کے لیے تین باتیں نہایت ضروری ہیں تقلیل طعام (کم کھانا)، تقلیل کلام (کم بولنا) اور تقلیل منام (کم سونا)"۔ کم کھانے سے نفس کمزور اور روح طاقتور ہوتی ہے حدیث شریف میں ارشاد ہوا، آدمی کے لیے دو لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں

Marfat.com

زیادہ کھانے پینے سے نیند زیادہ آتی ہے۔ حکمت لقمان میں ہے کہ جب معدہ بھر جاتا ہے تو عقل سو جاتی ہے اور حکمت گم ہو جاتی ہے۔

کم بولنا سلامتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا، جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا (دارمی)

صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے زیادہ سونے کو غافلوں کا طریقہ قرار دیا ہے کتاب الشفا میں ہے کہ زیادہ سونا جسم کو سست، عقل کو کمزور اور دل کو سخت کرتا ہے۔ اس سے نفس طاقتور ہوتا ہے اور آدمی شب بیداری اور نماز تہجد کے لیے مستعد نہیں رہ سکتا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ تم دن میں گناہ نہ کیا کرو، رات کو عبادت کے لیے جاگنا آسان ہو جائے گا۔ بعض صوفیہ قیام لیل میں آسانی کے لیے کم کھانے اور دن میں قیلولہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تہجد پڑھنا اور اس وقت بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کرنا معرفت ربانی کی منزل کو قریب کر دیتا ہے بقول اقبال،

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے، مسنون دعاؤں کی پابندی کرے، یاد الٰہی سے ہرگز غافل نہ ہو اور بد مذہبوں سے دوستی نہ رکھے نیز تصوف وسلوک کی دیگر تعلیمات محاسبہ، مراقبہ اور مجاہدات کے ذریعے تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ بخاری شریف کی مشہور حدیث قدسی میں یہی نکتہ بیان ہوا ہے کہ بندہ فرائض کی تکمیل کے بعد نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ پس سالک کو عبادات میں اتنی کثرت کرنی چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کو فراموش کر دے اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی میں گزارے۔

سراج العوارف میں ہے کہ رب تعالیٰ عزوجل تک رسائی نہ خاص ذکر وشغل سے ہے نہ اس کا راستہ ذکر وشغل پر منحصر ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں تو جس راہ سے خدا تعالیٰ تک رسائی ہو جائے اور اس سے اطمینان ہو جائے وہی تیرے لیے ذکر اور شغل

ہے اسی کو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا راستہ سمجھو اور اسی پر عمل کرو۔ اگر کسی کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعے سے حاصل ہو اور اسے اطمینان نصیب ہو تو اس شخص کے لیے یہی ذکر و شغل ہے اور اگر کسی کو نیک بندوں کی صحبت سے نصیب ہو جائے تو یہی اسکے لیے ذکر و شغل ہے چنانچہ علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح و تہلیل میں منحصر نہیں بلکہ کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ عزوجل کی اطاعت کرنے والا ذاکر ہے۔

نے گویم کہ از عالم جدا باش
ولے ہر جا کہ باشی باخدا باش

''میں یہ نہیں کہتا کہ عالم سے جدا ہو جاؤ بلکہ یہ کہ جہاں بھی رہو خدا کی یاد کے ساتھ رہو''۔

شہباز طریقت حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے آداب السالکین میں مرشد سے اکتساب فیض کے لیے بارہ آداب بیان فرمائے ہیں جو مختصراً پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ مانگے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی اس کا ہو گا ساری مخلوق اسی کی ہو گی۔

۲۔ سالک کبھی بھی عاجزی، انکساری، تابعداری کے خلاف کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائے، اس کی رضا میں راضی رہے۔

۳۔ ان نعمتوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے جو سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جائیں تاکہ تکبر پیدا نہ ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور ان کی عطا سے مرشد کو بھی اپنے ظاہر و باطن پر آگاہ اور واقف جانے۔

۵۔ ہر کام میں سنت مصطفیٰ ﷺ پر کاربند رہے۔

۶۔ حضور ﷺ سے نسبت رکھنے والے لوگوں کا ادب و احترام کرے۔

۷۔ اپنے پیر و مرشد کو اپنے حق میں زمانے کے تمام شیوخ سے افضل سمجھے اور اسکے کسی قول

Marfat.com

وفعل کو حقیر نہ جانے۔

۸۔مرید خود کو اپنے پیرو مرشد کے اختیار میں رکھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے۔

۹۔راہِ سلوک میں مشاہدۂ تجلیات کے باوجود انکساری کرتے ہوئے خود کو کم تر و حقیر سمجھے

۱۰۔سالک خود کو اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے حوالے کر دے۔

۱۱۔لوگوں سے تنہائی اختیار کر کے ریا و غرور کو اپنے سے دور کرے۔

۱۲۔جس قدر ممکن ہو کم کھائے، کم سوئے اور کم بولے۔

ان آداب سے بھی زیادہ فائدہ مرشد کی صحبت سے ہوگا کیونکہ مرشد کی خدمت میں حاضر رہنے سے ہزاروں دشواریاں اور لاکھوں رکاوٹیں ایک ہی مجلس میں دور ہو جاتی ہیں۔یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سالک کے لیے دنیا پرستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بہت نقصان دہ ہے۔ بقول مولانا روم رحمہ اللہ

صحبت صالح ترا صالح کند، صحبت طالع ترا طالع کند

”نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی اور بد بخت کی صحبت تجھے بد بخت بنا دے گی“۔

48۔**سوال**: راہ سلوک کی ابتدا میں سالک کو کیا کیا دشواریاں پیش آسکتی ہیں اور ان دشوایوں کا علاج کیا ہے؟

جواب: راہ سلوک میں جو دشواریاں پیش آسکتی ہیں ان کی تفصیل امام غزالی قدس سرہ کی کتاب کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین میں مذکور ہے۔فی الوقت سراج العوارف سے اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کرتا ہوں۔راہ سلوک میں بارہ دشواریاں ہیں جنہیں عقبات کہا جاتا ہے۔

۱۔عقبہ عدم بیعت: جب تک کامل و مکمل شیخ کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوگی معرفت کا حصول ممکن نہیں۔

۲۔عقبہ معصیت: جب تک سالک گناہ ترک نہ کرے گا ترقی نہیں کر سکتا اسکا علاج

Marfat.com

سچی توبہ ہے۔

۳۔عقبہ شرک: شرک جلی یا شرک خفی یعنی ریاکاری کو ہرگز قریب نہ آنے دے کہ ریا سالک کو ہلاک کر دیتی ہے۔اس کا علاج مجاہدوں کے ذریعے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرنا ہے۔

۴۔عقبہ والدین: والدین کی محبت مجاہدوں اور محنت سے روکتی ہے۔اس لیے سالک کو چاہیے کہ والدین کو راضی رکھے اور جس طرح بھی ہو سکے خفیہ مجاہدہ کرے۔

۵۔عقبہ فکر معاش: اگر سالک فکر معاش میں مبتلا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ پہلے کوئی ہنر سیکھے تا کہ بقدر ضرورت روزی کما سکے یا کوئی دوسرا جائز طریقہ اختیار کرے تا کہ یہ فکر باقی نہ رہے۔

۶۔عقبہ محبت دنیا: اس مشینی دور میں عزت و دولت اور بیوی بچوں کی محبت اور ان کی فکر انسان کو پریشان کیے رکھتی ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ عزت و دولت کی طرف مائل ہونے کی بجائے صرف ضروری روزی پر قناعت کرے اور بیوی بچوں کی خبر گیری اس طرح کرے کہ ظاہری اعضاء ان کی خبر گیری کریں مگر دل خدا کی طرف لگا رہے۔

۷۔عقبہ شہوت: یہ دشواری غیر شادی شدہ جوانوں کو پریشان کیے رکھتی ہے اس کا علاج نکاح ہے اگر ممکن ہو ورنہ کم کھانا اور اکثر روزے رکھنا اس کا بہترین علاج ہے۔

۸۔عقبہ مجاہدات بے قاعدہ: اگر سالک اپنی مرضی سے شروع کے مجاہدات بعد میں اور بعد والے شروع میں اور صبح والے شام کو اور شام والے صبح کو یا از خود نئے مجاہدات بغیر شیخ کی تعلیم کے عمل میں لائے تو ان مجاہدات سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ جو مرشد بتائے اسی پر عمل کریں کیونکہ مرشد اپنے مرید کی طبیعت اور روحانی استطاعت سے خوب واقف ہوتا ہے۔

۹۔عقبہ رجوع خلق: جب سالک عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے تو لوگ اس کو ولی سمجھ کر گھیر لیتے ہیں اور اس کا وقت ضائع کرتے ہیں اور سالک بھی دنیا کی طرف مائل

Marfat.com

ہونے لگتا ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ سالک سوچے کہ میں اس سے پہلے کیا تھا جب کوئی میری طرف توجہ نہیں کرتا تھا اب لوگوں کی رغبت کی وجہ میری عبادت وریاضت ہی ہے تو مجھے چاہیے کہ عبادت ہی کرتا رہوں اور لوگوں کے مجمع کی طرف نہ دیکھوں۔

۱۰۔عقبہ خود بینی وتکبر: سالک عبادات کی وجہ سے اور لوگوں کے تعریف کرنے کے باعث اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے۔اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ سالک تصور کرے کہ میں اس سے پہلے مشت خاک اور ناپاک پانی کا قطرہ تھا یعنی کچھ نہیں تھا۔اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا اس لیے مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیے اور شکرادا کرنے کے لیے عبادات کی کثرت کرنی چاہیے غرور وتکبر تو ہلاکت وبربادی کا باعث ہوتے ہیں۔ابلیس جو کسی وقت عابد اور معلم الملکوت تھا تکبر ہی کے باعث بارگاہ الٰہی سے مردود وملعون کر کے نکال دیا گیا۔

۱۱۔عقبہ کشف وکرامات: جب سالک مقام ملکوت میں ترقی کرتا ہے تو اس سے کشف و کرامات ظاہر ہونے لگتے ہیں اگر یہ سمجھے کہ میں کامل ہو گیا تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی کیونکہ ہنوز دلی دوراست والا معاملہ ہوتا ہے۔اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ وہ یہ تصور کرے کہ یہ حالت عارضی ہے جو ملکوت کے مشاہدے سے حاصل ہوئی ہے اور یہ میرا اصل مقصد نہیں ہے مجھے تو اصل منزل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے بچوں کی طرح اس تماشا گاہ میں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

۱۲۔عقبہ ابلیس لعین: یہ سب دشواریوں میں سب سے بڑی دشواری ہے بلکہ تمام پریشانیوں کی جڑ ہے جو پل بھر میں سالک کو بلندی سے جہنم میں گرا دیتی ہے اور قرب کی دوری میں بدل دیتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔اس پریشانی کا علاج صرف یہی ہے کہ سالک اپنے مشائخ کرام سے مدد چاہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی بے پناہ قوت اور طاقت کی پناہ مانگے۔

وہ انوار جو اذکار واشغال میں پیدا ہوتے ہیں انکی تفصیل سمجھ لیجئے کہ سالک کے کام

Marfat.com

آ ئے گی۔ سراج العوارف میں ہے کہ دل کا نور زردی مائل چاند کی طرح ہوتا ہے وہ نور جو سفید آفتاب کی طرح ہو اور جو دل میں تجلی ڈالے وہ روح کا نور ہے دل کا نور روح کے نور سے تجلی حاصل کرتا ہے کہ چاند کی روشنی بھی تو سورج سے ہی فیض پاتی ہے وہ نور جو قبلہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے ہمارے آقا و مولی ﷺ کی روح پاک کا نور ہے جو سالک کی راہنمائی کرتا ہے وہ نور جو دائیں کاندھے سے ظاہر ہو اچھے کاموں کے لکھنے والے فرشتے کا نور ہے اور بائیں کاندھے سے ظاہر ہونے والا نور گناہوں کے لکھنے والے فرشتے کا نور ہے اور نور جو دائیں طرف گز دو گز کے فاصلے پر نظر آتا ہے سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے جو اس کو راستہ دکھاتا ہے بائیں طرف ایک دو گز کے فاصلے پر جو نور ہوتا ہے وہ ابلیس لعین کا ہے جو سالک کو بہکاتا ہے اور شیطانی نور ظاہر ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اسکے ظاہر ہونے سے دل میں گھبراہٹ، وحشت اور ڈر پیدا ہوتا ہے اور اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ وہ نور جو سینہ اور ناف کے سامنے دھوئیں اور آگ کی شکل میں ہوتا ہے خناس کا نور ہے۔

وہ نور جو کسی خاص طرف سے نہیں ہوتا بلکہ تمام سمتوں کو گھیرے ہوتا ہے اور اسکے ظاہر ہونے سے حضوری قلب، سرور اور انس پیدا ہوتا ہے اور اطمینان وسکون ظاہر ہوتا ہے اور ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ سالک آپے میں نہیں رہتا اور ذوق وشوق کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ نور کسی مخصوص سمت سے نہیں ہوتا بلکہ ہر سمت میں برابر ہوتا ہے وہ نور احدی ہے یہی نور سالک، کا مقصود و محبوب و مطلوب ہے اور نور احدی مذکورہ تمام انوار سے پہلے نمودار ہوتا ہے جیسے چمکنے والی آسمانی بجلی جو کبھی روشن ہو جاتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے یا پھر کبھی یہ نور شمع، چراغ یا آسمان کے تاروں کی طرح ہوتا ہے۔ عالم مثال کی شروعات میں سالک کی طہارتوں وضو، غسل یا عبادتوں نماز روزہ وغیرہ کا نور ہوتا ہے یا پھر ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کا نور ہوتا ہے یہ وہ انوار ہیں جو مجاہدہء قادریہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور باقی عمل کے وقت سالک کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ ان انوار کو خوب یاد کرے تا کہ ابلیس لعین کے دھوکے سے نجات پائے۔

Marfat.com

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں اپنے دل کو صراط مستقیم پر رکھنے کے لیے ہر فریضے کے بعد گیارہ بار یہ پڑھنا چاہیے، ''یَااَللّٰہ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ دِلْ مَارَاکُنْ مُسْتَقِیْم بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' نیز درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے کہ اس کے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔ عارف کامل نوری میاں قدس سرہ فرماتے ہیں، ''اگر کسی شخص کا بہت زیادہ ذکر کرنے کے باوجود صوفیہ کرام جیسا حال نہ ہوتو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ خوش قسمتی صرف اس بات پر منحصر نہیں۔ جب دل ذکر کے نور سے روشن ہو گیا تو وہ خوش قسمت بن گیا جو کچھ اس جہاں میں ظاہر نہیں ہوا وہ موت کے بعد ظاہر ہوگا۔ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ ذکر کرتا رہے اور اپنا دل خدا سے لگائے رکھے اور کبھی غافل نہ ہو کہ لگا تار ذکر کرنے سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے''۔

سلوکِ مجددیہ میں ہے کہ ذاکر کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہونا چاہیے دوامِ حضور حاصل ہونیکے بعد ہی سالک حقیقت ذکر تک پہنچتا ہے اس سے پہلے ذکر حقیقی ذکر نہیں بلکہ صورت ذکر ہے پھر بھی نفع سے خالی نہیں کیونکہ دوامِ حضور بھی کثرتِ ذکر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ دوام حضور کے پانچ مدارج ہیں،

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ سے کم ہوتو یہ لطیفۂ قلبی کے ذکر کے اثرات ہیں،

۲۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ کے برابر ہوتو یہ لطیفۂ روح کے ذکر کے ثمرات ہیں،

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ پر غالب ہوتو یہ لطیفۂ سر کے ذکر کی برکات ہیں،

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ کے بغیر ہوتو یہ لطیفۂ خفی کے ذکر کے ثمرات ہیں،

۵۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اپنے وجود اور مخلوق کے خیال کے بغیر ہوتو یہ لطیفۂ اخفی

Marfat.com

کے ذکر کی برکات ہیں۔

پس سالک کو چاہیے کہ سلوک کی دشواریوں کے باوجود ذکر الٰہی کرتا رہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔

49۔**سوال**: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہوگئی'' جبکہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قصیدہ غوثیہ میں اپنے کمالات وتصرف واختیار کا ذکر فرمایا ہے یہ دونوں باتیں کیونکر درست ہوسکتی ہیں؟

جواب: عارف ربانی حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری قدس سرہ ''چہار انواع'' میں خاموشی کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں، خاموشی چار طرح کی ہوتی ہے،

اول۔عوام کی خاموشی: عوام یادِ خدا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں،

دوم۔عابد کی خاموشی: عابد وہ گفتگو نہیں کرتے جس سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہو،

سوم،سالک کی خاموشی: سالک ہمیشہ ہونٹ بند رکھتا ہے کیونکہ ہونٹ بند ہونے سے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔

لب بستہ حدیث عشق گویم، گویائی جہانم وخموشم

یعنی ''میں ہونٹوں کو بند کر کے حدیث عشق بیان کرتا ہوں میں دنیائے عشق کا بیان کرنے کے باوجود خاموش ہوں''۔کسی نے اس کی منظر نگاری کرتے ہوئے کہا ہے،

سوز دل بسیار دارم رخصت اظہار نیست
شمع را اندر زبان ست انچہ مارا در دل نیست

یعنی ''سوزِ دل تو بہت رکھتا ہوں مگر اسے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں، شمع کی زبان اسکے اندر ہوتی ہے اسی طرح ہماری زبان بھی دل میں ہے''۔

چہارم۔کامل کی خاموشی: کامل خود سے خاموش ہوتا ہے یعنی وہ از خود فانی ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنی ''جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اس کی زبان کام نہیں کرتی''۔یہ اسی طرف اشارہ ہے یا یہ کہ وہ خود سے بے خود ہے یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ

Marfat.com

باقی ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ طَالَ لِسَانُهٗ یعنی ''جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے''۔ یہ بشارت اسی کے لیے ہے اب اس کا قول دوسرے کا قول ہو گیا اور یہ خود خاموش ہے، یہ دونوں باتیں فنا اور بقا کے بارے میں ظاہر ہیں۔ ایک دوست نے فنا کے بارے میں اس طرح کہا ہے،

بدل گفتم کہ از دلبر خبر جو، دل آں جا رفت او ہم بے خبر شد

یعنی ''میں نے دل سے کہا کہ محبوب کی خبر لاؤ تو دل اس جگہ گیا جہاں محبوب تھا مگر وہ بھی بے خبر ہو گیا''۔ ایک بزرگ مقام بقا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''میں نے ایک مدت تک خدا کو تلاش کیا اور اپنے آپ کو پایا اور پھر کئی سال خود کو تلاش کیا اور خدا کو پایا''۔

اس گفتگو سے اولیائے کاملین کے بارے میں دو باتیں بالکل واضح ہیں اول یہ کہ جو معرفت الٰہی پالیتا ہے وہ مقام فنا میں ہونے کے باعث خاموش ہو جاتا ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ دوم یہ کہ جو مقام فنا کے بعد بقا کو پالیتا ہے اس کی زبان اسرار و معارف کے پھول بکھیرتی ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ ہیں، آپ فرماتے ہیں،

انافی حضرة التقریب وحدی یصرفنی وحسبی ذوالجلال

''میں بارگاہ قرب الٰہی میں یکتا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے درجات کو بلند کرتا ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے''۔

وولانی علی الاقطاب جمعاً فحکمی نافذ فی کل حال

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے پس میرا حکم ہر حالت میں نافذ و جاری ہے''۔

فلو القیت سری فی بحار لصار الکل غوراً فی الزوال

''اگر میں اپنا راز یا توجہ سمندروں پر ڈالوں تو ان کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے''۔

Marfat.com

ولو القيت سری فی جبال لدکت واختفت بين الرمال

''اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے''۔

ولو القیت سری فوق نار لخمدت وانطفت من سرحالی

''اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نشان تک نہ رہے''۔

ولوالقیت سری فوق میت لقام بقدرۃ المولیٰ تعالی

''اگر میں اپنا راز مردے پر ڈالوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فوراً کھڑا ہو جائے

وما منها شهود او دهور تمرّ و تنقضی الا اتالی

''مہینے اور زمانے جو گذر چکے ہیں یا گذر رہے ہیں بیشک وہ میرے پاس حاضر ہوتے ہیں''۔

وتخبرنی بمایاتی ویجری وتعلمنی فاقصرعن جدالی

''اور وہ مجھ کو گذرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں اے منکر کرامات! جھگڑے سے باز آ''۔

نظرت الیٰ بلادالله جمعاً کخردلة علیٰ حکم اتصال

''میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر مجھے رائی کے دانے کے برابر نظر آئے''۔

مریدی لاتخف الله ربی عطانی رفعة نلت المنالی

''اے میرے مرید کسی سے مت ڈر اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے جس سے میں اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیتا ہوں''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا، ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''۔(الضحیٰ:۱۱)

عارف باللہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مجددی تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت فرماتے

Marfat.com

ہیں، ’’چونکہ نعمت کا ذکر کرنا شکر نعمت ہے اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا ’’میں تمام مخلوق کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا الخ‘‘ اور حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

وکل ولی لہ قدم وانی علیٰ قدم النبی بدرالکمال

’’ہر ولی کے لیے ایک قدم (یعنی طریقہ ومرتبہ) ہے اور میں رسول معظم ﷺ کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمان کمال کے بدرِ کامل ہیں‘‘۔آپ کا یہ قول بھی ہے، قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے‘‘۔پس معلوم ہوا کہ سرکار غوث اعظم اور دیگر اولیائے کاملین رحمہم اللہ کے اپنے کمالات پر مبنی اقوال تحدیث نعمت کے طور پر بھی وارد ہوئے ہیں۔

باب دوازدہم

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

50۔سوال: سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور آپ کی چند ایسی تعلیمات جو تصوف کی روح ہوں، ارشاد فرمادیجیے؟۔

جواب: قطب الاقطاب، غوث اعظم، محبوب سبحانی، محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی (پ ۴۷۰ھ، ۱۰۷۷ء/م ۵۶۱ھ، ۱۱۶۶ء) حسنی و حسینی سید اور مادر زاد ولی تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا، یہاں تک کہ تمام عالم کے فقہاء علماء طلباء اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ مبارک کی طرف ہوگئی، حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال وجلال کا شہرہ ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت و امارت اور دلائل و براہین کرامت آفتابِ نصف النہار سے زیادہ واضح فرمائے، اور جود و عطا کے خزانوں کی کنجیاں اور قدرت و تصرفات کی لگامیں آپ کے قبضۂ اقتدار اور دست اختیار کے سپرد فرمائیں تمام مخلوق کے قلوب کو آپ کی عظمت کے سامنے سرنگوں کردیا اور تمام اولیاء کو آپ کے قدم مبارک کے سائے میں دے دیا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب پر فائز کیے گئے تھے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے، "میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے"۔ اعلیٰ حضرت قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

Marfat.com

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے فرمایا، اے عبدالقادر! تم لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے وعظ کیوں نہیں کہتے؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں عجمی ہوں اس لیے عرب کے فصحاء کے سامنے کیسے وعظ کروں؟ فرمایا اپنا منہ کھولو پھر حضور ﷺ نے میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا جاؤ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلاؤ۔ بعد ظہر جب آپ نے وعظ کا ارادہ فرمایا تو کچھ جھجک طاری ہوئی حالت کشف میں دیکھا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سامنے موجود ہیں اور فرمارہے ہیں منہ کھولو آپ نے تعمیل ارشاد کی تو باب علم وحکمت نے اپنا لعاب چھ بار آپ کے منہ میں ڈالا۔ عرض کی یہ نعمت سات بار کیوں عطا نہیں فرمائی، ارشاد فرمایا "رسول معظم ﷺ کا ادب ملحوظ خاطر ہے"۔ یہ فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ غائب ہوگئے اور جب سرکار غوث اعظم نے خطاب فرمایا تو فصحائے عرب آپ کی فصاحت وبلاغت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

آپ کے وعظ میں ستر ہزار سے زائد لوگ شرکت کرتے جن میں علماء فقہاء اور اکابر اولیاء کرام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال الغیب بکثرت شریک ہوتے۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے۔ آپ کی آواز دور و نزدیک کے سامعین کو یکساں سنائی دیتی تھی۔ کبھی آپ وعظ کے دوران فرماتے کہ قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف آتے ہیں، یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب اور وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی، کتنے لوگ گریہ وزاری کرتے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔ آپ کے تصرف وہیبت اور عظمت وجلال کے باعث کئی کئی جنازے اٹھائے جاتے اور سینکڑوں بیہوش ہوجاتے۔ آپ کی مجلس میں جو کرامات وتجلیات اور عجائب وغرائب ظاہر ہوئے ان کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ طریقت کے بادشاہ اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو

کرامات کا تصرف واختیار ہمیشہ حاصل رہا۔امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات حدتواتر کو پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامات نہیں پائی گئیں۔(اخبارالاخیار) حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''قرب وولایت کا مرکزی منصب ائمہ اہل بیت سے منتقل ہوکر حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عطا ہوا اور آپ ہی کے لیے مخصوص کردیا گیا، ائمہ اہل بیت اور آپ کے درمیان کوئی اور اس مقام پر فائز نہ ہوا۔پس راہِ ولایت میں اقطاب اور نجباء سب آپ ہی کے ذریعہ فیض پاتے ہیں کیونکہ یہ مقام آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اسی لیے آپ نے فرمایا،

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا　　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرِبُ

''یعنی پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے لیکن میرا سورج ہمیشہ بلند آسمان پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا''۔(مکتوبات جلد دوم)

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

تفسیر مظہری میں سورۃ الرعد کی آیت کے تحت مذکور ہے کہ ''حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دونوں صاحبزادے ایک عالم ملا طاہر لاہوری سے درس لیتے تھے۔حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے کشف سے دیکھا کہ اس عالم کی پیشانی پر شقی (بدبخت) لکھا ہے۔آپ نے اپنے بیٹوں سے اس بات کا ذکر کردیا۔بیٹے استاد کی شفقت ومحبت کے باعث بضد ہوئے کہ حضرت مجدد ان کے لیے دعا فرمائیں کہ ان کی شقاوت سعادت سے بدل دی جائے۔حضرت نے فرمایا، میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ یہ قضاء مبرم ہے جس کو بدلا نہیں جاسکتا۔بیٹوں نے اصرار کیا تو فرمایا، مجھے یاد آیا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی

الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ میری دعا سے قضاء مبرم بھی بدل دی جاتی ہے اسلئے میں دعا کرتا ہوں، اے اللہ تیری رحمت وسیع ہے تیرا فضل کسی ایک پر ختم نہیں ہو جاتا میں پر امید ہو کر تیرے فضل وکرم کا طالب ہوں کہ تو ملا طاہر کی پیشانی سے شقاوت مٹا کر اس کی جگہ سعادت تحریر فرما۔ جیسے تو نے میرے آقا حضرت غوث اعظم کی دعا قبول فرمائی تھی۔ سبحان اللہ! حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی شقاوت سعادت سے بدل گئی۔ سبحان اللہ! حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے غوث اعظم کو آقا کہہ کر ان کے وسیلے سے دعا فرمائی اور وہ قبول ہوئی یہ شان ہے حضرت پیران پیر دستگیر کی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں،

کس گلستان کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلے میں فیض نہ آیا ترا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غوثیت کبریٰ کا منصب اور مقام تکوین عطا فرمایا، اسی لیے فرماتے ہیں، ''اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بھی میں اسکی ستر پوشی کرتا ہوں''۔ (بہجۃ الاسرار) دوسری جگہ فرمایا،

مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقًا   فَاَحْمِیْکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمِ الْقِیَامَۃِ

''اے میرے مرید میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لے اور مجھ پر پورا اعتماد رکھ میں تیری حمایت دنیا میں بھی کروں گا اور قیامت کے دن بھی''۔

امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں، ''اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلف صادق قطب الاقطاب ہیں اگر دوسرے لوگ سلطان ہیں تو یہ خلف صادق شہنشاہ سلاطین ہیں اور آپ کا اسم گرامی شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی ہے جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا اور طریقہ کفار کو ختم

Marfat.com

کردیا اور نبی کریم ﷺ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ ''شیخ کامل زندہ کرتا اور مارتا ہے''۔

حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستا تیرا

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

امام المحدثین مزید فرماتے ہیں، ''شیخ کے مقام کا اس سے اندازہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جو حَیٌّ وَقَیُّوْمٌ ہے اس نے ہمیں اسلام عطا فرمایا اور غوث الثقلین نے اسے دوبارہ زندہ کیا۔ غوث الثقلین کے معنی ہی یہ ہیں کہ جنات اور انسان اس کی پناہ لیں، چنانچہ میں بیکس و محتاج بھی انہی کی پناہ کا طلبگار اور انہی کے دربار کا غلام ہوں مجھ پر انکا کرم اور عنایت ہے اور انکی مہربانیوں کے بغیر کوئی فریاد سننے والا نہیں ہے''۔ پھر فرماتے ہیں،

غوث اعظم دلیل راہ یقین، بالیقین رہبر اکابر دین

''حضرت غوث اعظم راہ یقین کی دلیل ہیں آپ بلاشبہ اکابر دین کے راہبر و راہنما ہیں''۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز، چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

''آپ تمام اولیاء اللہ میں اس طرح منفرد ہیں جس طرح نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں نمایاں و ممتاز ہیں''۔

در دو عالم بہ اوست امیدم، ہست بادے امید جاویدم

''دونوں جہاں میں میری امیدیں آپ کی ذات سے وابستہ ہیں، آپ ﷺ میری ہمیشہ کی امیدوں کے محور ہیں''۔

مزید فرماتے ہیں، امید ہے کہ اگر کبھی راہ سے بھٹک جاؤں تو وہ راہبری کریں اور اگر ٹھوکر کھاؤں تو وہ مجھے سنبھال لیں، کیونکہ انہوں نے اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک رجسٹر بنادیا ہے جس میں میرے قیامت تک ہونے والے مریدوں کا نام لکھا ہوا ہے، حکم الٰہی ہو چکا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی ہے کاش میرا نام بھی آپ کے مریدوں کے رجسٹر میں لکھا ہو، پھر مجھے کوئی غم نہ ہوگا کیونکہ میری خواہش کے مطابق میرا کام پورا ہو گیا ہے، میں نامراد بھی حضرت غوث الثقلین کا مرید بن گیا ہوں، قبول کرنا یا انکار کر دینا یہ ان کے ہاتھ میں ہے میں ان کے طلب گاروں میں ہوں اور ان کا چاہنا ان کے اختیار میں ہے۔ (اخبار الاخیار)

غور فرمایئے کہ اتنے عظیم محدث، عالم اسلام کے جلیل القدر امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب بارگاہ غوثیت میں یوں عاجزی فرمائیں، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی جب انہیں اپنا آقا کہہ کر بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائیں، سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور تمام اولیاء ان کے ارشاد پر اپنے سروں کو جھکا دیں، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری، حضرت سلطان باہو، حضرت عبدالرحمٰن جامی، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ان کی بارگاہ میں مدح سرائی کرتے ہوئے انہیں غوث الثقلین، غوث اعظم، محبوب سبحانی، پیر پیراں اور پیر دستگیر کے القاب سے یاد کریں تو ان کے حقیقی مقام کو ہم آپ کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ یہ ان کی دلوں پر حکمرانی ہے کہ پوری دنیا میں ان کا عرس یعنی گیارہویں بڑے جوش وخروش سے منائی جاتی ہے اگر چند لوگ ان کی عظمت نہ بھی تسلیم کریں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا ہے،

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

غوث اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جو شخص خود کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے

Marfat.com

عقیدت رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر اس پر رحمت فرمائے گا اگر اس کے اعمال مکروہ ہوں تو اسے توبہ کی توفیق دے گا، ایسا شخص میرے مریدوں میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں، میرے سلسلے والوں، میرے پیروکاروں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (اخبار اخیار)

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں، ایسی کر
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا
نزع میں گور پہ سر پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلیٰ تیرا

اب ہم مختصراً سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات بیان کرتے ہیں، غوث صمدانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، پیران پیر دستگیر قدس سرہ، آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی کی منہ بولتی تصویر تھے وعظ کہتے وقت بسا اوقات سخت الفاظ استعمال فرماتے ہیں آپ کو خود بھی اس کا احساس تھا اس لیے فرماتے تھے کہ لوگوں کے دلوں پر میل جم گیا ہے جب تک اسے طاقت سے رگڑا نہیں جائے گا صاف نہ ہوگا۔

1: آپ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، ”اے عزیز! کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ اور تمہیں نہیں معلوم کہ جو شخص دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا رہے گا۔ اور کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ حساب قریب آ گیا ہے اور لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور کیا تو نہیں جانتا کہ جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اللہ اسے عطا فرما دیتا ہے اور اسے آخرت میں کچھ نہیں ملتا۔ آخر تو کب تک غفلت کے جنگلوں میں بھٹکتا رہے گا اب تجھے چاہیے کہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، وہ مہربان ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے تاکہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت کے راز تجھ پر ظاہر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کا قاصد تیرے لیے اس کی محبت کی خوشخبری لائے“۔

Marfat.com

2: الفتح الربانی میں فرماتے ہیں، ''اے لوگو! تم دنیا وآخرت کے پروردگار سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو جیسے کہ تمہیں موت ہی نہیں آئے گی اور قیامت کے دن میدان حشر میں جمع نہ کیے جاؤ گے جیسے کہ تم بارگاہ الٰہی میں حساب نہ دو گے اور تمہیں پل صراط عبور نہ کرنا پڑے گا۔ یہ تو تمہاری حالت ہے اور دعویٰ ایمان واسلام کا کرتے ہو۔ اگر تم نے قرآن اور علم دین پر عمل نہ کیا تو یہ تمہارے خلاف دلیل بنیں گے۔ جب تم علماء کے پاس آؤ اور ان کی بتائی ہوئی دینی تعلیمات قبول نہ کرو تو تمہارا ان کے پاس آنا بھی تم پر حجت بنے گا۔ اس کا گناہ تم پر ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تم رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور ان کا کہنا نہ مانتے (تو ضرور گناہ گار ہوتے)''۔

3: ایک اور وعظ میں فرمایا، ''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، ''جس کے لیے خیر کا کوئی دروازہ کھولا جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو غنیمت سمجھے کیونکہ نہ جانے وہ کب بند کر دیا جائے''۔ لوگو خوش ہو جاؤ کہ زندگی کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے نہ جانے کب بند کر دیا جائے گا۔ غنیمت جانو کہ تم نیکیاں کرنے پر قادر ہو، غنیمت سمجھو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ غنیمت سمجھو کہ دعا کا دروازہ کھلا ہوا ہے، غنیمت سمجھو کہ تمہارے پرہیزگار دینی بھائی تمہیں برائیوں پر ٹوکتے ہیں ورنہ کوئی تمہیں نصیحت کرنے والا نہ ہوگا۔ اے لوگو! بنا لو جو کچھ توڑ چکے ہو، دھو لو جو کچھ ناپاک کر چکے ہو، سنوار لو جو کچھ بگاڑ چکے ہو، صاف کر لو جو کچھ میلا کر چکے ہو اور لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو، دین سے دور بھاگنے سے توبہ کر لو اور اپنے قدرت والے رب تعالیٰ عزوجل کی طرف لوٹ آؤ''۔ (الفتح الربانی)

4: ایک وعظ میں فرماتے ہیں، ''شاید کل کا دن اس حال میں آئے کہ تو زمین پر سے مفقود ہو اور قبر میں موجود یا شاید کل بھی نہ آئے اور اگلے ہی لمحے تو زیر زمین دفن کر دیا جائے پھر یہ غفلت کیسی ہے اور تو اپنے انجام سے غافل کیوں ہے؟ اے لوگو! تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے ہیں کیا تم پتھر دل ہو گئے ہو؟ تم سے میں بھی کہہ رہا ہوں اور دوسرے بھی لیکن تم غفلت سے بیدار ہی نہیں ہوتے تم پر آیات قرآنی اور احادیث پڑھی جاتی ہیں اور تم کو اگلوں

Marfat.com

کی سیرتیں سنائی جاتی ہیں لیکن افسوس کہ تم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی نہ تم ڈرتے ہو اور نہ تمہارے عمل سنورتے ہیں''۔

5: ایک اور وعظ میں فرمایا، رسول معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''اصل عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے'' اپنی آرزوئیں کم کر و زہد حاصل ہوگا کیونکہ اصل زہد آرزوؤں کا کم کرنا ہے برے دوستوں کو چھوڑ دو اپنا تعلق نیک لوگوں سے جوڑو اگر قریبی رشتہ دار بھی برے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

6: فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں، ''مجھ سے خواب میں ایک شخص نے سوال کیا، وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا، اس کی ابتدا اور انتہا ہے اس کی ابتداز ہد و تقویٰ اور انتہا تسلیم و رضا اور توکل ہے''۔

7: ایک اور جگہ آفات و بلا پر صبر کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں، ''بلا کے نازل ہونے پر بے صبری نہ کر کیونکہ اس کی آگ دوزخ کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ ''دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی اے مومن جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرے نور ایمان سے میری آگ بجھ رہی ہے''۔ کیا مومن کا نور جو دوزخ کی آگ کو بجھا رہا ہے وہی نور نہیں ہے جو دنیا میں مومن کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی نور سے مطیع و نافرمان کی تمیز ہوتی ہے بس وہی نور ایمان مصیبت کی آگ کو بجھا دے گا بلکہ تیرے صبر اور اطاعت الٰہی کی ٹھنڈک کو بھی تجھ پر آئی ہوئی بلا کی آگ پر غالب آنا چاہیے۔ معلوم ہو کہ بلا تجھے ہلاک کرنے نہیں آئی بلکہ تجھے آزمانے، تیرے ایمان کو جانچنے، تیرے یقین کو مضبوط کرنے اور تجھے خدا کی رضا اور تجھے پر اس کے اظہار فخر کی خوشخبری دینے آئی ہے''۔

8: اسی مقالے میں مزید فرماتے ہیں، ''جب تو حکم خدا کا تابع ہو جائے گا تو تمام کائنات تیرے حکم کے تابع ہو جائے گی جب تو اس کے منع کیے ہوئے کاموں کو برا سمجھے گا تو تو جہاں کہیں بھی ہو تجھ سے ناپسندیدہ چیزیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس چیز

Marfat.com

کو کہتا ہوں "کن" ہو جا وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا کہ تو جس چیز کو بھی کہے گا "کن" ہو جا تو وہ ہو جائے گی"۔ (فتوح الغیب)

9: ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، "اے عزیز! جب تک اپنی کوتاہیوں کا شدید احساس کرتے ہوئے، اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے تم اپنی جبین ناز خاک پر نہیں رکھو گے نہ تمہیں سچی خوشی حاصل ہوگی، نہ تمہاری امیدیں پوری ہوں گی نہ تمہیں مقامِ قرب ملے گا نہ کوئی کمال حاصل ہوگا اور نہ تمہارا دل اپنے خالق و مالک کی طرف حقیقی رجوع کی لذت سے فیضیاب ہوگا"۔

10: فتوح الغیب میں فرماتے ہیں، "مومن جب نیک عمل کرتا ہے تو اس کا نفس قلب کے حکم میں ہو جاتا ہے اور نفس قلب کے معارف کو جان لیتا ہے پھر اس کا قلب سر ہو جاتا ہے پھر سر دوسرے حال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے پھر فنا بقا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا، دوست ہر دروازے میں سما سکتے ہیں، اے شخص! مخلوق کو فراموش کر دینا اور اپنی طبیعت کو خاصیت ملائکہ سے بدل دینا اور پھر خاصیت ملائکہ سے فنا ہو کر دوبارہ پہلے راستے پر آنا فنا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ جتنا تجھے چاہے سیراب فرمائے گا اور جتنا چاہے انوار و رحمت تجھ میں پیدا فرمائے گا اگر تو اس مقام کو چاہتا ہے تو تجھ پر مسلمان ہونا، قضا و قدر کا ماننا، اللہ تعالیٰ کو جاننا، اس کی معرفت حاصل کرنا اور وجود حق کے ساتھ موجود رہنا واجب ہے جب تیرا وجود حق کے ساتھ ہوگا تو تیرا سب کچھ اسی کے لیے ہوگا زہد ایک ساعت کا اور تقویٰ و پرہیز گاری دو ساعت کا کام ہے جبکہ معرفت حق تعالیٰ ابدی عمل ہے"۔

11: گیارہویں شریف کی نسبت سے آخری یعنی گیارہواں اقتباس آپ کی تصنیف سر الاسرار سے پیش خدمت ہے جس میں غوث پاک قدس سرہ نے تصوف کی تمام بنیادی تعلیمات کی روح سمودی ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں،

"لفظ "تصوف" چار حروف پر مشتمل ہے، "ت" سے مراد توبہ ہے جو دو طرح کی ہے ظاہری اور باطنی، ظاہری توبہ بندے کے اعضاء کو برائیوں سے تائب کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

اطاعت کی طرف لانا ہے جبکہ باطنی توبہ انسان کا اپنے دل کو آلائشوں اور تمام برے ارادوں سے پاک کرنا ہے۔ جب کامل توبہ نصیب ہو جائے یعنی برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں تو ''ت'' کا مقام مکمل ہو جاتا ہے۔ ''ص'' سے مراد صفائی ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں قلب کی صفائی اور مقام سر کی صفائی۔ قلب کی صفائی یہ ہے کہ بشری کدورتوں مثلاً طعام، نیند، گفتگو، خواہشات کی کثرت اور اسباب دنیا کی محبت سے پاک ہو اور دل ذکر الٰہی کا عادی ہو کر غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جائیں'' پھر دل ایسا صاف ہو جائے کہ اس میں خیر و شر نظر آنے لگیں جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ''عالم نقش و نگار کرتا ہے اور عارف (دل کو صاف کر کے) چمکاتا ہے''۔ مقام سر کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو فراموش کر دینے، اس سے محبت کرنے اور باطنی زبان سے اسماء توحید کا ہمیشہ ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب بندہ کامل صفائی حاصل کر لیتا ہے تو مقام ''ص'' کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

''و'' سے مراد ولایت ہے یہ ایک مقام ہے جو تصفیۂ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں''۔ ولایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اپنے اخلاق کو احکام الٰہی کے مطابق سنوارے۔ نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' یعنی اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو اور صفات بشریت کا لباس اتار کر صفات ربانی کا لباس پہنو''۔ حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے، جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ہی وسیلے سے سنتا، دیکھتا، بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ پس ماسوی اللہ سے باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا''۔ پس صفات ربانی کا مظہر بننے سے مقام ''و'' کی تکمیل ہوتی ہے۔

''ف'' سے مراد فنافی اللہ ہونا ہے جب بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں تو صفات ربانی باقی

Marfat.com

رہ جاتی ہیں چونکہ اس ذات مقدسہ کو نہ زوال ہے نہ فنا اس لیے فانی بندے کو اس غیر فانی ذات کے ساتھ اور اس کی رضا اور قبولیت سے بقا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور قلب فانی کو سر باقی کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے''۔ پس بندے کو چاہیے کہ اس کی ذات کی خوشنودی اور رضا کے لیے اعمال صالحہ کی مشقت اٹھائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پالیتا ہے تو اس مقرب اور پسندیدہ بندے کو راضی ہونے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے (یہی روح تصوف ہے)''۔

الحمدللہ! افکار اسلامی، اسلام آباد کی طرف سے موصولہ سوالات کے جواب میں اس کتاب کی تالیف مکمل ہوئی۔ بارگاہ الٰہی میں ان الفاظ سے دعا گو ہوں کہ یارب العالمین! یاارحم الراحمین! اپنے پیارے حبیب لبیب نبی کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے وطفیل ہمیں اپنی محبت، اپنے حبیب کی محبت اور اپنے تمام اولیاء رحمہم اللہ کی محبت خصوصاً حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محبت نصیب فرما۔ اپنے ان نیک و مقرب بندوں کے وسیلے سے ہمیں تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے ساتھ مرتبہ احسان اور دولت معرفت نصیب فرما، دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرما، اور راہ حق پر ثابت قدمی نصیب فرما۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلِ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٌ

خُذْ يَدِیْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت
رحمۃ اللہ علیہ
پیر محمد کرم شاہ الازہری کی
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن
۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

ضیاء النبی
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب
۷ جلد

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام
فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات
مختلف علمی، روحانی اور معاشی
موضوعات پر جامع مقالات
کا مجموعہ

[illegible]
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

[illegible]
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011
2630411

1Z397

حضور ضیاء الامت

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن

جلد ۵

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

جمال القرآن
ترجمۃ القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

ضیاء النبی

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب

جلد ۷

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات

مختلف علمی، روحانی اور معاشی موضوعات پر جامع مقالات کا مجموعہ

قصیدہ الطیب الشمم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز اور ولولہ انگیز شرح

مجموعہ اوراد و وظائف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
  فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2210212-2212011
  2630411

1Z397

Marfat.com

تصوف و طریقت

علامہ سید
شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com